رجسٹرڈ نمبر اے ۱۳۱

مولانا مولوی عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم مغفور

کی یادگار

رسالہ

دلگداز

نمبر ۲ و ۳ و ۴ - بابت ماہ فروری معہ مارچ و اپریل سنہ ۱۹۳۱ء جلد ۳۱

مرتبہ

محمد صدیق حسن ایڈیٹر

باہتمام

خاکسار حکیم محمد سراج الحق مینیجر اور پرنٹر و پبلشر دلگداز

دلگداز پریس محلہ گنز برزن بیگجان لکھنؤ میں

چھپ کر شائع ہوا

سالانہ

مع محصول ڈاک

عشق و محبت

از جناب حکیم عبدالقوی صاحب - لکھنوی

سا الیست سر عشق در اعیان علی الدوام
کالبدر فی الزجاجه و کالشمس فی الغمام

تخلیق عالم پر محققانہ نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ کل کائنات قوت کشش کی ایک مکمل مشینری ہے جس کی زیادتی و کمی مشینری کے تمام پرزون مین ہر وقت عمل اتصال و افتراق پیدا کرتی رہتی ہے۔ موجودات عالم کے صور مختلفہ کی ترکیب و تحلیل عمل اتصال و افتراق کی ظاہری نتائج ہین۔ عمل اتصال قوت کشش کی زیادتی سے پیدا ہوتا ہے۔ اور افتراق اسی قوت کی کمی کا نتیجہ ہے۔ لیکن اجسام مین قوت کشش کی زیادتی و کمی فی نفسہ اس قوت کی کمی و زیادتی کا باعث نہین ہو سکتی۔ بلکہ صرف ترکیب اجسامی مین تغیر و تبدل کا سبب ہوتی رہتی ہے ایک جسم کے تخریب دوسرے کی تعمیر ایک کی تعمیر دوسرے کی تخریب کا سبب ہے۔ عمل تعمیری و تخریبی ہر آن جاری ہے۔ اور کب سے ہے کب تک رہیگا۔ اس کو خدا ہی خوب جانتا ہے جس کی قدرت کاملہ یا ارادہ کل سے یہ تمام کارخانہ دنیا اپنی رنگینیون اور متضاد قوتون کے ساتھ ہمیشہ سے رنگ بدلتا اور استحالہ صور کرتا ہوا چل رہا ہے اور یونہی چلتا رہے گا۔ بقول حضرت مولنا روم۔ صد ہزاران بار رفتیم آمدیم اینجا ئے تازہ
زانکہ ہست این کارخانہ آمدن رفتن بہ ساز ؂

اجسام جمادی و نباتی مین جب کسی جسم کی تحلیل کیجاتی ہے تو مختلف اجزاء و عناصر کا عمل اتصال اس کی موجودہ ترکیبی صورت نوعی کا سبب سمجھا جاتا ہے۔ اور جس طرح اسباب عالم کے زیر اثر قوت کشش اجزاء و عناصر مین اتصال پیدا کرکے

چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے اجسام بنانے مین مصروف ہے اسی طرح انھین اجسام مین اسباب و علل سے متاثر ہو کر وہی عمل افتراق پیدا کر کے ان کی صورت نوعیہ کے مٹانے مین بھی کسی وقت کمی نہین کرتی غرضکہ قوت کشش کی زیادتی و کمی اجساد و اجسام کی تعمیر و تخریب مین ہر وقت مصروف ہے اور ہر لحظہ بے گنتی و بے شمار صور مختلفہ کا ظہور و اختفا برابر جاری ہے - ترکیب جسمانی کے ساتھ ہی ساتھ عمل ارتقا کا بھی دور شروع ہو جاتا ہے اور اسکے اثرات سے قوت کشش بھی متاثر ہو کر اجسامی صور نوعیہ مین مختلف خواص اثرات سے ظاہر ہوتی ہے - جمادات کی بناوٹ مین عمل اتصال و افتراق پیدا کرتی ہوئی اسی صورت نوعی کے اعتبار سے مقناطیسی اور کہربائی کششین ظاہر کرنے لگی -

مثلاً مقناطیس - لوہا - کہربا - اور گھانس اپنی اپنی خاص خاص تراکیب جسمانی کے اعتبار سے مخصوص خاصیتین رکھتے ہین مقناطیس مین لوہے کے کھینچنے اور لوہے مین مقناطیسی کشش کو قبول کرنے کی خاصیتین ظاہر ہو رہی ہین - یہی حال کہربا اور گھانس کا بھی سمجھنا چاہیے - اگر کشش مین خصوصیت نہ ہوتی تو مقناطیس و کہربا کا اثر ہر چیز پر پڑتا - اور ہر شے ان دونون کی طرف کھینچتی نظر آتی -

بس اسی طرح قوت کشش کی تدریجی ترقی عالم نباتی اور حیوانی مین مختلف طریقون اور خاصیتون کے ساتھ ظاہر ہونے لگی - محققین نے حیوانات کی طرح نباتات کو بھی ذی حیات اور صاحب حس مانا ہے - انھین وجوہ اور انھین تدریجی ترقیون کو دیکھتے ہوے ایک فلسفی کہتا ہے "روح جمادات مین سوتی ہے - نباتات مین خواب دیکھتی ہے اور حیوانات مین جاگتی ہے" اور اسی وجہ سے حیوانات کیطرح نباتات کی بھی نر و مادہ کی صورتون مین دو قسمین ہو گئین - قسم مادہ کی قوت کشش نر کے مادۂ حیات و نشو و نما کو اپنے مین جذب کرنا چاہتی ہے اور فعل و انفعال کے بعد اسی قسم کی ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے جو ان دونون کے قبول و فعل کا نتیجہ سمجھی جاتی ہے - جس طرح خاص خاص صورتون مین جمادی کشش کا اثر نباتات پر پڑتا ہے اسیطرح نباتات کے خاص خاص صورتین حیوانات کو اپنی کشش سے متاثر کیا کرتی رہتی ہین مثلاً بلی کو بالچھڑ کی کشش بیتاب کر دیتی ہے - گلاب کی کشش حسن بلبل کی بیقراری کا باعث ہے

سرو و شمشاد کی کشش نے قمریون کو بیچین کر رکھا ہے غرضکہ تمام عالم اور جملہ موجودات کشش کے گورکھ دھندے مین ایسے پھنس گئے ہین کہ اس سے چھٹکارا محال نظر آتا ہے۔

عمل ارتقا کے ماتحت کشش عالم کی تین قسمین ہین۔ کشش عنصری کشش جسمانی اور کشش صنفی۔ کشش عنصری اجزاء عناصر مین موجود ہے اور ترکیب کیمیاوی یا مختلف و متعدد اجسام نباتی رہتی ہے۔ کشش جسمانی۔ ہر چھوٹے بڑے جسم مین موجود رہکر بقاے عالم کا سبب ہو رہی ہے۔ البتہ خاص خاص صورتون مین اسکے اثرات بھی مختلف طریقون سے ظاہر ہونے لگتے ہین جیسے مقناطیس و کہربا وغیرہ مین دیکھا جاتا ہے یہ دونون کششین جمادات و نباتات دونون مین موجود ہین مگر تیسری قسم یا کشش صنفی صرف نباتات اور حیوانات مین پائی جاتی ہے اسی وجہ سے کشش صنفی کے نام سے موسوم کی گئی۔ یہ کشش نر و مادہ کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے۔ اسی کشش نے حیوانات مین پہونچکر عمل توالد و تناسل کا لقب اختیار کر لیا نباتات و حیوانات مین کشش صنفی موسمی اثرات سے متاثر ہو کر خاص خاص زمانون مین توالد و تناسل کے عمل کا اظہار کرتی ہے مثلاً موسم بہار مین اکثر درختون اور پودون مین پھول و پھل پیدا ہوتے ہین اسی طرح اور اقسام نباتی جاڑون مین پھلتے و پھولتے ہین۔ اور یہی حال حیوانات کا ہے۔ چرند و پرند کے توالد و تناسل کے بھی خاص خاص زمانے ہوتے ہین اور انھین زمانون مین ان کی قوت کشش مین جوش پیدا ہو کر قبول و فعل کے نتائج ظاہر ہونے لگتے ہین۔ اور یہی عمل قبول و فعل جو نباتات مین ظاہر مین نظرون سے پوشیدہ رہکر نتائج کا اظہار کرتا ہے حیوانات مین بالکل صاف اور نمایان ہو کر جذبہ حیوانی کے نام سے موسوم ہو جاتا ہے۔

اب یہی قوت کشش جمادات۔ نباتات اور حیوانات مین مدارج ترقی طے کرتی ہوئی عالم انسانی مین آکر زیادہ مکمل اور ارتقائی صورت مین ظاہر ہونے لگی۔ انسان اپنی تخلیق کے لحاظ سے جمادی۔ نباتی اور حیوانی بناوٹون کا مجموعہ ہے اور اسکی ترکیب جسمانی مین اجزاے جمادی۔ نباتی اور حیوانی تدریجی مناسبت کے ساتھ پائے جاتے ہین اور انھین اجزاء عناصر کے کسر و انکسار کی ترکیب کیمیاوی سے انسانی دماغ مین ایک نئی چیز کا اضافہ ہوا جو ادراک یا عقل کے نام سے موسوم کیجانے لگی۔

ترکیب عالم کے اقسام ثلاثہ مین جو جو خاصیتین اور کیفیتین علیحدہ علیحدہ پائی جاتی ہین انسان مجموعی طور پر ان سب کا خلاصہ نظر آتا ہے استحکام جمادی کی کیفیت مزاج انسانی مین

استقلال بردباری اور استقامت کی صورت مین ظاہر ہوتی ہے۔ نباتات کا حیاتی نشو و نما قوت احساس اور کشش صنفی انسان مین زیادہ مکمل ہو کر نمایان طریقے سے نظر آتی ہے۔ حیوان کے مختلف جذبات و افعال و خواص بھی انسان مین بدرجۂ اتم پائے جاتے ہین۔ غذا کے اعتبار سے اگر دیکھا جاے تو انسان اور حیوان بہت مشترک معلوم ہون گے۔ گوشت خوری مین انسان درندون سے مقابلہ کرتا ہے۔ ساگ پات ترکاریان پھل اناج وغیرہ کے کھانے مین چرند و پرند سے ملتا جلتا ہے پس ایسی حالت مین حیوان و انسان مین سوا اختلاف صورت کے سیرت کے اعتبار سے کوئی نمایان فرق نظر نہ آتا۔ اگر ادراک کلی سے فطرت انسانی بہرہ ور نہ ہوتی۔ اور اسی ادراک کلی نے آدمی کو حیوان سے انسان بنا دیا۔ انسان نے اپنی عقل سے فائدہ اُٹھایا۔ اور دنیا مین فطرت یا ارادہ الٰہی کے خاصۂ ارتقا کی مکمل صورت بنکر عالم مین ایک تہلکہ مچانے لگا بقول شخصے

بنایا آدمی کو ذوق ایک جزو ضعیف پھر اس ضعیف سے کل کام دو جہان کے لیے

بہرحال وہی قوت کشش جو جمادات و نباتات مین اپنے اصلی نام سے پکاری جاتی تھی حیوانات مین پہونچکر صورت نوعی کے اعتبار سے جذبۂ حیوانی کہی جانے لگی۔ اور عالم انسانی مین ارتقا پاکر صورت انسانی اور ادراک کلی کے زیر اثر عشق و محبت کے نام سے موسوم ہوئی۔ اب محبت کی رنگینیان اور عشق کے مظاہرے دنیا مین ظاہر ہونے لگے اور عالم انسانی مین محبت کا دائرہ روز بروز وسیع ہوتا گیا بقول حضرت جامی

سار یست سر عشق دراعیان علی الدوام کالبدر فی الزجاجۃ و کالشمس فی الغمام

غرض یہ کہ انسان اب دو فطرتون کے ماتحت دنیا مین ہلچل مچانے لگا فطرت حیوانی و فطرت انسانی۔ فطرت حیوانی کا تعلق جذبات سے ہے اور فطرت انسانی کا سلسلہ عقل کے ساتھ مربوط ہے۔ جس طرح جسم انسانی کو زندہ و تندرست رکھنے کے لیے قدرت کیطرف سے طبیعت مدبرہ برابر اپنا کام کرتی رہتی ہے اور خون کے اجزا حیاتی (رڈ کارپوسیلز) اور اجزاے سمی (وہائٹ کارپسلز) مین ہر وقت جنگ جاری رہا ہے اسی طرح انفرادی اور قومی زندگی کو کارآمد اور فائدہ رسان مہذب و شائستہ بنانے کے لیے دماغ انسانی مین جذبات اور عقل سے ہمیشہ مقابلہ رہا کرتا ہے۔ جذبات کی کشش حیوانیت کی طرف مائل کرتی ہے اور ادراک کلی یا عقل

انسانیت کے مدارج اور منازل ارتقائی طے کرانا چاہتی ہے۔ پس انسان اور حیوان مین
جو کچھ فرق ہے وہ یہ کہ حیوان مطلق اپنے افعال و خواص مین کلیتہً جذبات کا پابند ہے اور
حیوان ناطق (یعنی انسان) اپنے جذبات کو عقل کے ماتحت کر کے دنیا مین پھلنا پھولنا
چاہتا ہے۔ یا بالفاظ دیگر حیوان کشش کے اثر سے مغلوب رہتا ہے اور انسان اپنی عقل
کے ذریعہ سے غالب آکر اسکو اپنا ماتحت بنا لیتا ہے۔ انسان مین تینون کششین (عنصری
جسمانی اور صنفی) موجود ہین اور کشش صنفی انسان و حیوان دونون مین جذبۂ حیوانی
سے موسوم کیجاتی ہے۔ موالید ثلاثہ کا تدریجی ارتقا انسانیت مین ہوکر اس درجہ اشرف
و برتر ہوگیا کہ بادی النظر مین ہستی انسانی موالید ثلاثہ سے بالکل علیحدہ معلوم ہونے لگی
اور خود انسان اپنی شرافت و برتری کے زعم مین یہ سمجھنے لگا کہ تمام عالم اور موجودات
اسی کے واسطے مخلوق ہوئے ہین۔ اگر اسکی ہستی دنیا مین ظاہر نہ ہوتی تو سرے سے دنیا ہی
کا ظہور نہ ہوتا۔ حالانکہ اُسے یہ نہین معلوم کہ "عالم بخروش "لا الٰہ الا ہو" ست +
غافل بگمان کہ دشمن ست این یا دوست + دریا بوجود خویش موجے دارد +
خس پندارد کہ این کشاکش با اوست + بہرحال قدرت کی کاریگری سے انسانی دماغ کا نشو
ونما اور اُسکا تدریجی ارتقا روز بروز ایسا بڑھتا گیا اور ایسے کارہائے نمایاں ظہور پذیر
ہونے لگے کہ خود انسان اپنی ذہنیت و عقلیت سے متعجب و محو حیرت ہوکر اپنی اور تمام عالم کی حقیقت کا
انکشاف کرتا ہوا بآہنگ دہل پکار پکار کر کہنے لگا۔ بقول خواجہ میر درد۔

انسان کی ذات سے ہین خدائی کے کھیل یان + بازی کہان بساط پہ گر شاہ ہی نہین +
جلوہ تو ہر اک طرح کا ہر شان مین دیکھا + جو کچھ کہ سنا تجھ مین سو انسان مین دیکھا
کرتا ہون پس از مرگ بھی حل مشکل عالم + بے حس ہون پہ ناخن کیطرح عقدہ کشا ہون

عمر خیام

مقصود ز جملہ آفرینش مائیم — در چشم خرد جوہر بینش مائیم
این دائرۂ جہان چو انگشتری است — بے ہیچ شکے نقش نگینش مائیم

دیگر

من نیم واللہ یاران من نیم — سر سرم جان جانم تن نیم
نور پاکم آمدہ در مشت خاک — کور چشمان را دلے روشن نیم

بات کہان سے کہان پہونچ گئی کہنا یہ ہے کہ قوت کشش نے جب اپنے دائرہ

انسانیت مین چکر لگانا شروع کیا تو جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے صورت نوعیہ کے اعتبار سے محبت و عشق کے ناموں سے موسوم ہو کر مختلف اقسام مین منقسم ہو گئی۔ محبت ملکی۔ محبت قومی و مذہبی۔ محبت ارتباطی۔ محبت مادری و پدری۔ محبت ازدواجی۔

محبت ملکی۔ کشش عنصری اور کشش جسمانی سے زائد تعلق رکھتی ہے جس قطعہ زمین پر جس قوم یا نیشن کی پیدائش اور اس کا نشو و نما ہوتا ہے اسی حصہ ارضی کی آب و ہوا کا اثر بھی اس قوم پر انفرادی و اجتماعی حیثیت سے بہت زیادہ پڑتا رہتا ہے اور کشش ارضی ہمیشہ افراد و اقوام کو اپنی طرف کھینچتی رہتی ہے۔ اس لیے انسان کو خواہ مخواہ اُس سرزمین سے ایک خاص دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے جو محبت ملکی کے نام سے مشہور ہے۔

محبت قومی و مذہبی۔ کشش عنصری و جسمانی کا عالم انسانی مین امزجہ انسانی پر ایک خاص اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ انسان مین محبت ذاتی (سلف لو) کے اثرات نمایان ہوتے ہین اور اس کو اپنی ذات و صفات سے اس درجہ دلبستگی پیدا ہو جاتی ہے کہ جب یہی چیز حد سے زیادہ بڑھ جاتی ہے تو خود انسان ہی اس سے متنفر ہو کر اسی محبت کو خود غرضی و نفس پرستی کے پست و ذلیل لقب سے یاد کرنے لگتا ہے۔ لیکن جبتک یہی محبت اپنے حدود مین رہکر امزجہ انسانی پر متصرف رہتی ہے اسوقت تک اپنے اصلی نام کے ساتھ منسوب کیجاتی ہے۔ چونکہ انسان کو اپنی ذات و صفات سے قدرتی طور پر محبت ہے (یا بالفاظ دیگر کشش عنصری طبیعت انسانی کو اپنی جسمانیت کے عمل اتصال کیطرف مائل رکھتی ہے) لہذا ہر اس چیز کو انسان پسند کرے گا یا اسکی طرف انسان کی طبیعت مائل ہو گی جو اسکی قوت حیات کو مدد پہونچائے اور خون کے اجزائے حیاتی مین عمل اتصال کو عمل افتراق کے مقابلہ مین بڑھاتی اور مضبوط کرتی رہے۔ اور دوران خون کی مددگار ثابت ہو۔ اسی محبت ذاتی کے اصول کو پیش نظر رکھتے ہوے انسان کو ان افراد سے بھی انفرادی یا اجتماعی حیثیت سے دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے جن کو وہ اپنا ہم مذہب یا ہم قوم سمجھتا ہے۔ کیونکہ ایسی قوم یا افراد سے مل کر اسکی قوت متخیلہ مین خوشی و انبساط کے آثار ظاہر ہون گے۔ جبکہ وہ یہ سمجھے گا کہ میری انفرادی یا اجتماعی قوت روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ اور میرے ہمخیال

افراد کی مدد سے میرے جسمانیت کے عمل اتصال مین مضبوطی پیدا ہو رہی ہے۔ یہی خاص وجہ ہے کہ جس ملک یا قطعہ ارض پر ہم مذہب یا ہم قوم کا غلبہ ہوتا ہے وہان خیالات اور افعال و خواص مین قریب قریب یکسانی پیدا ہو کر صحت جسمانی اور دور حیاتی مین بہت کچھ آثار ترقی ظاہر ہونے لگتے ہین۔ پس انھین اسباب و علل پر غور کرتے ہوے اس قسم کی محبت کو محبت قومی و مذہبی سے تعبیر کر سکتے ہین۔

محبت ارتباطی۔ اس کے اسباب بھی قریب قریب وہی معلوم ہوتے ہین جو محبت قومی مذہبی مین پائے جاتے ہین۔ انسان جب کسی شخص یا چند اشخاص کو اپنا ہمخیال و ہم مذاق سمجھنے لگتا ہے تو خلقتاً ایسے اشخاص سے ملنے اور صحبت رکھنے کے لیے رجحان طبیعت پیدا ہو جاتا ہے۔ اور تبادلہ خیالات کے بعد جو موافقت مزاجی و ہم خیالی آپس مین پیدا ہو جاتی ہے وہ انسان کی شگفتہ مزاجی و مسرت قلبی کا باعث ہو کر قوت دماغی و صحت جسمانی مین مدد پہونچاتی ہے اور اسی محبت ذاتی (سلف لو) کی بنا پر محبت ارتباطی روز بروز بڑھنے لگتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے یاران موافق کی جدائی انسان کے قلب و دماغ کی پژمردگی کا سبب ہو جاتی ہے۔ اور انسان اپنے خیالات کے اعتبار سے تن تنہا ہو کر بیدلی و مایوسی سے عمل افتراق کو مدد پہونچاتا ہوا منازل زندگی کو جلد از جلد طے کرنے لگتا ہے جیسا کہ عمر خیام۔ میر تقی میر۔ خواجہ میر درد۔ مصحفی وغیرہ اپنے اپنے زمانون مین ہمخیال و ہم مذاق احباب کی مفارقت سے پژمردہ و بیدل ہو کر ان کی جدائی کا رونا رو گئے ہین۔

عمر خیام

یاران موافق ہمہ از دست شدند
در پائے اجل یگان یگان پست شدند

بودند یک شراب در مجلس عمر
روزے دو سہ پیشتر ز ما مست شدند

میر تقی میر

وہ صورتین الٰہی کس دیس بستیان ہین
اب دیکھنے کو جن کو آنکھین ترستیان ہین

ولہ

یار اغیار ہو گئے اللہ
کیا زمانے کا انقلاب ہوا

خواجہ میر درد

آہ معلوم نہین ساتھ سے اپنے شب و روز
لوگ جاتے ہین چلے سو یہ کدھر جاتے ہین

اہل زمانہ آگے بھی تھے اور زمانہ تھا
پر اب جو کچھ ہے یہ تو کسو نے سنا نہ تھا

وہ مر چکے جو رونق بزم جہان تھے
اب اُٹھ چلے درد یا لٹا کر سب سو گئے

مصحفی

یاروں سے اپنے ہو کے جدا مین ہوا تباہ | آوارہ جس طرح سے ورق ہو کتاب کا
ہزار حیف کہ اب وہ زمانہ آیا ہے | کہ آشنا کو نہین پاس آشنائی کا
راز دل اپنا کس سے کہون ہائے مصحفی | ملتا نہین مجھے تو کوئی راز دار دل
دل جس کے حوالے کرین ایسا نہین کوئی | یون یارا گر پوچھو تو عالم سے ہمارا
ہین کاروان عمر مین واماندہ ہم غریب | ساتھی جو تھے چلے گئے سب چھوڑ کر ہمین
اُنس کہتے ہین جسے پیر جوان مین وہ نہین | وہ جو اک چیز محبت ہے جہان مین وہ نہین
دنیا مین دل کو دل سے محبت نہین رہی | پہلے جو دوستون مین تھی الفت نہین رہی
جو قدردان سخن کے تھے وہ یار مر گئے | جنس گران بہا کے خریدار مر گئے
اب جی کے کیا کرون گا مین تنہا کہ مصحفی | تھا جن سے لطف زیست وہ سب یار مر گئے
ہونے سے جن کے ہمکو کچھ زیست کا مزا تھا | سو گردش فلک نے وہ یار مار ڈالے

محبت مادری و پدری۔ یہ محبت حیوان و انسان دونون مین پائی جاتی ہے۔ لیکن حیوان ہوا اور پانی کیطرح قدرت کے عمل پرورش کا آلہ کار بنکر ایک محدود زمانہ تک اپنی اولاد کی خدمت پرورش کو انجام دینے کے بعد بری الذمہ ہو جاتا ہے اور تعلقات مادری و پدری فنا ہو کر جذبات حیوانی کی صورت اختیار کر لیتے ہین مگر جب یہی محبت دائرۂ انسانی مین متشکل ہوتی ہے تو عقل انسانی کے ماتحت اسکی مدت وقت بہت طویل ہو جاتی ہے اور اُسوقت تک نہین ختم ہوتی جبتک زمانۂ حیات کا اختتام نہ ہو لے۔ انسان اپنی اولاد کو اپنی ہستی کا ایک جز سمجھ کر اسکے ساتھ قریب قریب ویسی ہی محبت کرتا ہے جیسا کہ سلف لوگی بنا پر اسکو اپنی ذات کے ساتھ ہے اور اولاد کی اچھائی برائی اُسکی عزت و ذلت اسکی تکلیف و راحت کو اپنی ذات کیساتھ منسوب کر کے خوشی و غم کے اثرات سے متاثر ہوتا ہے دوسری طرف اولاد کو جو اپنے والدین سے دلی محبت اور اپنے اجداد سے ایک خاص لگاؤ ہوتا ہے اسکا سبب بھی اسی سلف لوگ کے سوا اور کچھ نہین۔ اولاد اپنے عادات و اطوار اپنے خد و خال۔ ترکیب اعضا اور خصوصیات خاندانی کے اعتبار سے جب اپنی ہستی پر نظر ڈالتی ہے تو شباہت نسلی و یگانگت خاندانی کا بہت کچھ اثر اپنے مین پاتی ہے اور خاصہ تلاش و جستجو پر (جو فطرتاً انسان مین موجود ہے) عمل پیرا ہو کے اپنے آبا و اجداد کو اپنی حقیقت کا راز دار خیال کرتی ہے یہانتک کہ اُن کو اپنی تخلیق کا سبب و اصل سمجھ کر اولاد کے دل مین اپنے ماں باپ۔ اپنے اجداد۔ حتی کہ اپنے خاندان کے ساتھ تدریجی مناسبت سے دلچسپی و محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

محبت ازدواجی - یہ محبت بھی انسان اور حیوان دونون مین مشترک ہے۔ حیوانیت مین کشش صنفی جذبۂ حیوانی کے نام سے موسوم ہے اور عالم انسانی مین اسی کشش نے محبت ازدواجی کی صورت اختیار کرلی کشش عالم جب قالب انسانی مین متشکل ہوئی تو عقل کے ماتحت ہوکر مختلف صورتون مین ظاہر ہونے لگی۔ جون جون انسان کی دماغی قوتین مدارج ارتقائی طے کرتی گئین وہ روز بروز تمدن و تہذیب کے اعتبار سے انسانیت۔ حیوانیت پر غالب ہوتی گئی۔ یہان تک کہ خود نوع انسان اپنے ماحول و اثرات ارضی کی موافقت سے روز بروز ایک دوسرے پر تدریجی فوقیت ارتقائی حاصل کرتی جاتی ہے۔

عقلیت نے جذبۂ حیوانی کو دائرۂ انسانی مین لاکر اپنے اپنے ملکی۔ قومی۔ اور مذہبی خودساختہ قوانین کے موافق جذبۂ حیوانی کے آزادانہ خواہشات کو عقلیت کے دائرہ مین محصور کیا اور معاہدۂ ازدواجی کا پابند بناکر قومی و مذہبی اصول کے موافق قواعد و ضوابط بنادیے۔ حیوان کے جذبۂ حیوانی سے صرف افزائش نسل کی غرض پوری ہوتی ہے اور انسان کی محبت ازدواجی مین علاوہ اس غرض کی تہذیب و شائستگی کے ماتحت اور بہت سے مقاصد و اغراض بھی وابستہ ہین مثلاً پرورش اولاد۔ انتظام خانہ داری۔ شادی و غمی۔ صحت و بیماری وغیرہ کے انجام دہی مین زن و شو کے تعلقات روز بروز گہرے اور مضبوط ہوتے جاتے ہین اور اسی محبت ذاتی کے اصول پر ان دونون کی ہمخیالی اور آپس کا ارتباط ایک دوسرے کو متاثر کرتا ہوا مزاجون اور خیالات مین اتحاد پیدا کرکے محبت ازدواجی کی پختگی کا باعث ہوجاتا ہے۔ ارتقائے دماغی کیوجہ سے مزاج انسانی مین ارتقائی مناسبت سے لطافت و نفاست بھی پیدا ہونے لگی۔ اور احساس دماغی بھی روز بروز زیادہ ہوتا گیا۔ جس کا فوری اثر یہ ہوا کہ ہر اچھی و خوشنما چیز کیطرف انسان کو رغبت۔ بری و بدنما شے سے نفرت ہونے لگی۔ خوبصورتی و بدصورتی۔ صفائی و غلاظت۔ خوشبو و بدبو وغیرہ مین انسان بہ نسبت حیوان کے بہت زائد فرق محسوس کرنے لگا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ محبت ازدواجی منجملہ دیگر اثرات کے حسن صورت کے اثر سے بہت زیادہ مغلوب ہوگئی۔

حیوان کے جذبات حیوانی موسمی اثرات سے جوش مین آتے ہین۔ اور انسان کے

خواہشات نفسانی حسن صورت سے مغلوب ہو کر طرفین کی محبت ازدواجی کے ترقی کا
سبب ہوتے رہتے ہیں لیکن جس وقت تک یہی جذبات عقل و فراست کے دائرہ میں
رہکر تمدن و سوسائیٹی کے مروجہ قواعد و ضوابط یا مذاہب کے قائم کردہ اصول
و قوانین کے پابند رہتے ہیں اس وقت تک محبت ازدواجی کی حیثیت قائم
رکھتے ہوئے انسانی تہذیب و شائستگی کا بلند ترین نمونہ نظر آتے ہیں۔ مگر جب
انسان قدرت کی عطا کی ہوئی عقل سے منحرف ہو کر جذبات حیوانی سے مغلوب
ہو جاتا ہے تو یہی جذبات قوانین مذہبی اور قواعد تمدنی کی پابندیوں سے آزاد
ہو کر انسان کی تباہی و بربادی کا سبب ہو جاتے ہیں اور ایسا شخص انسانیت
کی درجہ سے گرتا ہوا انسان نما حیوان کی صورت میں ننگ خاندان بلکہ ننگ بشر
سمجھا جاتا ہے۔ مشینری کے ایک پرزے کی خرابی کا تدریجی اثر تمام پرزوں پر پڑتا ہے
اسی طرح جسم انسانی میں کسی ایک عضو کی خرابی تمام اعضاء جسمانی کو حصہ رسدی
نقصان پہنچاتی ہے یہی حال جذبۂ حیوانی کا ہے۔ جہاں انسان کی عقل اس خاص جذبہ سے
مغلوب ہوئی [illegible] جذبات بھی [illegible] مشتعل ہو کر عقل پر چھا جاتے ہیں اور انسانی دماغ عقل سے خالی [illegible]
کا مجسمہ بنکر رہ جاتا ہے۔ ایسے مغلوب الجذبات اشخاص کی حرکات و افعال صرف انھیں
کی ذات تک محدود نہیں رہتے بلکہ امراض ساریہ کیطرح دوسرے لوگوں میں بھی
سرایت کر جاتے ہیں اور آیندہ آنے والی نسلوں کی دماغی ذہنیت اور جسمانی نشوونما
کی [illegible] تباہی و بربادی کا پیش خیمہ بنجاتے ہیں۔ ایسے انسان نما حیوانوں کا وجود
قومیت و شہریت کے لیے ان جانوروں کی سڑی ہوئی لاشوں کیطرح ہے جن کی
زہریلی [illegible] ہوا میں مل کر گرد و نواح کی تمام آبادی کے لیے امراض و اموات کا
باعث ہوا کرتی ہے۔

انسان جب جذبات سے مغلوب ہو کر عقل کو خیرباد کہنے لگتا ہے تو یہ نا
فہمیدگی قوت جذباتی اور اس کی بے غالب آتے آتے عقل انسانی کو کمزور اور بنا
[illegible] بالیقین ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنی جذباتی
افعال کو بہتر و مناسب ظاہر کرنے کی کوشش میں اپنی کمزور و مردہ عقل کے
ذریعہ سے تاویلات پیش کرتا ہوا خود اپنی ذات کو دھوکہ میں ڈال دیتا ہے۔

مثلاً جب کوئی شخص حُسن صورت کا فریفتہ ہو کر جذبات پر قابو نہیں رکھ سکتا اور محبت ازدواجی کے دائرۂ عقلی سے باہر قدم نکال کر غیر مہذبانہ اور وحشیانہ افعال کا مرتکب ہوتا ہے تو اپنے نامعقول حرکات و سکنات کے متعلق یہ کہہ کر مطمئن ہو جاتا ہے کہ "میرے دل مین قدرت نے حسن پرستی و محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور محبت ہی ایک ایسی چیز ہے جس پر عالم کا دار و مدار ہے اور اس کا آخری و انتہائی درجہ عشق ہے لہٰذا اب مین تمام پابندیون سے بالکل آزاد ہو کر مدارج عشق طے کر رہا ہون اور آخرکار یہی عشق مجازی عشق حقیقی کی صورت اختیار کر لیگا یعنی انسان سے ہٹکر خدا کا عشق پیدا ہو جائے گا" درحقیقت یہ ایک منطقی مغالطہ ہے جس کا خمیازہ خود اسی کو اٹھانا پڑتا ہے اور اپنی شکست خوردہ عقل کے زعم مین وہ اپنے ناشائستہ افعال کو بالکل جائز خیال کر کے اپنی ذات اور اپنے احباب کو ناقابل تلافی نقصان پہونچا رہتا ہے عشق و محبت یہ دو الفاظ زبان زد خاص و عام ہین۔ اور واقعی محبت ہی وہ چیز ہے جو کائنات کے وجود اور موالید ثلاثہ کے تخلیق اور ان کے بقا کا سبب ہو رہی ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کے یہ اصول بھی ماننا پڑے گا کہ تمام کارخانۂ عالم قدرت کے قائم کیے ہوئے حدود مین رہکر کام کر رہا ہے۔ اور نظام شمسی کے زیر اثر تمام کائنات قوانین قدرت کی پابندی کر رہی ہے جس طرح زمین حد رفتار کو قائم رکھتی ہوئی اپنے محور پر گھوم رہی ہے اسی طرح ہر ستارہ مقررہ رفتار کے ساتھ اپنے محدود راستہ پر چکر لگا رہا ہے اگر زمین کی رفتار یا اسکے پوزیشن مین ذرا بھی فرق آجائے تو نمونۂ قیامت نظر آنے لگے اور تمام عالم درہم و برہم ہو جائے۔ پس اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے جب ہم اقوال و افعال انسانی پر نظر ڈالتے ہین تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ انسان قولاً یا فعلاً جذبات سے مغلوب ہو کر جب کبھی دائرۂ عقلی یا حدِّ انسانی سے آگے بڑھتا ہے تو ایسی بلند پروازی ہمیشہ اس کے حق مین مضرات ہوئی ہے۔ اس لحاظ سے آدمی مین جذبۂ محبت بھی جب عقلیت یا انسانیت کے حدود سے آگے بڑھ جاتا ہے تو بجائے بلند پروازی کے تنزل شروع

ہو کر انسانیت حیوانیت کی طرف رجوع کرنے لگتی ہے۔ اعضاء اور خواص الاعضاء کے لحاظ سے انسان کو حیوان پر کچھ زیادہ تفوق حاصل نہیں ہے البتہ انسانیت کو حیوانیت پر جو کچھ فوقیت حاصل ہے وہ صرف ادراک کلی یا عقل کیوجہ سے ہے ورنہ جذبات کے اعتبار سے انسان و حیوان دونوں برابر ہیں۔ لہذا وہ آدمی جو جذبات سے مغلوب ہو کر حیوان کی طرح عقل سے بے بہرہ ہو جائے۔ ایسی ہستی پر انسان نما حیوان کا اطلاق بالکل صحیح و درست ہے۔ وہ افراد جو کشش صنفی یعنی جذبۂ حیوانی اور حسن صورت کے اثرات سے متاثر ہو کر اپنے افعال و خواص کو محبت و عشق کے نام سے موسوم کر کے تمام انسانی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو جاتے ہیں فی الحقیقت وہ درجۂ انسانیت سے رجعت قہقری کرتے ہوئے خواص حیوانی تک پہونچنا چاہتے ہیں۔ قدرت نے انسانی جذبات کے حدود قائم کرنے کے لیے عقل و شعور کی ایسی بیش بہا تمیز انسان کو عنایت کر دی ہے جس کے ذریعہ سے وہ ہر شعبۂ زندگی میں اعتدال قائم رکھتا ہوا تمام عالم کو مسخر کر سکتا ہے۔ اور برابر ترقی کرتا جاتا ہے۔ غرضکہ اصول ارتقا کو پیش نظر رکھ کر جذبات کو (چاہے وہ خوشی کے ہوں یا غم کے۔ محبت کے ہوں یا نفرت کے) عقل کے تابع رکھنا انسان کا فرض اولین ہونا چاہیے۔ کیونکہ عقل ہی خلقت انسانی کا خاص فیکٹر ہے۔

اب ہم جذبۂ حیوانی یا خواہش نفسانی سے قطع نظر کر کے عشق و محبت کے متعلق اظہار خیال کر کے مضمون ختم کرنا چاہتے ہیں۔ محبت جس کا آخری و انتہائی درجہ عشق کے نام سے موسوم کیا گیا ہے خواہ وہ انسان کے ساتھ ہو یا خدا کی ذات سے وابستہ ہو عموماً دونوں حالتوں میں بہتر سمجھا جاتا ہے۔ البتہ خدا کا عشق جو عشق حقیقی کہلاتا ہے اسکا مرتبہ عشق انسانی سے بہت زائد مانا گیا ہے۔ لیکن صوفیہ کرام کے مسلک و مشرب میں چونکہ مسئلۂ وحدت الوجود ساری و دائر ہے اس لیے اُن حضرات کے یہاں عشق مجازی کوئی چیز ہی نہیں سمجھا جاتا جو کچھ ہے وہ سب عشق حقیقی کی مختلف صورتیں ہیں۔ وہ لوگ تمام عالم اور اسکے موجودات کو ذات مطلق کی صفت تشبیہ کے صور مختلفہ مان کر آپس کے عشق و محبت کو بھی خواہ وہ حسن صورت کیوجہ سے پیدا ہو گیا ہو۔ یا حسن سیرت اسکا سبب ہو عشق الہی خیال کرتے ہیں

جیساکہ حضرت مولانا رومؒ کو حضرت شمس تبریزؒ سے حضرت سرمدؒ کو ابھے چند سے امیر خسروؒ کو حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاؒ سے اپنے اپنے زمانوں مین عشق پیدا ہوگیا تھا چنانچہ حضرت مولانا رومؒ شمس تبریزؒ کے متعلق فرماتے ہین۔

دلم از بادۂ خمار شدمست + تنم از صحبت دلدار شدمست + ز ردے پاک شمس الدین تبریز
کہ ملا بر سر بازار شدمست +

اے شمس تبریزی کا توئی ہم مبتدی و منتہی — عالم توئی آدم توئی این جملہ عالم جان تو
شراب شیرۂ انگور خواہم + حریف سرخوش و مسرور خواہم + چو رنجور ان دل را تو طبیبی +
خرد گر خویش را رنجور خواہم + دل خود را ز شمس الدین تبریز + ہمیشہ خرم و مسرور خواہم

حضرت سرمدؒ ابھے چند کے متعلق کہتے ہین

سرمد در دین عجب شکستی کردی — ایمان بہ فدائے چشم مستی کردی
عمرے کہ بآیات و احادیث گذشت — رفتی و نثار بت پرستی کردی
نمیدانم کہ سرمد اندرین دیر — خدائے من ابھے چند ست یا غیر

امیر خسروؒ حضرت محبوب الٰہی کے متعلق فرماتے ہین

ہر قوم راست راہی دینے و قبلہ گاہے — من قبلہ راست کردم بر طرف کجکلاہے

بہرحال محبت ہو یا اُسکا انتہائی درجہ عشق ہو ان دونون صورتون مین انسان کو انسانیت اور اشرف المخلوقات ہونے کی حیثیت سے اپنے جذبات عشقیہ مین گو وہ حقیقی ہی کیون نہ ہون اعتدال اور حدود کا قائم رکھنا لازمی و ضروری ہے ورنہ قدرت کو اس فیضان سے جس کا نام عقل ہے اور دماغ انسانی ہر وقت فیضیاب ہو رہا ہے روگردانی کرنا انسانیت اور اشرفیت سے بعید ہے۔

صوفیۂ صافیہ کے فرقون مین بھی دیکھا جاتا ہے کہ وہ لوگ جو عقل کو معطل کرکے ہمہ تن مجسمۂ جذبات بنکر عشق الٰہی مین مشغول و منہمک ہوجاتے ہین اور اپنے متعلقین و اہل و عیال سے کنارہ کش ہوکر دیوانہ وار زندگی بسر کرتے ہین گو وہ لوگ اصطلاح صوفیہ مین مجذوب کہلاتے ہین مگر ظاہر بین نظرون مین اُن مین اور دیوانون مین کوئی فرق نہین معلوم ہوتا۔ دنیاوی اعتبار سے تو خسر الدنیا کے مصداق ہو ہی گئے۔ اب رہا آخرت کا معاملہ اس حیثیت سے بھی اُن صوفیۂ کرام و عارفین کا درجہ ایسے مجاذیب سے بہت بلند ہے جو قدرت کی

عطا کیے ہوئے عقل و جذبات کے حدود قائم کرکے جذبۂ محبت الٰہی کو عقل کا پابند بنا کر فرائض انسانی سے روگردان نہین ہوتے اور اہل و عیال کی پرورش کو فرض انسانی سمجھ کر مناسب و جائز طریقون سے فکر معاش و نیز دیگر کارہائے دنیاوی انجام دیتے رہتے ہین اور دوسری طرف روحانی قوتون کے بڑھانے مین بھی کوئی کمی نہین کرتے بلکہ سعی تہذیب و فکر سے عرفان نفس و محبت الٰہی مین روز بروز ترقی ہوتی جاتی ہے چنانچہ مولانا روم حضرت خواجہ فریدالدین عطار ۔ حضرت نظام الدین اولیا ۔ شاہ عبدالقدوس گنگوہی ۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری ۔ وغیرہ جیسے سالکین و عارفین کے سوانح حیات یگانگت عقل و جذبات کی روشن مثالین ہین ۔ اسکے برعکس حضرت شمس تبریز ۔ سرمد شہید ۔ حضرت منصور وغیرہ کے دنیاوی تباہی اور جسمانی تکالیف کی خوفناک روائین غلبۂ جذبات کی بین دلیلین ہین ۔ چونکہ یہ تمام عالم قادر مطلق کے ارادے کا نتیجہ و صورت ہے بقول حضرت مغربی

خود خطابے کرد با خود گشت پیدا کائنات   علت ایجاد عالم جز خطابے بیش نیست

اور جمادات سے لیکر حیوانات تک ارتقائے نوعی اور نوع انسانی مین ارتقائے دماغی کے جو کچھ نتائج ظہور مین آرہے ہین ان کے دیکھنے اور غور کرنے سے سوا اسکے کسی دوسرے نتیجہ پر ہم نہین پہنچ سکتے کہ انسان کو دنیا مین عقل سے کام لیکر بہتر سے بہتر اور اعلیٰ سے اعلیٰ کام کرنا چاہیے ۔ لیکن اس کے برخلاف جذبات سے متاثر ہو کر دنیاوی زندگی کو خراب کرنا ارادۂ الٰہی سے منحرف ہو جانا ہے جس کا نتیجہ بربادی اور تباہی کے سوا اور کچھ نہین ۔ جبکہ ایسے ایسے برگزیدہ اشخاص جو عشق الٰہی کے جذبہ سے مغلوب ہو کر قدرت کی ودیعت شدہ عقل سے کام نہین لیتے اور خاصۂ الٰہی کے خلاف ایک سوئی اختیار کر لیتے ہین اُن حضرات تک کو اپنی کمزوری عقل کیوجہ سے دنیاوی نتائج بد کا خمیازہ اٹھانا پڑتا ہے (گو وہ اس کی پرواہ نہین کرتے) تو ایسے لوگون کا کیا ذکر ہے جو خواہشات نفسانی کا شکار ہو کر محبت انسانی مین ایسے وارفتہ ہو جاتے ہین کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ۔ حدود عقلی سے بے زار ۔ شرافت نفسی و پاکیزگی اخلاق سے بے نیاز ہو کر ننگ انسانیت کہے جانے کے مستحق بنجاتے ہین ۔ فطرت انسانی کے مطابق وہ اقوال و افعال جو حدود عقلی سے باہر ہو گئے ہون غیر طبعی کہلائین گے ۔ لہذا منجملہ دیگر جذبات کے جذبات محبت بھی (خواہ وہ محبت مادری ہو یا پدری ازدواجی ہو یا ارتباطی

قومی ہو یا مذہبی) جب حدود عقلی سے آگے بڑھ جائینگی تو یقیناً ان کی تاریخ سے انسان بیجا فائدے کی
ہمیشہ نقصان اٹھاتا رہیگا۔ والدین کی غیر طبعی محبت خود ان کے اور اُن سے زیادہ اولاد کی تباہی و بربادی کا
باعث ہو جاتی ہے۔ اسی طرح محبت مذہبی حدود عقلی سے بڑھ کر تعصب مذہبی کی صورت پیدا کر لیتی اور مختلف
مذاہب میں تصادم ہونے لگتا ہے محبت قومی بھی جب اپنی حد سے تجاوز کر جاتی ہے تو انسان تعصب قومی کے
جوش میں اصول رواداری سے کنارہ کش ہو کر منافرت قومی کی بنا پر ملکی و قومی تباہی کا باعث
ہو جاتا ہے۔ محبت ازدواجی کو بھی دائرہ انسانیت سے باہر نہ ہونا چاہیے۔ اسکی زیادتی کا
اثر اول (طرفین) کی صحت جسمانی پر پڑتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ تدبیر منزل۔ تعلیم و تربیت اولاد اور
خانگی اقتصادیات وغیرہ میں آثار تنزل رونما ہونے لگتے ہیں۔ ان کی سستی و کاہلی اور عیش پرستی
سے ذرائع آمدنی میں بھی نقصان پہونچجاتا ہے۔

ہندوستان کے خاصہ ارضی و اعتدال موسمی کی وجہ سے یہاں کے باشندوں میں جذبات کی جھلک بہت
زیادہ نظر آتی ہے۔ مستقل مزاجی و سنجیدگی۔ بُردباری و دور اندیشی جو سرد ممالک کے باشندوں کی خصوصیات
سمجھی جاتی ہیں۔ ہندوستانیوں میں مقابلۃً کم معلوم ہوتی ہیں۔ عزت ذاتی۔ شرافت نفسی۔ اور غیرت خاندانی
وغیرہ انسانی زندگی کے مخصوص اور مابہ الامتیاز اوصاف ہیں لیکن جب یہی اوصاف حدود عقلی سے
باہر ہو جاتے ہیں تو انسانی فلاح و بہبود کے نقصان دہ اور تہذیب و شائستگی کے دشمن ثابت ہوتے ہیں

ہندوستان میں جذبات کا زور دورہ اتنا بڑھا ہوا ہے کہ عقلیت کو جذبات کے مقابلے میں قدم قدم
پر ٹھوکریں کھانا پڑتی ہیں۔ اگر محبت کے جذبہ نے عقل کی پابندی کی تو غیرت و حمیت کے جوش نے عقل
سے کنارہ کشی کی۔ اگر یہ دونوں بھی کسی نہ کسی طرح اپنے حدود میں قائم رہے تو تیسرا جذبہ جو مذہبی جوش
کہلاتا ہے ان دونوں پر غالب آگیا۔ ایک جذبہ گھٹا تو دوسرا بڑھا اور دوسرا گھٹا تو تیسرا بڑھا غرضکہ
سرزمین ہند جذبات کا ایک بحر ذخار ہے جس کی طوفان خیز موجوں نے عقل کی کشتی کو تھپیڑے دے
دیکر بھنور میں پھنسا رکھا ہے۔ اور روز بروز طوفان جذباتی زورق عقل کو بوسیدہ کرتا جاتا ہے۔
اسکے مقابلہ میں دوسری طرف ان ممالک ارضی پر جب نظر ڈالی جاتی ہے جہاں عقل و علم کی ندیاں
بہ رہی ہیں۔ جذبات انسانی پر علم و عقل کی حکومت قائم ہو چکی ہے اور دماغی ترقیوں سے
مادی تاریخ سے سارا عالم مستفید ہو رہا ہے۔ تو اپنی درماندگی و خستہ حالی پر افسوس کے ساتھ
یہی کہنا پڑتا ہے۔ ہوا مخالف و شب تار و بحر طوفان خیز + گسستہ لنگر کشتی و ناخدا خفتہ است۔
غیرت قومی۔ محبت مذہبی۔ غیرت خاندانی اور شرافت ذاتی وغیرہ یہ تمام جذبات ایسے ہیں کہ اگر کسی

ملک کے باشندون مین معقولیت کے ساتھ موجود ہون تو قومی وقار و ملکی فلاح و بہبود کا باعث ہوتے ہین۔ لیکن ہندوستان مین تعلیم نسوان کی کمی پردہ سسٹم کے بیجا سختی شادی و غمی کے تباہ کن و بیجا رسوم مذہبی خانہ جنگیان قومی لڑائیان انھین جذبات کے بیجا استعمال اور ان کی غیر معقولیت کے مایوس کن نتائج ہین جو ملکی اور قومی ترقیون کے سد راہ ہو رہے ہین۔ آج بیسوین صدی کے زمانہ تعلیمی اور دور عقلی مین ہندوستان بہت پیچھے نظر آرہا ہے اس کا خاص سبب عقل کی کمی اور جذبات کی فراوانی کے سوا اور کچھ نہین معلوم ہوتا تقلیدی پابندیون نے ارتقاے دماغی کو سُست و مضمحل کر رکھا ہے۔ عملی دنیا کہان سے کہان پہونچ گئی یہان ابھی تک جائز و ناجائز کے مسائل حل کیے جا رہے ہین۔ زیادہ تعجب و حیرت کی بات یہ ہے کہ ہندوستانی اس وقت تک اپنے جاہلانہ عقائد و جذباتی افعال و اقوال کو بہتر و مناسب سمجھ رہے ہین۔

نہ افسوس انھین اپنی ذلت پہ ہے کچھ نہ رشک اور قومونکی عزت پہ ہے کچھ

بہر حال مکمل انسان بننے کے لیے جذبات کو دبانے اور عقل سے کام لینے کی اشد ضرورت ہے ورنہ بہیمیت اور انسانیت مین کوئی حد فاصل قائم نہین رہتی۔

خدا ساز تھا آزر بت تراش ہم اپنے تئین آدمی تو بنائین

اسی طرح تعلیم سے فائدہ اُٹھانے اور علمی دماغ پیدا کرنے کے واسطے تربیت کا ہونا لازمی و ضروری ہے۔ علمی و ادبی صحبتین تربیت حاصل کرنیکے بہترین ذرائع ہین تبادلہ خیالات سے تنگ نظری دور ہوکر وسعت معلومات اور روشن خیالی پیدا ہوتی ہے۔ اور یہی تبادلہ خیالات مسائل علمی پر جلا و صیقل کا کام دیتے ہین۔ تعلیم بغیر تربیت بے سود و بیکار۔

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے
لاکھ طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

فقیر (حکیم) عبدالقوی۔ جھوائی ٹولہ
" لکھنؤ "

(از جناب مولانا شرر مرحوم)

آج ہم اس ملک کا حال آپ کو سنانا چاہتے ہین جس کے ہر ذرہ کو مسلمان اپنی آنکھون سے لگانا فخر سمجھتے ہین اور جس مین پہلے پہل حضرت ابراہیم کے بیٹے ذبیح حضرت اسماعیل نے سکونت اختیار کی تھی جن کے اوج عروج سے بنی اسرائیل کے مقابل بنی اسماعیل کا ایک زبردست اور بابرکت گروہ قائم ہو گیا۔

آل اسمٰعیل | جو آخر مین ترقی کر کے اپنے خداشناس و محبوب الٰہی فرزند کی برکت سے ساری دنیا کی ہدایت اور اشاعت توحید کا اصلی سرچشمہ قرار پاگیا اور حضرت خلیل اللہ کی دعا و آرزو کے پورے ہونے کا باعث ہوا۔ مگر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس سرزمین کی حالت اس کا جغرافیہ اور ورود اسماعیل سے پہلے وہان کے رہنے والون کا حال بیان کر دیا جائے۔

عرب | یہ سرزمین دنیا مین "عرب" کے نام سے مشہور ہے۔ جو لفظ مسلمانون کی نظر مین نہایت محترم اور ان کو بہت ہی عزیز ہے۔ یہ دنیا کا سب سے بڑا جزیرہ نما ہے جس کی شکل ایک ٹیڑھے مربع کی سی ہے۔ جو مغرب کی طرف شمال سے جنوب تک ۱۸۰۰ سو میل کی مسافت طے کر کے بحر ہند تک آ گیا ہے۔

اُس کا حلیہ | یہ سرزمین دنیا مین "عرب" کے نام سے مشہور ہے۔ اور دراصل یہ دنیا کا سب سے بڑا جزیرہ نما ہے جو مغربی و جنوبی ایشیا مین واقع ہے۔ اس کی شکل ایک ترچھے مربع کی سی ہے جس کے چارون ضلع غیر متساوی

ہین مغربی ضلع شمال سے جنوب تک ۱۰۰۰ میل تک آکے بحر ہند مین ختم ہوا ہے۔ اس سرزمین کا نقشہ مولنا حالی مرحوم نے اپنے مسدس کے اس ایک بند مین بے نظیر خوبی وکمال کے ساتھ دکھایا ہے۔

زمین سنگلاخ اور ہوا آتش افشان ۔ لوؤن کی لپٹ باد صرصر کے طوفان
پہاڑ اور ٹیلے سراب اور بیابان ۔ کھجورون کے جھنڈ اور خار مغیلان
نہ کھیتون مین غلہ نہ جنگل مین کھیتی ۔ عرب اور کل کائنات اُسکی یہ تھی

دشت نا پیدکنار — غرض اس دس لاکھ مربع میل کے تختہ زمین مین جو فرانس کا پچگنا ہے۔ جدہر جائیے بجز لق ودق صحرا۔ ریگ روان کے ٹیلون۔ سیاہ وبے گیاہ پہاڑون اور باد سموم کے جان ستان جھونکون کے کچھ نہین نظر آتا۔

لیکن اسی خشک اور بے پناہ صحرا مین اکثر جگہ قدرت نے چھوٹے چھوٹے چشمے

شاداب حصہ عرب — جاری کر کے ایسی سرسبزی وشادابی پیدا کردی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ آتشین صحراؤن کے آغوش مین جابجا جنت کے ٹکڑے دیدیے گئے ہین۔ جہان کھجورون کے گھنے سایے مین چشمے جاری ہین۔ خوشبودار پھول کھل کھل کے مہکتے اور اپنی خوشبو دور دور تک پھیلا دیتے ہین۔

حدود اربعہ — جزیرہ نمائے عرب کے حدود اربعہ یہ ہین کہ مشرق مین خلیج عمان وخلیج فارس اور جنوبی عراق ہین۔ شمال کی سرحد ارض مقدس مین ہوتی ہوئی بحرۂ روم تک چلی گئی ہے۔ مغرب مین ملک مصر اور بحر قلزم (ریڈسی) ہین۔ اور جنوب مین بحر عرب یا بحر ہند۔

تقسیم بلحاظ نوعیت زمین — شمالی عرب مین زیادہ تر کوہسار اور پہاڑون کے سلسلے ہین جو ریگ روان اور باد سموم کی روک تھام کے لیے اپنے سلسلون کو چارون طرف پھیلائے ہوے ہین۔ وسط مین زیادہ تر صحرا ہے جس مین کہین کہین شاداب بقعہ زمین ہین۔ جنوب مین زیادہ تر زرخیز قطعے اور شاداب ونزہت بخش مقامات ہین۔

ممالک وبلاد — ملکون اور مشہور مقامون کے لحاظ سے دیکھیے تو اس کے جنوب ومشرق مین ملک عمان ہے اس کے شمال مین علاقہ جات احسا وبحرین ہین۔

اور انتہائی شمال و مشرق مین حیرہ کا ملک ہے۔ عمان و احساء کے پیچھے اندرونی ملک مین سرزمین احقاف ہے جس مین قدیم قوم عاد اولیٰ اور قوم ثمود رہتی تھین اور اسکی سرحد سے ملا ہوا شمالی حصہ یمامہ ہے جہان قدیم اقوام طسم و جدیس کا مسکن تھا۔ جنوب مین مشرق سے مغرب تک حضرموت کا ملک پھیلا ہوا ہے جس کے مغربی خاتمہ پہ ملک یمن اور مارب۔ سبا اور صنعاء کے سے تاریخی شہر ہین۔ وسط عرب کا سب سے بڑا صحرا جو نسبۃً بہت بلند ہے نجد کہلاتا ہے۔ یمن کے شمال یعنی مغربی سواحل عرب کے درمیانی حصہ مین ارض تہامہ و حجاز ہین۔ اقوام جرہم و عمالقہ تھین اور قوم ثمود سب مغربی عرب کے ممالک یمن و حجاز مین رہتی تھین حجاز کے شمال مین علاقہ حجر ہے۔ جس مین تیما و وادی القریٰ کسی حد تک سرسبز و سیراب ہین۔ اور مغرب کے انتہائی شمال مین بنی غسان کا علاقہ اور قوم المؤتفکہ کی سرزمین تھی۔

مکہ معظمہ ملک حجاز کے جنوب مین ساحل سے تھوڑی مسافت پہ عرب کا نامی گرامی شہر مکہ ہے جس مین دنیا کا سب سے پہلا عبادت خانۂ توحید کعبۂ ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے مبارک ہاتھون سے قائم ہوا تھا۔ اور قوم قریش جو انھین کی نسل سے تھی اس معبد الٰہی کے گرد مدت ہائے دراز سے چلی آتی تھی۔ یہ لوگ اپنی بہادری و شرافت کے اعتبار سے سارے عرب مین مشہور تھے۔ اور چونکہ ان کے ملک کی زمین ناقابل زراعت تھی اس لیے عموماً تجارت

تجارت قریش پر زندگی بسر کرتے تھے۔ بندرگاہ جدہ مکۂ معظمہ سے قریب تھا جدھر سے اہل مکہ ملک حبشہ کے ساتھ اپنے تعلقات بیع و شرا قائم رکھتے علاوہ برین یہ قدیم متبرک شہر مغربی عرب کے وسط مین واقع ہوا ہے۔ ایک طرف شمال مین اگر ملک شام و دمشق یہان سے مہینہ بھر کی راہ پہ ہین تو دوسری طرف جنوب مین ملک یمن کے سواحل بھی اتنی ہی مسافت پہ واقع ہوے ہین۔ لہذا ان قریش کے قافلے جاڑون مین یمن کو جاتے اور گرمیون مین شام کو صنعاء و بصرہ کے بازارون اور عمان و عدن کے بندرگاہون مین شریف و بہادر اہل مکہ کے اونٹ تاجرانہ مال اور غلہ سے لدے پھندے نظر آتے۔ یہان سے وہ

ایران و ہند و چین تک کا مال خریدتے جو بصریٰ و دمشق کی منڈیون مین بڑے
نفع سے بکتا۔ اور یہ شہر کہ بغیر اپنی کسی ذاتی پیداوار کے دولت و ثروت حاصل کر لیتا۔

عربی گھوڑا

جن محققون نے علم حیوانات مین بصیرت حاصل کی ہے اُن کی قطعی راے
ہے کہ گھوڑے کا اصلی وطن عرب ہی ہے۔ یعنی ساری دنیا مین یہی ملک ہے جہان
گھوڑا اپنے نوعی کمالات کو پوری تکمیل کے ساتھ حاصل کر سکتا ہے۔ یہان کے
ریگزارون سے اچھا گھوڑا اور کہین نہین ہوتا۔ ابناے بادیہ اپنے گھوڑون کی
نسلون کی جیسی نگہداشت کرتے ہین اور کسی جگہ نہین کیجا سکتی۔ ان کے مستند اور
قابل اعتبار نسب نامے بنائے جاتے ہین اور ایک ادنی موہوم بدگمانی
بھی گھوڑے کی شرافت مین شک ڈال دیتی ہے۔ اس تربیت اور نسل کی ایسی
حفاظت نے عربی گھوڑے مین یہ شان پیدا کر دی ہے کہ ایک ایڑ کے ادنی
اشارے پر وہ ہوا سے باتین کرنے لگتا ہے۔ تعاقب کرنے والے اس کی گرد کو
بھی نہین پاتے۔ لیکن اگر سوار پیٹھ سے گر جاے تو فوراً خاموش کھڑا ہو جاتا ہے
انگریزی گھوڑے جو آج نہایت عمدہ سمجھے جاتے ہین عربی ہی کی نسل سے بنائے
گئے ہین۔ اور اگر ان مین برابر عربی خون نہ ملایا جاے تو چند ہی روز مین وہ
شان باقی نہ رہے جو بڑی کوششون سے پیدا کی گئی ہے۔

اونٹ

لیکن گھوڑے سے زیادہ بکارآمد اور مفید اہل عرب کے لیے اونٹ
ہے۔ درحقیقت یہ عجیب جانور ہے جسے خدا نے لق و دق صحراؤن اور بیشتر بیابانون
ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔ اسکی ضرورت اور خوبیان عرب مین جا کے معلوم ہو سکتی
ہین۔ بغیر کچھ کھاے پیے کئی دن تک سفر کر سکتا ہے۔ پانچ چھ دن کا پانی ایک ہی
وقت مین پی لیتا ہے۔ اور صحرائی زندگی کے لیے اس قدر مناسب ہے کہ عربی ابناے
بادیہ کو اپنی زندگی مین بھی مفید ہے اور مرنے کے بعد بھی۔ زندگی مین باربرداری
کے کام آتا ہے اور تاجرانہ مال کو بلاد دور و دراز تک پہونچاتا ہے۔ اس کا دودھ
پیتے ہین۔ پیشاب سے ایک قسم کا قیمتی نمک نکلتا ہے۔ مینگنیان ایندھن کا کام
دیتی۔ بال جو ہر سال گرتے ہین ان سے عربی بادیہ نشین اپنے لیے موٹے موٹے
کپڑے بناتے ہین۔ اور انھین کی کملیون کے نیچے بیٹھ بیٹھ کے اپنی صحرائی زندگی

بسر کرتے ہین۔

اہل عرب مگر سب سے زیادہ قابل قدر اور قابل حیرت اس سرزمین کے رہنے والے ہین ان کی دائمی وضعداری ویکسانی اور مستقل آزادی ہمیشہ موجب حیرت سمجھی گئی۔ ان متحمل وجفاکش خانہ بدوشون کی جو حالت حضرت ابراہیم کے عہد مین تھی وہی حالت حضرت موسیٰ کے زمانے مین تھی وہی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین رہی اور قریب قریب وہی حالت آج بھی ہے[عہ]۔

ان کی قومی آزادی

انھون نے دوسرے ملکون سے کبھی علاقہ نہین رکھا ہجرت نبوی سے پیشتر تک ان لوگون نے بہت کم کبھی کسی دوسری قوم پہ حملہ کیا۔ اور اسی طرح کسی اور کو اپنے ریگستان مین بھی نہین آنے دیا۔ قومی آزادی ان کی فطرت مین داخل ہے۔ اور یہ کبھی گوارہ نہین کر سکتے کہ اپنے قبیلہ کے سردار یا سادہ مزاج شیخ کے سوا کسی اور کی اطاعت کرین۔ مگر باوجود اسکے اس قدیم زمانے ہی مین جنوبی عرب کی اعلیٰ ترقی اور تمدن وتہذیب کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ وہ اپنے ریگزارون مین بالکل بدوی و آزاد تھے اور اپنے شہرون مین انتہا درجے کے مہذب ومتمدن۔

قدیم حملہ آورون کی ناکامیان

گذشتہ ایام مین بڑی بڑی زبردست قومون نے ان پر حملہ کیا مگر ہمیشہ ناکام واپس گئین مصر کی تاریخ بتا رہی ہے کہ قدیم سے قدیم زمانے مین مصریون اور عربون مین بہت بڑے تاجرانہ تعلقات رہ چکے ہین۔ یہی نہین ملک گیری وسلطنت کے لیے بھی ان مین اور عربون مین اکثر لڑائیان رہین کبھی عرب ان پہ حملہ آور ہوے اور کبھی وہ عربون پہ ملک مصر کی تاریخ ہجرت نبوی سے قریباً پانچہزار چھ سو چھبیس برس پیشتر سے شروع ہوتی ہے۔

اہل مصر عربون کے شاگرد تھے

اس کے ابتدائی زمانہ ہی سے ان کے تعلقات عربون کے ساتھ قائم ہو چکے تھے۔ مصریون کی ترقی کا زمانہ ۴۰۵۷ سال قبل ہجرت کے بعد سے شروع ہوا ہے اس سے پیشتر کے باہمی تعلقات کا لحاظ کیا جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ تہذیب وتمدن مین وہ جنوبی حصہ عرب یعنی یمن کے شاگرد تھے۔

عہ گبن۔ عہ سیرت سن آرتھر گلمین۔ سہ توفیق الجلیل عربی تاریخ مصر۔

توراۃ سے تمدن عرب کا ثبوت بنی اسرائیل کی قدیم مذہبی تاریخ بھی عربی تہذیب کے قدیم ہونے کا ثبوت دیتی ہے۔ توراۃ سے ظاہر ہے کہ حضرت اسحٰق و یعقوب کے عہد مین ارض فلسطین مین عربی تاجرون کی آمد و رفت تھی۔ حضرت سلیمان کے زمانے مین معلوم ہوتا ہے کہ ملک عرب مین بادشاہ تھے۔ اور اُن کے تاجر ارض یہودا والون سے لین دین کر رہے تھے۔ اور حضرت حزقیل نے بھی شہر طائر یا سور کے مرثیہ مین اس جانب اشارہ کیا ہے کہ عربی سوداگر بلاد عدن و سبا سے قیمتی چیزین یا جواہرات آبدار تلوارین سونا اور نہایت عمدہ کارچوبی کام کے نیلے کپڑے لا لا کے بحیرۂ روم کے سواحل پر اتارا کرتے تھے۔

یونانی مورخین کی شہادتین یونانی مورخ ہرودوطوس نے تقریباً چار ہزار سال قبل مسیح یمن کے ملک کو تمام دنیا کے ملکون سے زیادہ زرخیز لکھا ہے وہ لکھتا ہے کہ مآرب مین جو زمانہ قدیم مین توراۃ کے شہر سبا کا قائم مقام تھا بڑے بڑے عالیشان قصر تھے جن کی محرابین سنہری تھین اور ان کے اندر طلائی اور نقرئی ظروف اور سونے چاندی کے بیش بہا پلنگ موجود تھے۔ اسٹرابو اور ہمیدورس کے حوالے سے کچھ اس سے بھی زیادہ لکھا ہے کہ مارب ایک عجیب و غریب شہر تھا۔ شاہی قصرون کی چھتین سونے۔ ہاتھی دانت اور بیش بہا موتیون سے مرصع تھین۔ اور حجرون کا اسباب نہایت باریک [illegible]

عرب ہی اگلے دنون تجارت کا مرکز تھا اس عجیب و غریب قوم کے تمدنی کمالات کا ثبوت رومیون کے بیان سے بھی حاصل کیا جا سکتا ہے وہ لکھتے ہین کہ جہاز رانی کے جاری ہونے سے پیشتر خشکی کے راستون سے بہت بڑی تجارت جاری تھی۔ دریائی راستون کے کھلتے ہی بحری جہازون نے خشکی کے جہازون (اونٹون) کی جگہ لے لی۔ مگر جہاز رانی کے زمانے مین بھی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی بہت بڑی تجارت کا مرجع وادیٔ عرب تھا! کیونکہ خلیج فارس سے خلیج عقبہ تک جو بحر قلزم کی شمالی کونے پہ ہے تمام سواحل عرب پہ ہر جگہ تجارت گاہین اور قافلون کے آنے کی جگہین بنی ہوئی تھین جن مین سے ہو کے ہمیشہ مصر و ایران و ہند تک کا مال گذرتا رہتا تھا۔

فراعنہ مصر کے حملے عربون کا قدیم الایام مین سب سے زیادہ متمدن ہونا تو ثابت ہو گیا۔

عہ سیرلین آرتھر گلمن۔ عہ تمدن عرب۔ عہ سیرلین آرتھر گلمین۔

عہ تمدن عرب۔

مگر ابھی یہ بتانا باقی ہے کہ ان کی آزادی اور مستقل مزاجی نے بڑے بڑے حملہ آوروں کے حوصلے پست کر دیے۔ تاریخ مصر سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت سے تقریباً پانچ ہزار سال پیشتر عربوں پر فراعنۂ مصر کے حملے شروع ہو گئے تھے۔ ان کی تاریخ مختلف شاہی خاندانوں پر منقسم ہوتی ہے۔ ان خاندانوں میں سے تیسرے خاندان کے ایک فرعون نے جو سنفرو کہلاتا تھا سب کے پہلے عربوں پر حملہ کیا۔ انھیں شکست دی عہ۔ اس کے بعد مصریوں کے اور حملے بھی ہوئے۔ مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں موجود ہے کہ مصری کبھی عرب پر قابض ہو گئے تھے۔

بخت نصر کا حملہ خود عربی مورخین اعتراف کرتے ہیں کہ بخت نصر نے بیت المقدس کے تباہ کرنے کے بعد عرب اور خاص ارض حجاز پر حملہ کیا تھا۔ اور بنی اسمٰعیل کو جو کہ یہیں آباد تھے اس کے ہاتھ سے سخت مصیبتیں اٹھانی پڑی تھیں۔ مگر یہ بابلی فاتح بھی ایک طوفان کی طرح ملک کو تباہ کرتا ہوا نکل گیا۔ اسکی جرأت نہ ہوئی کہ اس خانہ بدوش قوم کو رام کر سکے۔ آسیریا والوں کے کتابے ثبوت دیتے ہیں کہ ان کی شہنشاہی نے عربوں کو اپنا دوست اور ایسا دوست بنا لیا تھا کہ دو عربی شاہزادیاں تغلات فلصر کے دربار میں آئی تھیں۔ جو حضرت مسیح سے آٹھ سو برس پیشتر تھا۔

سکندر اعظم یونانی مورخین کا بیان ہے کہ اسکندر اعظم نے مشرق سے واپس آنے کے بعد عربوں پر فوج کشی کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن موت نے دامن پکڑ لیا اور وہ

انٹی گون کا حملہ یہ حسرت دل میں لیے ہوئے قبر میں گیا۔ سکندر کے بعد جب انٹی گون مصر کے بطلیموس سے لڑ کے ارض فلسطین پر متصرف ہوا تو اس نے اپنے ایک سپہ سالار کو شمالی عرب پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اس نے یکایک ایک آندھی کی طرح آ کے شہر بطرا پر قبضہ تو کر لیا مگر ساری فوج تباہ ہو گئی۔ اس پر برہم ہو کے انٹی گون نے خود اپنے بیٹے دمتریوس کو دوسری تازہ دم فوج کے ساتھ بھیجا۔ انٹی گون کا بیٹا جب حدود عرب میں داخل ہوا تو عربوں نے پیام بھیجا کہ اے بادشاہ تو ہم سے کیوں لڑتا ہے! ہم ایک ایسی سرزمین کے رہنے والے ہیں جہاں شہر والوں کو ما یحتاج زندگی فراہم کرنا غیر ممکن ہے۔ اس غیر قابل پیداوار زمین میں ہم نے

عہ تمدن عرب عہ توفیق جلیل عہ ابن اثیر و ابن خلدون۔

سکونت اسی لیے اختیار کی ہے کہ کسی کے غلام بننا نہین چاہتے۔" دمترلوس اس قوم کے مطیع بنانے کی مشکلات کو سمجھ گیا اور واپس ہوا۔[عہ]

اغسطوس قیصر کی مہم | اس کے بعد اغسطوس کو جس نے روم کی سلطنت توڑ کے شہنشاہی قائم کی اور روم کا پہلا قیصر ہے عرب کے فتح کرنے کی ہوس دامنگیر ہوئی۔ چنانچہ اس کے اشارے سے مصر کا والی ایلیوس غالوس ایک بڑے لشکر کے ساتھ بحر قلزم سے پار ہو کے عربی سواحل پر اترا۔ چھ مہینے تک یہ لشکر جنوب کی طرف صحرا نوردی کرتا چلا گیا۔ یہان تک کہ تھکے ماندے سپاہی یمن کے شہر سبا مین پہونچے۔ مگر اتنے ہی سفر نے سپاہیون کے چہرے جھلس کے سیاہ کر دیے تھے۔ اور خراب پانی نے ان کو بیمار ڈال دیا تھا۔ سارے لشکر کو بیمار دیکھ کے ایلیوس غالوس فتح کے ارادے سے باز آیا۔ مگر یہ ایسا ملک تھا کہ واپسی مین بھی دشواریان پیش آئین۔ اور بعد انتہائی خرابی بعمر ساٹھ دن مین سواد مصر کی صورت دیکھنا نصیب ہوئی۔ لیکن رومیون کو عربون کے اصلی حالات اسی وقت سے معلوم ہوئے ہین اس لیے کہ اُن کا ایک نامور مصنف اور جغرافیہ نویس اس مہم مین شریک تھا۔[عہ] یہ واقعہ ولادت مسیح سے پچیس برس سال پیشتر سے زیادہ کا نہین ہے۔ گر چند روز بعد طبریوس قیصر کے زمانے مین جس کے عہد مین حضرت مسیح پیدا ہوئے عرب کا ایک شمالی ٹکڑا جو بنی غسان سے متعلق تھا رومیون کے ماتحت ہو گیا۔ اور شاہان غسان نے رومی دربار کی اطاعت اختیار کر کے اپنے شہر بلقاء کو بڑی رونق دی۔ اسی طرح عرب کا شمالی و مشرقی گوشہ جو حیرہ سے متعلق تھا تاجداران ایران کا خراج گذار ہو گیا۔ لیکن اب

ایک عربی نژاد قیصر روم ہوا | عربون نے دربار روم اور دیگر ممالک سے ایسے تعلقات قائم کر لیے تھے کہ ۳۶۲ سنہ قبل محمد (۲۴۴ء) مین فلپ نام بصریٰ شام کا رہنے والا ایک عربی سردار ترقی کرتے کرتے عام سرداران روم کے انتخاب سے شہنشاہ روم ہو گیا۔ اور قیاصرۂ روم کے تخت پر جا بیٹھا۔ اور ہمین تعجب معلوم ہوتا ہے کہ ان دنون باوجودیکہ روم کی حالت نہایت خراب ہو رہی تھی اور ہر طرف

عہ تمدن عرب۔ عہ سرلیس۔ گلین۔
عہ تمدن عرب۔

جور و ظلم ہو رہا تھا عربی نژاد قیصر فلپ نے کوئی قابل الزام کارروائی نہیں کی۔[عہ]

یمن پر ایرانیوں کی حکومت

ولادت سرور کائنات سے تھوڑے ہی دنوں پیشتر جنوبی عرب یعنی یمن کی آزادی اور شان و شوکت میں بہت بڑا فرق پڑ گیا تھا۔ اور بات یہ ہوئی کہ یہود و نصاریٰ کے باہمی جھگڑوں نے حبشہ کی عیسائی قوت کو بلایا۔ جو آبنائے باب المندب سے اتر کے عرب میں آئے۔ اور اس قدر کامیاب ہوئے کہ اہل یمن کی گردنوں پر مستقل طریقہ سے حکومت کا جوا رکھ دیا۔ اسی زمانے میں حبشہ کا سپہ سالار ابرہہ کعبہ کے منہدم کرنے کو ارض حجاز میں آیا تھا۔ مگر یہ ایک قدرتی کرشمہ تھا کہ اسے مکہ سے نہایت ہی بدحواس اور خائف ہو کے بھاگنا پڑا۔ یہاں سے جا کے وہ اطمینان سے بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ ایرانی فوجیں دریا کے راستہ سے اس پر حملہ آور ہوئیں۔ حبشی مار کے نکال دیے گئے۔ اور یمن بھی دولت ساسانی کا ایک صوبہ بن گیا۔[عہ]

یہ صوبجات عرب کیوں مفتوح ہوئے

بہر تقدیر اس میں شک نہیں کہ عرب کے چند سرحدی اضلاع تھوڑے دنوں کے لیے غیر قوموں کے مطیع ہو گئے تھے۔ اور اپنی آزادی کو آخر نہ بناہ سکے۔ اور اس کا اصلی سبب، جو مختصر الفاظ میں ادا کیا جا سکے یہ تھا کہ اُن مقامات کے عربوں نے اپنی سادگی اور بدویت کو چھوڑ کے متمدن بننے کی کوشش کی اور ممالک روم و ایران کی تقلید میں حظوظ دنیاوی کے بندے بن کے اپنے درباروں میں شان و شوکت پیدا کرنے کے آرزومند ہوئے۔

نجد و حجاز ہمیشہ آزاد رہے

مگر وسط عرب اور خاصۃً نجد و حجاز کے لوگ ہمیشہ آزاد اور اپنی بدوی زندگی کے ویسے ہی دلدادہ رہے جیسے کہ ابتدا میں تھے۔ اسی کی برکت تھی کہ غلامی کی زندگی سے ہمیشہ بچے رہے۔ موجودہ زمانہ میں بھی یہاں تاجداران آل عثمان کی حکومت محض برائے نام ہے۔ اور بجائے اس کے کہ یہ لوگ سلطنت کی اطاعت کریں الٹے سلطنت کو ہمیشہ اُن کی خاطرداشت کرنی پڑتی ہے۔ اُن لوگوں

عربوں کی بہادری

کی بہادری اور ان کا سپہگرانہ جوش زمانے کو ہمیشہ سے معلوم ہے اپنے مویشیوں کی خبرگیری کو یہ معمولاً عورتوں کے سپرد رکھتے ہیں جو اپنے خانگی کاموں میں شوہر کی مدد کی محتاج نہیں رہتیں۔ مگر مردوں کا کام یہ ہے کہ ہر لڑائی

عہ تاریخ کلیسا گبن۔ و توفیق الجلیل۔ عہ ابن خلدون۔

ہوش سنبھالتے ہی اپنے شیخ کے جھنڈے کے نیچے جا کھڑا ہوتا ہے اور جب دیکھیے گھوڑے کی پیٹھ پر اور تیر اندازی نیزہ بازی و شمشیر زنی مین مشغول نظر آتا ہے۔ ان نوجوانون کے ساتھ کبھی لڑکیان بھی سپہ گری کے فنون مین کمال حاصل کر لیتی ہین اور ضرورت کے موقع پر شوہر یا باپ بھائی کے ساتھ کھڑی ہو کے جوہر شجاعت دکھاتی ہین۔

[ان سے لڑنے کی دشواریان]

ان جفاکش ابنائے بادیہ کا لشکر جب میدان جنگ کی طرف کوچ کرتا ہے تو فتح و نصرت انھین اپنی آنکھون کے سامنے نظر آتی ہے۔ اور شکست و ہزیمت پیچھے۔ اگر کسی زبردست حریف کا سامنا ہو گیا تو اُن کے گھوڑے اور اونٹ جو آٹھ نو دن مین چار پانچ سو میل کی مسافت طے کر لیتے ہین کوہسار یا بالو کے ٹیلون مین غائب ہو جاتے ہین۔ اور حریف نے اگر تعاقب کا ارادہ کیا تو اس کی شامت آ جاتی ہے۔ ایک غیر مرئی دشمن کی تلاش مین پھرتے پھرتے وہ اپنے سارے لشکر کو بھوک پیاس اور تھکن کی مصیبت مین مبتلا کر دیتا ہے۔ آخر دشمن کے عوض پانی کی تلاش شروع ہوتی ہے جس کے لیے خاک چھانتے چھانتے وہ مع اپنے تمام ہمراہیون کے یہین کی خاک مین مل جاتا ہے۔

[ایام عرب]

انھین ملکی دشواریون اور اہل عرب کی قومی آزادیون کا نتیجہ تھا کہ بعثت سرور کائنات سے پیشتر جاہلیت مین برابر قتل و خون کا بازار گرم رہتا تھا۔ اور ان بدویون کے قبائل ہمیشہ باہم کٹتے مرتے رہتے تھے۔ یہ پرانے زمانے کی لڑائیان "ایام عرب" کے نام سے مشہور ہین۔ جن کا شمار تخمیناً سترہ سو کے قریب بتایا جاتا ہے۔

[قزاقی شریف پیشہ خیال کیجاتی ہے]

جنگ و پیکار کی مستمرہ عادت اور زمین کے غیر قابل پیداوار ہونے کے سبب سے بدویین نے لوٹ مار اور قزاقی کو اپنا جائز بلکہ شریفانہ پیشہ تصور کر لیا۔ اُن کے نزدیک کسی قافلہ کا لوٹنا ویسا ہی ہے جیسے اہل یورپ کے نزدیک کسی شہر کو توپون سے اُڑانا یا کسی ملک کو فتح کر لینا اور اگر غور سے دیکھیے تو دونون باتون مین تھوڑا ہی فرق ہے۔ متمدن دنیا والے اہل بادیہ کو وحشی و ظالم سمجھتے ہین مگر اپنی طرف نہین دیکھتے کہ وہ خود ایک مہذب لباس اور تہذیب کے جامے مین کتنے بڑے وحشی و خونخوار واقع ہوئے ہین۔ ان بدویون کا دعوی ہے کہ فطرت کی جانب سے تمام دیگر اقوام کو

عہ ابن خلدون عہ گبن۔

سرسبز و شاداب اور قابل پیداوار زمینین ملی ہین۔ اور ہمین صرف دشت بے گیاہ جس سے کسی قسم کا فائدہ نہین اٹھایا جا سکتا۔ لہذا خدا کی برکتین اور دنیاوی ذرائع معاش بنی آدم مین برابر نہین تقسیم ہوے۔ اور بنی اسماعیل اپنے انسانی ورثے سے قریب قریب محروم رہ گئے ہین۔ اور کوئی عیب نہین اگر وہ خواہ برضا و رغبت یا بجبر و اکراہ اپنے اس حق کو دوسرون سے چھین لین۔

ان کی رہزنی کی شان انھین اصول کی پابندی مین اپنے بہادرانہ پیشہ کو جائز کر کے جب کوئی بدوی اپنا انسانی ورثہ ڈھونڈھنے کو گھر سے نکلتا ہے تو جہان کسی سیاح اور رہ نورد کی صورت نظر آ گئی گھوڑے کو ایڑ لگا کے ہوا کے جھونکے کیطرح قریب جا پہونچتا ہے۔ اور راستہ روک کے اور ڈپٹ کے کہتا ہے "اپنے کپڑے اتار! خدا کی قسم تیری پھوپھی (میری جورو) تجھ سے زیادہ ان کپڑون کی محتاج ہے!" اگر اس نے کپڑے دیدیے تو خیر ورنہ تلوار دونون مین سے ایک کی زندگی کا خاتمہ کر دیتی ہے۔

ان کے شریفانہ جوہر یہ پیشہ ان کی بہادری کو ہمیشہ تازہ رکھتا ہے جس کی بدولت ان مین غیرت و انتقام کا مادہ بھی بہت زیادہ پیدا ہو گیا ہے۔ وہ ہمیشہ قول کے سچے بات کے دھنی اور انتہا سے زیادہ فیاض واقع ہوے ہین۔ بیوی اور ڈاڑھی کی بے حرمتی یا کسی فحش حرکت یا لفظ کا دیکھ سن لینا ان مین تلوار کھچوا دینے کے لیے کافی ہے۔ اور ایسے معمولی جھگڑون سے جو خون ہو جاتا ہے اس کے انتقام کی آگ ہمیشہ بالو کے نیچے دبی رہتی ہے اور ذرا ذرا سے موقعون پر سلگ اٹھتی ہے۔ ان خونریزیون اور رہزنیون کی وجہ سے زمانۂ جاہلیت مین قبائل عرب کبھی خاموش نہین بیٹھتے تھے۔ اور پورا برس بے امنی ہی مین گذرتا تھا جس کے اثر سے بچنے کے لیے دو تدبیرین عمل مین لائی جاتی تھین۔ ایک تو یہ کہ مختلف قبائل

محالفہ مین اتفاق و اتحاد کے لیے محالفہ کی رسم عمل مین لائی جاتی اور دو قبیلون کے شیوخ ایک ساتھ بیٹھ کے قسم کھاتے کہ ہر نازک موقع پر ایک قبیلہ دوسرے کا شریک حال رہے گا۔ اس یکجہتی کی رسم کی وجہ سے تمام قبائل عرب محالفے کے رشتہ مین جکڑے ہوے تھے۔ جس کا سلسلہ دور دور تک پہونچتا تھا اور ہر لڑائی کے موقع پر دونون جانب بہت سے قبائل جمع ہو جاتے۔ دوسری تدبیر یہ تھی کہ برس کے چار مہینے

متبرک مہینے ذیقعدہ۔ ذی الحج۔ محرم۔ اور رجب۔ مذہبی حیثیت سے شہور حرام یعنی

قابل تعظیم مہینے تصور کیے جاتے تھے۔ اِن مہینوں مین قتل و خون حرام تھا۔ اور سارے ملک عرب مین امن و امان قائم ہو جاتا تھا[عہ]

فیاضی

لیکن اس بہادری کے ساتھ ان کی فیاضی کے حالات دیکھے جائین تو حیرت معلوم ہوتی ہے۔ عرب مین بہادری اور فیاضی ہی دو اوصاف ہین جو ہمیشہ معیار شرافت خیال کیے گئے۔ انھین اوصاف کے لحاظ سے امرا کی شان مین قصائد کہے جاتے اور انھین باتون پر سرغون مین زور دیا جاتا۔ مہمانداری کی جو صفت حضرت ابراہیم سے شروع ہوئی تھی آج تک عربی خانہ بدوشون کے خیمون مین زندہ ہے۔ اس بات پر دنیا کو تھوڑی حیرت نہ معلوم ہو گی کہ وہی درست مزاج اور رہزن بدوی جو ریگزار مین ایک شیر ببر کیطرح انسان کا شکار ڈھونڈھتا پھرتا ہے۔ مہمانداری کرتے وقت اپنے کملی کے شامیانے کے نیچے سب سے بڑا فیاض سب سے زیادہ بے تکلف اور ساری دنیا سے بڑھ کے منکسر المزاج واقع ہوا ہے۔ جس مصیبت زدہ مسافر کا جی چاہے بے پوچھے گچھے اور بغیر کسی قسم کا پس و پیش کیے اسکے سیلے خیمے مین چلا جائے۔ فیاض میزبان کے ہاتھ بغلگیر ہونیکے لیے پھیلے ہوے ہون گے۔ گھر کی بی بیا اور بہو بیٹیان لونڈیون کا کام دین گی۔ اور ہر طرح تعظیم و عزت کا برتاؤ ہو گا۔ دریا دل میزبان اُسسے اپنی دولت و افلاس کا شریک کرے گا۔ اور جب مہمان جانا چاہے تو بہت سے شکریون اور دعاؤن کے ساتھ عمدہ تحفہ و ہدایا بھی لے کے رخصت ہو گا[عہ]۔

حاتم طائی کی عجیب و غریب فیاضیان

عربی بدویون کی فیاضی کی مثالین دیگر مقامات مین افسانہ سمجھی جائین گی۔ بلکہ شاید ایسے افسانے بھی دوسری قومون کو نصیب ہوے ہون گے۔ یہ بات عرب اور عرب مین بھی حاتم طائی کے ساتھ مخصوص تھی۔ کہ اپنے رہزنی کے پیشے مین جب اس سے ایک حریف سے سامنا ہوا تو حریف کو مغلوب کر کے اپنا نیزہ اسکے سینے تک پہونچا ہی تھا کہ کمزور اور چالاک حریف نے عاجزی کے لہجے مین کہا، "حاتم! تیرا یہ نیزہ بہت اچھا ہے مجھے دیدے"۔ یہ جملہ اسکی زبان سے نکلا ہی تھا کہ فیاض اور بہادر بدوی سردار نے نیزہ اسکی طرف پھینک دیا۔ اور نہتا اپنے گھر کیطرف واپس روانہ ہوا۔ حاتم عہد جاہلیت کا

عہ سیرۃ ابن ہشام۔ عہ گبن۔

نامور بہادر، دریادل فیاض اور جادو بیان شاعر تھا۔ اسکی فیاضی کی ایک ہی مثال نہین ایسے ایسے صدہا تاریخی واقعات ہین جو اس کی زندگی کو عجیب و غریب سخاوت کا نمونہ ثابت کر رہے ہین۔ ایک لڑائی مین فتحمندی کے بعد وہ گھر کو جا رہا تھا کہ کسی فقیر نے سوال کیا اس کریم النفس عرب نے بے تکلف سارا مال غنیمت اور تمام قیدی اسکے حوالے کر دیے۔ ایک بڑی دلی مسرت کے ساتھ اپنے بیابانی خیمہ کی راہ لی۔ ایسے فیاض کے لیے معمولی بات ہے کہ ایک دعوت مین اس نے چالیس اونٹ ذبح کر ڈالے تھے۔ جیساکہ بعض یورپین مورخین نے بیان کیا ہے۔ حیرت کی یہ بات ہے کہ ایک رات جبکہ اپنی کئی دن کے فاقے سے تھی خود بھی مارے بھوک کے بیدم ہو رہا تھا اور اوسکے بچے بڑی مشکلون سے تھپک تھپک کے سلائے جا چکے تھے۔ ناگہان کسی فاقہ زدہ عرب نے خیمہ کے دروازے پر آکے بھوک کی شکایت کی۔ حاتم بے تکلف اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنا بے مثل عربی گھوڑا جو دراصل اکیلا ہی ایک اُسکا ذریعہ معاش تھا ذبح کر ڈالا۔ اسکے گوشت کے تکے آگ پر بھنے لگے۔ اور دلی خوشی کے اُٹھانیکے ساتھ سارے قبیلے مین پکار دیا گیا کہ جو بھوکا ہو حاتم کے خیمے تک سامنے آئے۔ اسلام نے اس فیاضی کے جوش کو ایک حد تک اور بڑھا دیا جس کا

عبداللہ بن عباس کی فیاضی | نمونہ یہ تھا کہ عبداللہ بن عباس ایک مرتبہ کسی دور کے سفر پہ جا رہے تھے۔ اور پاؤن رکاب مین تھا کہ کسی سائل نے آکے کہا "یا ابن عم رسول اللہ! مین غریب الوطن ہون اور محتاج!" اتنا سنتے ہی عبداللہ بن عباس سواری سے اتر پڑے۔ اونٹ۔ اسکی قیمتی جھول۔ اور روپیون کی تھیلی جس مین چار ہزار دینار تھے سب سائل کی نذر ہو گئے۔ صرف ایک تلوار[عہ] باقی رہ گئی تھی جس کے نہ دینے کی غالباً یہ وجہ تھی کہ کسی دوست کی یادگار تھی۔

فصاحت و بلاغت | ان اوصاف کے بعد جب ان عربی بدویون کی فصیح البیانی اور ان کی نظم کے سادے اور موثر مذاق پر نظر ڈالی جاتی ہے تو اور حیرت معلوم ہوتی ہے۔ یہی چیز ہے جس کی ترقی دیکھ کے یقین کر لیا جا سکتا ہے کہ عرب ذکی و دقیق بیان تو لوگ اور اس قیر آباد جزیرہ نما کے ریگزار دلون مین جو قوم آباد تھی

عہ گبن۔ عدہ آغانی۔ سہ گبن یلعہ گبن۔

وہ نہایت ہی شائستہ اور مہذب تھی معلوم ہوتا ہے کہ ان ابنائے بادیہ کے تاجر کمالات انسانیت کو خوب سمجھتے تھے اور ان کے قافلے اہل تجارت کے ساتھ تہذیب کے بیج کو بھی اپنے ملک میں لاکے بوتے اور علم و فضل کو ترقی دلاتے تھے۔ موجودہ دنیا جب ایک ناخواندہ اور اُمی قوم میں فضائل انسانی کی ایسی تکمیل دیکھتی ہے تو بڑے بڑے عقلا حیرت میں آجاتے ہیں یہ ابنائے بادیہ خود وہ جا ہے جس قوم سے

زبان عرب | تعلق رکھتے ہوں مگر ان کی زبان کی نسبت اکثر محققین کا خیال ہے کہ عبرانی سریانی۔ اور کالدی زبانوں سے مل کے بنی ہے۔

حضرت اسمٰعیل کے زمانے تک جو زبان عرب میں بولی جاتی تھی وہی یہاں کی اصلی زبان تھی۔ لیکن آپ کے بعد سے اس میں عبرانی زبان کا امتزاج شروع ہوا اور اسی زمانے سے شام کی سریانی اور عراق کی کالدی زبانوں کے الفاظ بھی ابنائے بادیہ کی زبانوں پر چڑھنے لگے۔ لیکن اسلام سے پیشتر ہی اور اس وقت سے بھی پیشتر جبکہ عربوں میں لکھنے پڑھنے کا رواج ہوا ہو زبان عرب اتنی ترقی حاصل کر چکی تھی کہ ہر قسم کے

اس کی وسعت | نازک خیالات اور ہر درجے کے دلی جذبات نہایت خوبصورتی کے ساتھ اور موثر طریقے سے ادا کر دیے جاسکتے تھے۔ جس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس قدیم زمانے میں ۸۰ لفظ شہد کے لیے۔ ۲۰۰ سانپ کے لیے۔ ۵۰۰ شیر ببر کے لیے اور ۱۰۰۰ تلوار کے لیے موجود تھے۔ اور اہل لغت انکار نہیں کرسکتے کہ اونٹ گھوڑے اور خرمے کے لیے جو الفاظ استعمال کیے جاسکیں ان کا شمار ان سے بھی زیادہ تھا یہ اُس زمانے کا ذکر ہے جبکہ ان کی زبان کے لغات صرف بے پڑھے لکھے لوگوں کے حافظے میں تھے۔ اور اہل عرب کی خود روفصاحت کے لیے نحو و صرف و عروض اور معانی بیان کے قواعد نہیں مدون ہونے پائے تھے۔ شرفائے مکہ یعنی قریش کی زبان زیادہ مستند سمجھی جاتی تھی اور ان کے محاورے لسانی کمالات اور فصاحت و بلاغت کے معیار قرار پاگئے تھے۔

قریش کی فصاحت | اصل یہ ہے کہ سادہ مزاجی اور تحیر کر اس کی سادگی اور بساطت کی حالت میں دیکھنے سے ان کے خیالات پاکیزہ ہوگئے تھے۔ فکر میں تیز فہمی اور مذاق

فصاحت و بلاغت کے سادے اصول | نہایت دلچسپ اور ستھرا جس میں زیادہ دخل اس بات کو تھا کہ ہر خیال ایسے زور اور جوش و خروش سے ادا ہو کہ سننے والے کا دل

متاثر ہو جائے۔ اسی کی برکت ہے کہ شعرا کی وہان کثرت تھی۔ اور جو شاعر زیادہ ناموری حاصل کرتا اس کا قبیلہ اس پر ناز کرتا۔ اور تمام قبائل عرب اسے مقبولیت اور داد سخن کے خلعت پہناتے۔

شعراے عرب

بازار عکاظ

ان بدویتون مین شعر خوانی کا ذوق یہان تک بڑھا کہ آخر اسی کی بدولت ان مین ایک ایسی دلچسپ صحبت قرار پا گئی تھی جس مین عورتین آراستہ و پیراستہ ہو کے اور اپنے شب عروسی کے کپڑے پہن کے دفین بجاتی ہوئی آتین۔ شوہر دن اور بھائی بیٹون کے سامنے کھڑی ہو کے اپنے قبیلے کی تعریف مین عمدہ عمدہ قصائد گاتی تھین۔ آخر اسی رسم نے ایک بڑے بھاری میلے کی شان پیدا کر لی تھی۔ جو بازار عکاظ کے نام سے مشہور تھا۔ اس میلے سے تجارت کے ساتھ علمی ذوق و شوق کو بھی ترقی ہوتی جہان دور دور دراز سے بدوی قبائل آ کے جمع ہوتے۔ مبادلۂ اموال کے ساتھ مبادلۂ خیالات ہوتا۔ باکمال شعرا اپنی جادو بیانیون کے جوہر دکھاتے۔ اور ساری قوم سے داد پاتے۔ الغرض پورے ۳۰ دن لین دین اور شعر خوانی مین صرف ہوتے اور عجیب رونق اور چہل پہل رہتی تھی۔[عہ]

عورتون کی شاعری

اس میلے نے شعر و سخن کو یہان تک ترقی دلا دی تھی کہ عورتین بھی بے تکلف اور فی البدیہ شعر کہنے لگی تھین۔ ہم جب خنسا کے دلسوز کلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھیون کے ان مرثیون کو دیکھتے ہین جو انھون نے اپنے والد عبد المطلب کو عالم نزاع مین دیکھ کے کہے تھے تو ہمین حیرت کے ساتھ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جیسی نازک خیال اور سحر آفرین عورتین اس بے علمی کے زمانے مین عرب کو نصیب تھین ہمین اس ترقی تعلیم و تہذیب کے عہد مین نہین نصیب ہو سکتین۔ اسوقت تک چونکہ لکھنے پڑھنے یا تصنیف و تالیف کا سلسلہ نہین جاری ہوا تھا۔ لہذا جاہلیت کے شعرا ہی نے مورخین کا بھی کام دیا جن کے کلام سے ہم اس زمانے کے بہت سے حالات کا پتہ لگا سکتے ہین۔ جاہلیت عرب کے اشعار کا ایک بہت بڑا ذخیرہ اس وقت علمی دنیا مین موجود ہے جو زمانۂ اسلام کی سب انتہا ترقیون کے بعد آج بھی فصاحت و بلاغت کی معیار بنا ہوا ہے۔

کتابت یعنی عربی خط

کتابت کی نسبت ہم بتا چکے ہین کہ بدوین عرب مین اس کا بالکل رواج نہ تھا

عہ گبن عہ سیرۃ ابن ہشام - سنہ گبن۔

یمن کی ترقیون کے زمانے مین وہان کے مہذب اور متمدن فرمان رواؤن مین ایک خط کا رواج تھا جو حمیری خط کہلاتا تھا۔ اور خود بنی حمیر یعنی یمن کے رہنے والے اُسے خط مسند کہتے تھے۔ یہ خط جدا جدا حرفون مین لکھا جاتا تھا۔ اور نہایت مکمل بتایا جاتا ہے۔ شاہان یمن کو جو تبابعہ کہلاتے تھے اس خط پر اس قدر فخر تھا کہ اسکے بتانے مین بخل کرتے تھے۔ اور ممکن نہ تھا کہ کوئی اسے بغیر شاہی اجازت کے سیکھ لے۔ دولت تبابعہ کے زوال کے بعد وہی خط ایک ناقص طریقے سے حیرہ کے دربار مین مروج ہوا اور اگرچہ عربی تاریخون سے پتہ نہین لگتا۔ مگر یہ امر یقینی ہے کہ حیرہ کا خط صرف تبابعہ کا خط حمیری نہ تھا بلکہ اس مین ایران کے فارسی خط کی بھی بہت کچھ آمیزش ہو گئی تھی۔ سفیان بن امیہ اور بعض کہتے ہین کہ حرب بن امیہ بہر تقدیر بنی اُمیہ مین سے کوئی شخص آنحضرتؐ کی ولادت کے بعد اور بعثت سے پیشتر اس خط کو سیکھ کے حیرہ سے مکہ مین آیا۔ اور اس کے سکھانے سے قریش مین تحریر کا رواج ہوا۔[ع۱]

ستارہ شناسی | علم ہیئات یعنی ستارہ شناسی کی جو ترقی بابل مین ہوئی تھی اس سے تو عرب بالکل ناواقف تھے۔ مگر اس علم سے وہ بالکل نا آشنا بھی نہ تھے اس فن کی تعلیم کے لیے انھون نے ایک دوسرے قدرتی مدرسہ مین تعلیم پائی تھی۔ ان کا علم ہیئات بالکل عملی تھا جو کھلے میدانون اور ناپیدا کنار صحراؤن مین سیکھا جاتا تھا۔ اپنی معمولی بادیہ پیمائی مین وہ آنکھ اٹھا کے آسمان کی طرف دیکھتے اور ستارون کو پہچان لیتے اسی طریقے سے اُن کو راستہ معلوم ہوتا اور ان کے قافلے منزل مقصود کو پہونچتے[ع۲]۔ وہ کواکب اور سیارون کی وضعون رفتار اور موسمی تغیرات سے بمقابلہ ایک کتابی علم ہیئات جاننے والے طالب علم کے زیادہ واقف تھے۔

قدیم مذاہب عرب | اسی ستارہ شناسی کی وجہ سے ان مین کسی حد تک ستارہ پرستی بھی ہو گئی تھی۔ جس کی بنا پر بعض یورپین مورخین[ع۳] کی رائے ہے کہ اُن کا مذہب ہندوستان کے بت پرستون سے ملتا ہوا تھا۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا نہ تھا۔

بت پرستی | ان کی بت پرستی یمن اور عمان کی بت پرستی سے شروع ہوئی تھی۔ مگر جب کنعانیون کی ایک بت کی صورت عرب مین پہونچی تو وہ پورے پورے اصنام پرست ہو گئے۔ اور بت پرستی عرب کا عام مذہب بن گئی۔ جو آنحضرتؐ کی ولادت کے وقت تمام اطراف مین پھیلی ہوئی تھی۔ اور جابجا بت خانے قائم تھے۔ (باقی آیندہ)

ع۱ ابن خلدون۔ تعجب ہے کہ مسٹر گبن لکھتے ہین کہ آنحضرتؐ کی ولادت کے بعد ایک اجنبی شخص نے مکہ والون کو لکھنا سکھایا حالانکہ بنی امیہ مین ایک معزز و مشہور شخص اجنبی کہے جانیکا مستحق نہین ہو سکتا۔ ع۲ گبن۔ ع۳ گبن۔

جوگی

ہندوستان مین خدارسیدہ لوگون کے بہت سے فرقے ہین منجملہ ان کے ایک فرقہ جوگی کے نام سے بھی موسوم ہے۔ ان کا کام دن رات یاد الٰہی مین مشغول رہنا ہے۔ ان کا اوڑھنا بچھونا راکھ کا ڈھیر ہوتا ہے۔ اور وہی راکھ بطور بھبوت سارے بدن اور اپنی لمبی لمبی جٹاؤن مین ملے رہتے ہین ہندوستان مین ان کی بڑی بڑی کرامتین مشہور کیجاتی ہین چنانچہ چچ نامہ مین لکھا ہے کہ جب محمد بن قاسم کے ہاتھون راے داہر کا خاتمہ ہو گیا۔ اور مسلمانون نے شہر ارور کے محاصرے مین سختی کی تو اہل شہر وہان کی ایک مشہور جوگن کے پاس گئے اور اس سے استدعا کی کہ تم اپنے علم کے زور سے ہمین راجہ داہر کا پتہ بتاؤ۔ جوگن نے اپنا عمل کرنے کیواسطے ایک دن کی مہلت مانگی۔ اور سب لوگون سے رخصت ہو کر اپنے جھونپڑے مین چلی گئی لیکن تین ہی پہر کے بعد وہ سیاہ مرچ اور جائے پھل کی چند تر و تازہ شاخین لیے ہوے اپنے جھونپڑے سے باہر نکلی۔ اور لوگون کو یہ شاخین دکھلا کر بولی کہ مین ساری دنیا کا چکر لگا آئی۔ زمین کا چپہ چپہ ڈھونڈھ مارا۔ مگر راے داہر کا کہین پتہ نہ ملا۔ میرا خیال ہے کہ اب اس کا وجود دنیا کے پردے پر نہین۔ لہذا تم لوگ جو مناسب سمجھو کرو۔ مین اپنے اس سفر کے ثبوت مین یہ تر و تازہ پھل و پھول لگی ہوئی شاخین پیش کرتی ہون۔ جو سنگلدیپ کے سوا کہین نہین ہوتین۔ اور اس خیال سے توڑتی لائی ہون کہ تمھین اپنے طولانی سفر کا یقین دلاؤن۔ لوگون نے وہ شاخین دیکھ کر اسکے کہنے کا یقین کر لیا۔ اور بالاخر یہی سچ بھی ثابت ہوا۔

جوگی اجیپال کا بھی قصہ مشہور ہے جس نے راے پتھورا کے اشارے سے حضرت خواجہ

معین الدین چشتی کا مقابلہ کرنا چاہا تھا اسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ جب راے پتھورا حضرت خواجہ رحمۃ اللہ کی کرامتین دیکھ دیکھ کر عاجز ہوا تو اس نے اپنے ندیمون کے مشورہ سے راجیپال جوگی کو حضرت کے مقابلے کیواسطے بلوایا اس جوگی نے پہلے تو آپ کے مقابلے مین آنے سے انکار کیا مگر جب راجہ نے زیادہ اصرار کیا تو آپ کے مقابلے پر آیا خواجہ صاحب نے اسے دیکھکر اپنے گرد ایک بہت بڑا حصار کھینچ لیا۔ اور اس مین مع اپنے ہمراہیون کے اطمینان سے بیٹھ رہے جوگی جیپال نے اپنے سیکڑون شعبدے دکھاے۔ مگر خواجہ صاحب اور ان کے ساتھیون پر اس حصار کی وجہ سے کچھ اثر نہ ہوا آخر اپنے شعبدات کی بے تاثیری دیکھکر وہ ایک مرگ چھالے پر بیٹھ کر ہوا مین اڑنے لگا اور آسمان سے اپنے کمالات دکھانا شروع کیے۔ خواجہ صاحب اسے چیل کیطرح اڑتے دیکھکر متبسم ہوے اور اپنی کھڑاؤن کو حکم دیا کہ جا اڑ۔ اور اس سرکش کو مغلوب کرکے میرے پاس حاضر کر۔ کھڑاوین اسکی سرکوبی کرتی ہوئی دم زدن مین آسمان سے زمین پر لے آئین اور وہ خواجہ صاحب کی یہ کرامت دیکھکر صدق دل سے مسلمان ہوگیا۔

ایسے ہی اور بھی بہت سے واقعات ہین جو قابل یقین نہین گر اس مین شک نہین کہ یہ لوگ حبس دم کی مداومت کرکے اپنی زندگی سیکڑون برس بڑھا لیتے ہین اور اپنے جسم کو ریاضت کرکے ایسا لطیف اور ہلکا بنا لیتے ہین کہ ہوا مین اڑنا اور پانی پر پھرنا ان کے نزدیک معمولی بات ہوتی ہے۔ ان کی نسبت یہ بھی مشہور ہے کہ عمل کے زور سے اپنی روح دوسرے کے جسم مین حلول کرکے جس شکل و صورت کے چاہین بن جائین۔

اِن کا کام غیب کی خبرین سنانا۔ اور راکھ سے سونا چاندی بنانا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے پاس کوئی ایسا عمل ہے جس سے ساری دنیا کو اپنا بنا لیتے ہین اور جو کام اس سے لینا چاہین لے لیتے ہین۔ بڑے بڑے بیر ان کے قابو مین ہوتے ہین۔ اور سیکڑون چڑیل۔ بھوت۔ بیتال۔ ان کے فرمان بردار۔ دوسرے کی دل کی بات بتا دینا ان کا معمولی کھیل اور مہلک مہلک امراض جسمانی کو اچھا کردینا ان کا ادنی کرشمہ ہے۔ بے پروائی اور ناآشنائی ان کے خمیر مین پڑی ہوئی ہے اور کام نکل جانے کے بعد یہ کسی کے دوست نہین رہتے۔ تنتر جنتر اور ٹوٹکے کرنا ان کا ہر وقت کا کام ہے۔ خیر مندرجہ بالا صفات کے جوگی تو اب نظر نہین آتے۔ مگر یہان لکھنؤ مین جوگیون کے کئی محلے آباد ہین اور ان لوگون کا کام بھی طرح طرح کی صورتین بنا کے لوگون کو ٹھگنا ہے۔ میرے ایک دوست جو جوگی

تو نہین ہین مگر تقدس و کرشمہ سازیون مین ان سے بھی بڑھکر ہین اور ان کے ہتھکنڈون سے بہت کچھ واقف ہین۔ ان کی اکثر حکایتین بیان کیا کرتے ہین چنانچہ کل یہ مضمون سُنکر جو قصہ انھون نے بیان کیا وہ ایسا دلچسپ ثابت ہوا کہ اسی ضمن مین نذر ناظرین کرنا پڑا۔ وہ فرماتے ہین کہ

"ہمارے گھر سے تھوڑے ہی فاصلے پہ ایک محلہ کریم گنج ہے جس مین زیادہ تر مسلمان جوگی ہی رہا کرتے ہین۔ ان کے ہتھکنڈے اور رفریب سارے زمانے مین مشہور ہین گو اور ہر شخص کوشش کرتا ہے کہ ان کے چکمے مین نہ آئے۔ مگر وہ ہین کہ روزانہ ایک دو نہین بیسیون پھانس کر اپنا الو سیدھا کر لیا کرتے ہین۔ انھین طرح طرح کے شعبدے کرنا آتے ہین اور طرح طرح کی مکاریان اور باتین تو ایسی کرتے ہین کہ ایک مرتبہ شیطان بھی دام مین آجائے اسی گروہ کے ایک بزرگ میان کریم شاہ ہین جن کے معتقد ہونے کا مجھے بھی فخر حاصل ہے پہلے آپ ان کا حلیہ سن لین۔ قد لانبا۔ گورا بدن۔ گول چہرہ۔ گال تخچ۔ ڈاڑھی صرف ٹھڈی پہ۔ بال گھونگروالے مگر الجھے ہوئے۔ ہاتھ مین مڑوڑا ہوا عصا۔ زعفرانی تہمد۔ ننگے سر ننگے پاؤن گلے مین تسبیح۔ زبان پہ یا رب! جس پہ اپنا اثر نہ ڈالنا ہوا اس کے پاس سے گذرے تو "دے بابا! خدا تیرا بھلا کرے"۔ اور جس پر اثر ڈالنا منظور ہوا تو پھر سلام علیکم کے بعد مصافحہ بھی ضروری ہے اور مصافحہ بھی کیسا اور سنت نبوی کی پابندی یعنی جبتک اپنی ہاتھ ون سے اسے رالگ نہ کر لین ہاتھ نہ چھوڑین۔ اس وقت ان کی آنکھون مین ایک خاص کشش پیدا ہو جاتی ہے اور وہ کشش ایسی نہین ہوتی کہ بغیر مرعوب کیے انسان کو چھوڑ دے۔ اور جہان ان کا رعب دل مین سمایا میان کریم شاہ نے قیافہ دیکھ پہچان لیا اور جیسی اسکی حیثیت دیکھی خوشی خوشی اس سے مانگ لیا۔ اور اس کاٹھ کے الو نے بلا پس وپیش ان کے اثر مین آکے فوراً حوالہ کر دیا اور یہ چل دہ چل نو دو گیارہ ہوئے۔ اب میری خوش اعتقادی کا حال سنیے ایک دن مین علی الصباح نماز و ناشتے سے فراغت کر کے دفتر جانے کو جو قریب ہی تھا گھر سے باہر نکلا۔ سامنے سے ایک بزرگ مستانی چال چلتے ہوئے نمودار ہوئے ابھی مین ان کی چال ہی پہ غور کر رہا تھا اور ان کے تقدس کا وہم ذرہ برابر بھی میرے دل مین نہ آیا تھا کہ انھون نے بڑھکر السلام علیکم کہا اور زبردستی مصافحہ کرنا چاہا۔ مین نے بھی طوعاً و کرہاً ہاتھ بڑھا دیے مگر دل مین بہت جز بز ہوا کہ کس تسلی سے سابقہ پڑ گیا۔ اب مین نے

ہاتھ چھڑانے چاہے تو مضبوط گرفت مین پائے۔ خیر جھٹکا دیکر ہاتھ چھڑائے اور شاہ صاحب
کیطرف کڑوے تیورون سے دیکھا۔ شاہ صاحب نے میری نظرون سے تاڑلیا کہ یہان
دال گلتی معلوم نہین ہوتی مگر پھر بھی وہ اپنی حرکت سے باز نہ آئے اور بولے کہ آج
مین سخی بابا سے بغیر کچھ لیے نہ جاؤن گا؟ مجھے بھی اس کے اس کہنے پر رحم آگیا اور خیال
کیا کہ اسے دو پیسے دلوا دون۔ یہ سوچ کے مین انھین لیے ہوے دفتر والے مکان مین
آیا اور خدمتگار سے یہ کہکر کہ شاہ صاحب کو دو پیسے دیدو اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ مگر
شاہ صاحب بجاے اسکے کہ خدمتگار سے پیسے لین میرے پیچھے سایہ کیطرح آئے اور
برابر والی کرسی پر بیٹھ گئے۔ یہ دیکھ کر مجھے بے انتہا غصہ معلوم ہوا۔ مگر ضبط کیا۔ اور
اُن سے آہستگی کے ساتھ کہا "کہ جائیے آدمی سے پیسے لے لیجیے" میان کریم بہت قیافہ
شناس تھے میرے اس غصہ کو بھی سمجھ گئے۔ اور قال اللہ و قال الرسول کی صدا
نکالی مگر چونکہ مین اُن کی صورت سے متنفر ہو گیا تھا لہذا ان باتون کا بھی مجھ پر کچھ
اثر نہ ہوا۔ اتنی دیر مین میرا پرانا خدمتگار حقہ لیکر آیا۔ اور میرا لال بھبوکا چہرہ دیکھ
کر شاہ صاحب سے کہنے لگا کہ میان صاحب پیسے لو اور اپنا راستہ پکڑو۔ مگر شاہ صاحب
حقہ پینے والے تھے اسکی طرف للچائی ہوئی نظرون سے دیکھ کر کہنے لگے کہ "بابا دو پیسون
مین میرا بھلا نہ ہوگا۔ کم سے کم آج کی خوراک دلوا دیجیے" ان کا یہ حکم بھی مجھے برا معلوم
ہوا مگر چونکہ اس آفت کو جو اپنی ہی لائی ہوئی تھی ٹالنا مقصود تھا۔ لہذا خدمتگار سے
کہا کہ انھین دو آنے دیدو۔ میرا یہ حکم سُنکر اُنھون نے اور پاؤن پھیلاے اور
زیادہ لینے پر اصرار کرنے لگے کہ خدمتگار نے جو پرانا اور بظاہر ان بزرگ سے
زیادہ جہان دیدہ تھا ڈانٹ کر کہا کہ لینا ہو تو لو۔ نہین تو بجاے پیسون کے
جوتون سے تواضع کرون گا۔ اور پولیس کے سپرد کر دون گا۔ یہ ڈانٹ سُنکر
اور خدمتگار کے کڑوے تیور دیکھ کر شاہ صاحب گھبراے اور جلدی سے پیسے
لیکر مین بابا بھی اور اُٹھ کھڑے ہوے۔ مگر چلتے چلتے حقے کی فرمائش کی اور مین نے
اسے بھی مجبوراً منظور کیا اور وہ حقہ پیکر دعائین دیتے ہوے چلے گئے۔ جب وہ چلے
گئے تو بڈھے خدمتگار نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ میان یہ کریم گنج کا جوگڑا
ہے۔ اور باہر سے آئے ہوئے لوگون کو بہت بری طرح لوٹتا ہے اسے آیندہ منھ

نہ لگائیے۔ اور آپ نے غضب یہ کیا کہ ایسے شرابی کبابی کو حقہ بھی دے دیا۔ لائیے اسے
پھر سے دھو مانجھ کر تازہ کر لاؤن۔ یہ کہکر وہ تو حقہ اُٹھا لے گیا۔ اور مین اپنے کام مین
مصروف ہو گیا۔ ابھی وہ حقہ تازہ کر کے نہ لایا تھا کہ ہمارے ایک محترم دوست جو
صحبت احباب مین سکریٹری صاحب کے لقب سے موسوم ہین آ گئے۔ اور انھون نے
میان کریم کے پر لطف افسانے بیان کرنا شروع کیے مین نے کچھ رد و قدح کی۔ تو بولے کہ اب تو
میان کریم نے آپ کا گھر دیکھ لیا ہے۔ وہ اکثر آئین گے۔ اگر کسی دن میرا اُن کا ساتھ
ہو گیا تو مین خود ان کے منھ سے ان کی کارگذاریان سنوا دون گا۔ خیر یہ قصہ ختم
ہو گیا۔ میان کریم آٹھوین دسوین روز مجھے اسی مختصر راستے مین اکثر مل جاتے
اور میرے ساتھ دفتر مین آ کر میرے برابر کی کرسی پر بیٹھ کر حقہ پیتے اور بغیر عذر
خدمتگار سے دو پیسے لیکر چلے جاتے۔ اب مین ان کو سمجھ ہو گیا تھا اور وہ مجھے جان
گئے تھے میرا وہ تنفر جو پہلے دن قایم ہوا تھا وہ بھی جاتا رہا تھا اور مین بے تکلفانہ
ان سے مصافحہ کرتا۔ ان کی کارگزاریان سننے کے شوق مین ان کی معمول سے زیادہ
آؤ بھگت بھی کرتا۔ اور وہ بھی بعض بعض دن گھنٹون اپنی بزرگی کی شان سے
میرے پاس بیٹھے رہتے۔ جب وہ بیٹھے ہوتے اور کوئی دوسرے ملنے والے آ جاتے
تو میرا یہ لازمی طریقہ ہو گیا تھا کہ دلچسپ الفاظ مین ان کا تعارف کراتا۔ مختصر یہ کہ
اب وہ بار خاطر نہ تھے۔ اور نہ اس کی ضرورت تھی کہ راستے ہی مین ملین میرے ساتھ
آئین انھون نے معمول کر لیا تھا کہ آٹھ دس روز مین ایک مرتبہ ضرور آتے اور
دروازے ہی پر سے خاموشی یا اشارے سے خدمتگار سے یہ پوچھ کر کہ سرکار موجود
ہین "دیا بھلا کرے" کی صدا لگاتے ہوئے دڑانہ آ کر میرے پاس بیٹھ جاتے۔ اور اپنی
باتین شروع کر دیتے۔ اس آمد و رفت کو ایک زمانہ ہو گیا مگر کوئی دن ایسا نہ ہوا کہ سکریٹری
صاحب اور شاہ صاحب دونون ایک ہی وقت میرے پاس آتے اور شاہ صاحب کے
خود کردہ افسانے سننے مین آتے۔ ایک دن شاہ صاحب کے جانے کے بعد مین نے خدمتگار
سے بلا کے کہدیا کہ اب جس دن یہ شاہ صاحب آئین تم بغیر پوچھے سکریٹری صاحب کے
مکان پر چلے جانا اور انھین بغیر اپنے ساتھ لائے نہ چھوڑنا۔ آٹھوین دسوین روز پھر شاہ صاحب
نمودار ہوئے۔ اور خدمتگار نے انھین حقہ دیکر حسب ہدایت سکریٹری صاحب کے

گھر کی راہ لی سکرٹری صاحب میرے اشتیاق سے واقف تھے خدمتگار کی زبان سے شاہ صاحب کا آنا سنکر فوراً تشریف لاے۔ اور شاہ صاحب سے اس طرح ملے جیسے مدت کے چھوٹے ہوے دوست ملتے ہین ادھر ادھر کی باتون کے بعد انھون نے ظاہر کیا کہ مین نے انھین آپ کے چند کارنامے سناے۔ مگر انھین یقین نہین آیا اور اب میری وجہ سے یہ بھی غیر نہین رہے ہین لہذا آپ اپنا کوئی دلچسپ کارنامہ سنائے۔ پہلے تو انھون نے انکسار سے کام لیا۔ مگر جب جناب سکرٹری صاحب نے انھین بتایا کہ یہ بھی میری طرح آپ سے مدت سے واقف ہین تو وہ کھل پڑے اور کہنے لگے کہ میان کیا پوچھتے ہو یہان روز ایک نہ ایک نیا قصہ کرنا پڑتا ہے۔ اور میری وہ بات ہی کون ہوتی ہے جو دلچسپی سے خالی ہو۔ لکھنؤ والے تو مجھے اکثر جانتے ہین کہ یہ شیطان ہے۔ مگر باہر والے میری ولایت کے قائل ہین اور مجھے آنکھون پہ بٹھانا فخر سمجھتے ہین۔ جہان جاتا ہون بغیر بار خاطر ہوے کچھ نہ کچھ لے ہی آتا ہون۔ اکثر تعلقدارون کے وہان سے سالانہ مقرر ہے۔ گیا اور لے آیا۔ مگر اپنے بعض ساتھیون کی وجہ سے مین اس شہر مین بدنام ہو گیا۔ ورنہ یہان کے بھی بہت سے لوگ میرا اپنے گھر آنا فخر سمجھتے تھے اور باوجود اس بدنامی کے اب بھی بہت سے لوگ ایسے ہین جو آپ کی طرح میری قدر و منزلت کرتے ہین۔ مین آپ کے اشتیاق کے مطابق اکثر اپنے واقعات آپ کو سناتا رہون گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ واقعات میری زندگی مین آپ قصے کی صورت مین کسی اخبار یا رسالے مین نہ شائع کرین۔ کیونکہ زیادہ تر واقعات ایسے ہین کہ ان کا اقبال کرنے سے یا معزز شاہد مل جانے سے مین مجرم بنجاؤن گا۔ جس سے اب تک خدا نے محفوظ رکھا ہے۔ مین نے انھین اطمینان دلایا اور کہا کہ انشاء اللہ ایسا نہ کرون گا۔ تو ہنس کے بولے میان اس وعدہ کا اعتبار نہین تم لکھوگے اور ضرور لکھوگے۔ مگر مین ڈرتا بھی نہین۔ جب اسی وقت کسی نے چھانم نہ پایا تو اب کیا پاے گا۔ اور اگر خدانخواستہ زیادہ بچھان بین ہوئی تو تمھارا بھی نام لے لون گا۔ اور کہدون گا کہ یہ میرا بھتیجا اور شاگرد رشید ہے۔

بچتے نہین ہو اخذہ روز حشر سے   قاتل اگر رقیب ہے تو تم گواہ ہو

مین نے کہا بہتر ہے سر! تو آپ نے اچھی تجویز کی۔ اور اگر خدانخواستہ ضرورت پڑی

تو عدالت مین چل کے اقبال کر لون گا - اس فقرہ پر بھی شاہ صاحب بہت ہنسے
اور کہنے لگے جب میرے ساتھ مجرم بننے پر بھی راضی ہو تو سنو - یہ کہکر وہ سنبھل کر بیٹھ گئے اور
حقے کے دو ایک کش لگا کے خاصدان سے تین چار پان نکال کر منہ مین ٹھونسے اور جب دونون
گلپھرون سے رال بہنے لگی تو بولے کہ یہان قریب مین کوئی پولیس کی خاص ڈیوٹی
والا تو نہین رہتا - مین نے کہا ہان ایک صاحب احمد اللہ نامی رہتے ہین اور اکثر
بلا تکلف یہان آجایا کرتے ہین بولے "وہ تو میرے پرانے دوست ہین اور اکثر مجھ سے
حصہ لے چکے ہین ان کا ڈر نہین - مگر اچھا ہو خدمتگار سے کہدو کہ بغیر اطلاع کسی کو
آنے نہ دے - مین نے اسکی بھی تعمیل کر دی - اب شاہ صاحب نے ادھر ادھر دیکھ کر
اسطرح گلفشانی شروع کی - کچھ اوپر بیس برس ہوے - جب میری عمر بیس سال کے لگ
بھگ تھی ایک روز میرے ایک یار طریقت میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میان
کریم بنارس مین ایک بہت بڑا متمول جولاہا رہتا ہے - مین نے اور میرے ساتھیون
نے ہزار ڈورے ڈالے مگر وہ ڈھنگ پر نہین آیا ہزار کوشش کی مگر دال نہ گلی - اگر
تم ساتھ دو تو یارون کا بھی کام چلے اور تم اور تمھارے دوست احباب بھی مالا مال
ہو جائین - مین نے اسکی کیفیت پوچھی تو انھون نے کچھ ایسے طمطراق سے بیان کی
کہ میری بھی رال ٹپک پڑی اور مین اس شرط پر ان کا ساتھ دینے کو راضی ہو گیا
کہ ابتدا مین جو کچھ خرچ ہوگا وہ سب انھین کے ذمہ ہوگا - انھون نے بجاے ابتدائی
خرچ کے کل خرچ اپنے ذمہ لینا منظور کیا - اور ہر طرح کی امداد دینے کا وعدہ کر کے
کہا کہ خرچے سے مطلب نہین اگر یہ کام بہ حسن و خوبی انجام کو پہونچ گیا تو جو کچھ ملے گا
اس مین سے بغیر اسکے کہ خرچہ نکلے نصف ہمارے دوستون کا اور نصف تمھارا ہوگا - مین نے کہا بہتر
تم جاؤ اور اپنے دوستون کے ذریعہ سے مشہور کردو کہ نیپال کی ترائی کے رہنے والے ایک
بزرگ نے رجب کے پہلے ہفتے مین آنے کا وعدہ کیا ہے اور ایسا پروپگنڈا کرو کہ لوگ
میرے شائق ہو جائین - اس قرارداد کے بعد وہ تو چلے گئے اور مین اس جولاہے کے
پھانسنے کے انتظامات کرنے لگا - اپنے دو بھائی جو مجھ سے بھی زیادہ سیانے تھے
بنارس روانہ کیے اور سمجھا دیا کہ تم الگ تھلگ رہ کر اسے ٹٹولو اور اپنا انتظام کر رکھو
کہ کیا خالی نہ جاے - پھر اپنے دو تین مضبوط شاگردون کو بھی سکھا پڑھا کر روانہ کیا

اور کہا کہ تم تا جمعہ بنکر اسی جولاہے کے قریب کرایہ کا مکان لیکر ٹھہرو اور میرے منتظر رہو
اور دیکھو خبردار اسکے محلہ کی بڑی مسجد کی نماز قضا نہ ہو۔ اس کے بعد کچھ اور چلتے
لوگون کو اپنا شریک کار بنایا اور جب کی پہلی تاریخ کو لکھنؤ سے روانگی کا عزم کردیا
اس زمانے مین ریل تو تھی نہین جو آسانی سے پہونچ جاتے لوگ کشتیون گھوڑے
گاڑیون اور اونٹ گاڑیون وغیرہ پر جایا کرتے تھے۔ مین نے ایک شاندار بگھی
منگوائی۔ اور اس پر سوار ہو کر مع اپنے دو چیلون کے حفظ و امان کی دعائین مانگتا ہوا
چل کھڑا ہوا اور اپنی روانگی کی اطلاع ایک چیلے کے ذریعہ سے اپنے دوستون
کو کردی۔ مین ہفتے کو یہان سے چلا تھا اور جمعرات کو دس بجے دن کے قریب بنارس
کی آبادی کے کنارے پہونچ گیا۔ یہان وہ میرے دوست رئیسانہ ٹھاٹھ سے اپنے
چند احباب کے میری پابوسی کو حاضر تھے۔ وہ جملہ شرائط عبودیت بجا لا کر
اپنے حلقے مین مجھے لے چلے۔ اب میری شان دیکھنے کے قابل تھی ایک بہت ہی
عمدہ گاڑی پر مین سوار تھا اور وہ خراماں خراماں شہر کے راستون سے
گذر رہی تھی۔ میری پیشانی سے انوار الٰہی چمک رہے تھے۔ اور اکثر راہ گیرون
کو مسخر کرکے گاڑی کے ساتھ کشان کشان کھینچ لاتے تھے۔ میرے گلے مین
بہت سے پھولون کے ہار تھے۔ اور بدن پر صرف ایک تہبند جو خالص
زعفران سے رنگا تھا۔ دونون ہاتھ گاڑی کے دونون پہلوؤن پر تھے
جنھین میری صورت دیکھ کر مرعوب ہو جانے والے راہ گیر کمال خضوع و
خشوع کے ساتھ چوم کر ادب سے پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ میرے دوست نے
مجھے اپنے مکان مین اتارا اور بہت بڑے اہتمام سے میری دعوت کی۔ اس
دعوت مین شہر کے اکثر رؤسا شریک ہوے۔ مگر افسوس ہے کہ وہ شکار جس کے
واسطے مین بلایا گیا تھا نہ آیا۔ اس کے بعد اور لوگون نے بھی وقتاً فوقتاً
دعوتین کین اور کوشش کی کہ وہ بھی میری خدمت مین آئے مگر اس شخص نے
نہ کسی کی دعوت قبول کی اور نہ میرے پاس آیا۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ وہ نماز کا
عادی ہے اور جمعہ کے دن خصوصیت کے ساتھ جملہ رسول پور کی مسجد مین
نماز پڑھنے ضرور آتا ہے۔ مین نے اسی مسجد کے قریب ایک مکان کرایہ پر لیا۔

عرب کے مشہور بُت

سب سے بڑا مندر کعبہ تھا جس مین ہبل کی مورت تھی خانہ حرم کے مقدس کنوئین پر اساف اور نائلہ نام کے دو بت کھڑے ہوئے تھے جن کے آگے قربانی کیجاتی تھی۔ اس کے علاوہ دیگر مقامات مین بھی بتخانے قائم تھے جو مختلف قبائل کے مرکز بنے ہوئے تھے۔ مقام دومۃ الجندل مین وَدّ نام بت کا مندر تھا جس کی اکثر قبائل بنی قضاعہ پرستش کرتے۔ جرش مین یغوث کی مورت پوجی جاتی تھی۔ یمن کے شہر ہمدان مین یعوق کی پرستش ہوتی تھی۔ بنی حمیر مین جو یمن کے قدیم رہنے والے تھے۔ نسر نام ایک بت کے آگے سر جھکایا جاتا تھا۔ بنی خولان کے بت کا نام عم انس تھا۔ بنی ملکان کا بت سعد کہلاتا تھا۔ مقام نخلہ مین ایک اور بت تھا۔ جو عزیٰ کہلاتا تھا اور قریش و بنی کنانہ اسکی پرستش کرتے تھے۔ طائف مین بنی ثقیف کا ایک اور بت تھا جو لات کہلاتا تھا مقام قدید مین جو ساحل بحر پر تھا مدینہ کے قبائل اوس و خزرج مناۃ کی عبادت کرتے تھے۔ قبائل دوس و خثعم و بجیلہ مین ذوالخلصہ نام ایک بت کی پرستش کا رواج تھا۔ بنی طے کے دونون پہاڑ دن سلمٰی اور آجا کے درمیان ایک اور بت پوجا جاتا تھا جو فلس کہلاتا تھا۔

هر گھر مین نیا خدا | الغرض اہل عرب مین بت پرستی کا اس قدر رواج تھا کہ ہر جگہ اور ہر مقام نیا پرستش کے لیے کوئی نیا بت موجود تھا۔ اُن کی بت پرستی کچھ انھین بتون پر منحصر نہ تھی۔ بعض مقامات مین یہ حالت ہو رہی تھی کہ ہر گھر مین نیا بُت تھا۔ اور ہر شخص نیا خدا رکھتا تھا۔[عہ]

کعبہ کی مرجعیت عامہ | لیکن باوجود اس کے کہ ہر قبیلہ کا بُت جدا تھا۔ کعبہ کی عام مقبولیت مین کوئی فرق نہین آنے پایا تھا۔ اسلام کا دعویٰ ہے کہ کعبہ ہی سب سے پہلا گھر ہے جو خدا کی توحید کا اعتراف کرنے اور اس وحدہٗ لاشریک لہ کی عبادت کے لیے بنایا گیا۔ اکثر ضعیف روایات تخلیق عالم کے عہد سے کعبہ کے تقدس کا پتہ دیتے ہین لیکن صحیح یہ ہے کہ اسے حضرت ابراہیم و اسمٰعیل نے خدائے واحد ذوالجلال کی عبادت کے لیے اپنے مقدس ہاتھون سے تعمیر کیا تھا۔ اس کی اوّلیت ثابت کرنے کے لیے بس یہی کافی ہے اور کچھ ضرورت نہین کہ ہم ان روایات کیطرف بھی توجہ کرین جو ایک مورخ کے قلم سے زیادہ مناسبت کسی واعظ کی زبان کے ساتھ رکھتی ہین۔ اہل یونان بھی سنہ عیسوی کے بہت پیشتر زمانے مین کعبہ کے وجود کا ثبوت دیتے ہین چنانچہ یونانی مورخ ڈیوڈورس نے عرب کے ایک مشہور معبد کا حال بیان کیا ہے۔

عہ سیرۃ ابن ہشام۔

جس کی تمام اہل عرب عظمت کرتے تھے۔ پر تکلف اور قیمتی غلاف جو فی الحال شہنشاہان آل عثمان کیطرف سے کعبہ مین بھیجا جاتا ہے سب کے پہلے ایک عقیدت مند حمیری بادشاہ کیطرف سے نذر کیا گیا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سات سو برس پیشتر یمن مین حکومت کرتا تھا۔

کعبہ کی تصویر

کعبہ کے گرد اسلامی دور مین ایک بہت بڑی وسیع عمارت قائم ہو گئی جو مسجد کعبہ کہلاتی ہے۔ مگر اصل کعبہ مٹی کی ایک سیدھی سادی مربع عمارت سے عبارت ہے جو ۲۴ ہاتھ لمبی ۲۳ ہاتھ چوڑی اور ۲۷ ہاتھ بلند ہے۔ اس پر ہمیشہ ایک غلاف پڑا رہتا ہے۔ ایک بلند دروازے اور ایک کھڑکی سے اندر روشنی جاتی ہے۔ چھت اندر سے دوہری ہے جو لکڑی کے تین ستونون پر قائم ہے۔ سونے کے ایک پرنالے سے

وہ بت جو کعبے مین تھے

چھت کا پانی باہر نیچے گرتا ہے اسی مقدس اور قدیم عمارت کے قریب ایک کنوان ہے جو زمزم کہلاتا ہے اور یہی کنوان مکہ کی آبادی کا باعث ہوا تھا۔ جاہلیت مین خاص کعبہ کے اندر ۳۶۰ بت تھے۔ جن مین سے بعض انسان کی صورت کے بعض عقاب کی صورت کے بعض شیر ببر کی صورت کے اور بعض ہرنون کی صورت کے تھے۔ ان مین سب سے بڑا بت ہبل تھا۔ جو سرخ پتھر کا بنا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ مین سات بے پرون کے تیر تھے۔ جن سے فال لی جایا کرتی تھی۔

بت پرستون کے علاوہ عرب مین ان چار مذہبون کے لوگ بھی تھے۔

صابی

صابی۔ مجوسی۔ یہودی اور عیسائی۔ صابی مذہب دنیا کا بہت پرانا مذہب تھا جو کیلدیا والون یا کلدانیون کی علمی ترقی اور اسیریا والون کی زبردست تلوار کے زور سے دنیا مین پھیلا تھا۔ بابل کے کاہنون اور علم ہیئات جاننے والون نے دو ہزار سال کے تجربات سے خدا کی خدائی اور قدرت کے قوانین کو دریافت کر کے اس مذہب کو رواج دیا تھا۔ انھون نے اپنے قیاسی فیصلون کے مطابق سات دیوتا یا عقول مجردہ مقرر کیے تھے جن کو ساتون سیارون کا محافظ اور ان کی رفتار کا منتظم قرار دیا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ یہ ساتون دیوتا اپنے اپنے سیارون کی کرنون کے ذریعے سے دنیا پر اپنا قطعی اثر ڈالتے ہین اس اصول دینی کے منضبط کرنے کے بعد انھون نے ساتون سیارون اور منطقۃ البروج کے بارہ حصون یا برجون اور کرۂ فلک کی شمالی و جنوبی طرف کے چوبیس ستارون کو مختلف صورتون اور طلسمون کی وضع مین بنایا تھا۔ ساتون دن ساتون دیوتاؤن کے

نام سے وابستہ کردیے تھے۔ اور اسی طرح اور اصول بھی سیاروں کی حرکات اور اجرام فلکی کے تغیرات سے اخذ کرکے بتائے گئے تھے۔ یہ لوگ دن بھر مین تین دفعہ عبادت کرتے۔ اور حاران کا معبد قمران کی بہت بڑی زیارت گاہ بنا ہوا تھا۔ مدت ہائے دراز سے یہ اپنے مذہب پر عمل کرتے چلے آتے تھے کہ بابل و نینوا پر پارسیون کی حکومت ہو گئی جنھون نے اس مذہب کو مٹا کے اپنے زرتشتی مذہب کے پھیلانے کی کوشش کی۔ انھون نے اپنی فتحمندی کی رو مین بابل کی تمام قربان گاہین مسمار و منہدم کر دین۔ جس کا اتمام ایک مدت کے بعد سکندر اعظم کی تلوار نے لیا۔ صابئی مذہب والے غالباً عرب مین بھاگ کے اسی وقت آئے تھے جب اُن کے اصلی وطن پر ایرانیون کا حملہ ہوا تھا۔ لیکن جب سکندر نے مجوسیون

مجوسی | کی حکومت کو زیر و زبر کیا تو پارسیون کو بھی اسی عام مامن مین بھاگ کے پناہ لینی پڑی جہان اُن سے پیشتر اُن کے ہاتھ کے ستائے ہوئے صابئین نے پناہ لی تھی۔

یہودی | یہودی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت پیشتر عرب مین آ کے آباد ہوئے تھے۔ سب کے پہلے بخت نصر کے عہد مین بنی اسرائیل کا ایک بڑا گروہ ارض حجاز مین آیا تھا۔ مگر اُن کی زیادہ آمد و رفت بعثت محمدی سے سات سو برس پیشتر شروع ہوئی۔ سب سے بڑا گروہ اسرائیلیون کے اس ریگستان مین اسوقت آئے جب قیاصرۂ روم طیطوس اور ادریانوس کی فوجین ارض فلسطین کو تہ و بالا اور شہر یروشلیم کو تباہ و برباد کر رہی تھین۔ لیکن عربی مورخین کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قسطنطین اعظم کے بعد سے ظہور سرور کائنات تک رومی سلطنت یہودیون پر جو سخت مظالم کرتی رہی اُن کی وجہ سے یہودیون کے عرب مین آنے کا سلسلہ آخر تک قائم رہا۔ یہی مقام تھا جہان آ کے وہ عیسائیو کے دست ستم سے بچ سکتے تھے۔ چنانچہ اس ریگستانی سرزمین مین انھون نے جابجا معبد بنا لیے تھے۔ اور بدوی عربون کی دست برد سے بچنے کے لیے مختلف قلعہ تعمیر کر لیے تھے۔

عیسائی | یہودیون کے بعد عیسائی واعظ اور منادی بھی یہان آنے لگے۔ جن کو اکثر جگہ کامیابی ہوئی تھی۔ اور دین عیسوی اس کامیابی کے ساتھ پھیل رہا تھا کہ آنحضرت صلعم نہ پیدا ہوتے تو یقیناً تمام قبائل عرب اس مذہب کو اختیار کر لیتے۔ جن اضلاع مین روم کا اثر پڑا اور رومی واعظون کو کامیابی ہوئی۔ وہان کیتھولک مذہب پھیل رہا تھا۔ مانوی اور

عـــه گبن۔ عـــه ابن خلدون۔ عـــه گبن۔ عـــه ابن خلدون۔

مرقیونی فرقہ کے عیسائی بھی اپنی انجیلین لیے ہوئے دشت عرب مین آ گئے تھے۔ یمن کے کنیسون اور حیرہ و بنی غسان مین قریب قریب تمام لوگ یعقوبی اور نسطوری عقائد کے پابند تھے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیون کی کوشش سے بائبل یعنی یہود و نصاری کی مذہبی آسمانی کتابون کا ترجمہ بھی عربی زبان مین ہو گیا تھا۔

اہل عرب کی تقسیم بہ لحاظ معاشرت و طبقات

(از جناب مولنا شرر مرحوم)

اہل عرب کی تقسیم بلحاظ معاشرت باعتبار سکونت و طرز زندگی اہل عرب کی دو قسمین ہین۔ ایک تو وہ لوگ جو شہرون مین رہتے ہین اور جہان سکونت پذیر ہو گئے معمولا وہین بسر کرتے ہین۔ یہ حضری کہلاتے ہین۔ دوسرے وہ جو ریگ روان کیطرح صحراے عرب مین ہر طرف مارے مارے پھرتے ہین اور بالکل خانہ بدوش ہین۔ ان کا معمول ہے کہ جہان تھوڑی بہت رطوبت اور تر و تازگی نظر آجاتی ہے خیمہ ڈال دیتے ہین۔ اور چندروز بعد جب رطوبت نہین رہتی دوسرے مقام کی جستجو مین چل کھڑے ہوتے ہین۔ یہ بدوی یا اعرابی کہلاتے ہین۔ اور انھین کا معمول ہے کہ موسمی مناسبتون کے لحاظ سے کبھی جنوب کیطرف اتنے ہٹ آتے ہین کہ یمن اور حضرموت کے سواحل پہ چادرین تانتے ہین۔ اور کبھی شمال کیطرف اتنے بڑھ جاتے ہین کہ شام و عراق کے سرسبز میدانون مین پڑاو ڈالتے ہین[عہ]۔

تاریخی طبقات عرب یہ تقسیم تو باعتبار جغرافیہ یا ملکی حالت کے تھی مگر تاریخی حیثیت سے عربون کے چار طبقہ قرار دیے گئے ہین۔ عاربہ۔ مستعربہ۔ تابعہ۔ اور مستعجمہ۔ انھین چارون طبقات کے بیان کے ساتھ عرب کی تاریخ بھی ختم ہو جاتی ہے۔

عرب عاربہ عاربہ تو وہ عرب کہلاتے ہین جو سب کے پہلے اس سرزمین مین آکے آباد ہوئے تھے۔ اور قیاسات سے پتہ لگایا جا سکا ہے کہ وہ اطراف بابل و عراق یا بلاد شام سے

عہ گبن۔ عسہ ابن خلدون۔ سہ

آ کے یہان آباد ہوئے تھے۔ آریہ قوم کے ظہور سے پہلے ہر ملک مین یہی سمٹک قوم غالب
تھی۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ انھین کی بنی عم وہ قومین بھی تھین جو آریون کے آنے
سے پہلے ہندوستان مین آباد تھین۔ عرب عاربہ کی تمام شاخین مختلف قسم کے عذاب
الٓہی مین مبتلا ہو کے فنا ہو گئین۔ اور چند لوگ باقی رہ گئے تھے ان کو بعد والے عربون یعنی
عرب مستعربہ نے مغلوب کر کے مٹا دیا۔

عرب مستعربہ | مستعربہ کے خطاب سے وہ عرب یاد کیے جاتے ہین جو بظن غالب سواحل
افریقیہ سے اتر کے یمن مین آئے۔ اور آتے ہی سارے عرب مین پھیل گئے۔ ان کا ایسا
دور دورہ ہوا کہ اُن کے زمانے مین عرب عاربہ کا کہین پتہ بھی نہ تھا۔ ملوک تبابعہ
جن کی سطوت و حشمت کی کبھی دنیا مین دھوم تھی انھین عربون مین سے تھے۔ یہ
سب قحطان نام ایک شخص کی نسل مین ہونے کے سبب سے قحطانی کہلاتے تھے۔
مستعربہ اس لیے کہلاتے کہ اصلی عرب نہ تھے بلکہ عرب بن گئے تھے ظہور اسلام کے وقت
تک یمن و غسان و حیرہ و کندہ اسی طبقہ کے لوگون سے بھرا ہوا تھا۔

عرب تابعہ | تیسرا طبقہ عرب تابعہ کا ہے۔ جب حضرت اسمٰعیل اپنی والدہ کے ساتھ آ کے
عرب مین سکونت پذیر ہوے۔ قحطانیون سے ملے۔ اُن مین شادی کی۔ پھر نسل
اسمٰعیل عرب مین پھیلی اور غیر نسلون کے لوگ بھی آپ پر ایمان لاے۔ اور تمام عرب
ملت حنیفیہ ابراہیمی کا پیرو ہوا تو اس گروہ کے عرب عرب تابعہ کہے گئے۔ خواہ اس لیے
کہ حضرت اسمٰعیل پر ایمان لائے اور آپ کے پیرو ہوئے یا اس سبب سے کہ اس ملک مین
بعد آ کے آباد ہوے تھے۔ عدنانی و نزاری قبائل سب انھین عربون مین تھے۔

عرب مستعجمہ | اس کے بعد فتوحات اسلام نے جب قبائل عرب کو اقطار ارض مین پھیلا
اور وہ ممالک دور و دراز مین جا کے آباد ہوے۔ غیر قومون سے ملے۔ ان کی زبانین
بولین اور اُن کی وضعین اختیار کین تو وہ عرب مستعجمہ کہے جانے لگے۔ اس لیے کہ
باوجود عربی نژاد ہونے کے عجمی بن گئے تھے۔

ان طبقات کی تقسیم بہ لحاظ اُن مختلف اقوام کے کی گئی ہے جو وقتاً فوقتاً
عرب مین آ کے آباد ہوئین۔ اور قوت و عظمت حاصل کر کے بلاد عرب پر حکومت کرنے
لگین۔ کچھ ضرور نہین کہ ایک طبقے کے گذرنے کے بعد دوسرے طبقے کے عرب

شروع ہوں۔ نہیں ایک ہی وقت مین دو طبقون کے عرب موجود رہے ہین۔ لہذا خیال رکھنا چاہیے کہ ان طبقات کی تقسیم باعتبار زمانے کے نہین کی گئی ہے۔ بلکہ قوم اور نسل کے لحاظ سے ان چارون طبقات سے پیشتر کے حالات اس دور سے تعلق رکھتے ہین جو پری ہسٹارک کہلاتا ہے یعنی مورخین کی جستجو کے دائرے سے باہر ہے جس طرح اس پری ہسٹارک عہد کے حالات ہر جگہ پردۂ خفا مین ہین اسی طرح عرب کا حال بھی کسی کو نہین معلوم ہو سکتا۔

عرب عاربہ کی اہلیت | ملک عرب مین آریہ قوم کے لوگون نے کبھی قدم نہین رکھا۔ ابتدا سے آخر تک اس مین سمٹک قوم یعنی سام بن نوح ہی کی اولاد آباد رہی قیاسات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بابل اور عراق کے دیگر مقامات پر جب بنی حام نے حملہ کر کے سمٹک قوم کو شکست دی اور بنی سام وہان بے دریغ تہ تیغ ہونے لگے تو اُن مین کے بہت سے لوگ بھاگ بھاگ کے یہان کے ریگزارون مین پناہ گزین ہوے۔ اور یہی لوگ عرب عاربہ کہلائے۔ چند روز بعد انھین مین کے بعض گروہون نے تمدن مین یہان تک ترقی کی کہ بادشاہیان قائم کر دین اور بعض اس درجہ غیر متمدن رہے کہ صحراؤن مین پڑاؤ ڈالنے کے سوا کبھی شہرون مین آنے کا نام بھی نہ لیتے تھے۔ ان قدیم بالکل الاصل عربون کے مفصل اور اصلی حالات کا پتہ لگانا دشوار ہے جو چند باتین ان کی دولت و سطوت اُن کی جسمانی قوت اور اُن کے تن و توش کی نسبت بتائی جاتی ہین اُن مین قرآن پاک کے بیان سے زیادہ جو کچھ لکھا گیا ہے یا تو یہودیون کی کتابون سے ماخوذ ہے یا فقط زبانی روایتون سے دریافت کیا گیا ہے اور کہانیون سے زیادہ وقعت نہین رکھتا۔ اہل عرب کے اس پہلے طبقے مین جن چند قومون کے نام ہمین معلوم ہو سکے وہ یہ ہین۔ عاد۔ ثمود۔ طسم۔ جدیس۔ عمالقہ

ان کی قومین | امیم عبیل۔ عبد ضخم۔ جرہم۔ حضرموت۔ حضور۔ معین۔ اور بنی لحیان ان عرب عاربہ کو مورخین عرب بائدہ بھی کہتے ہین جس کے معنی ہلاک ہو جانے والے کے ہین۔ یہ آخری لقب اُن قومون کو اس لیے دیا گیا کہ اُن مین سے سب لوگ ہلاک ہو گئے۔ اور جو بچے ان کا بھی نام و نشان نہ باقی رہا۔

قوم عاد | ان عرب عاربہ مین سے پہلی جماعت یعنی قوم عاد تمام جنوبی اضلاع عرب مین

آباد تھی۔ ممالک یمن۔ عمان۔ اور حضرموت اس قوم کے تاجدارون کے تابع فرمان
تھے۔ اور خاص شہر احقاف ان کی سلطنت کا مرکز تھا۔ ان کا مورث اعلیٰ جس کا نام عاد تھا
عرب کا پہلا بادشاہ بتایا جاتا ہے۔ اور سنتے ہین کہ اس کی بیویون اور اولاد کی تعداد
بے انتہا اور بالکل غیر معمولی تھی۔ اس کی عمر کی نسبت بھی بہت کچھ مبالغہ کیے جاتے ہین۔
قوم عاد کے سب لوگ بت پرست تھے۔ اور کہ معلوم ہوتا ہے کہ مذہب صابئین کے
پیرو تھے۔ جب اُن کے عقائد باطلہ حد سے گذرے اور نافرمانیون اور بداخلاقیون

حضرت ہود

کی کوئی انتہا نہ رہی تو خدا نے حضرت ہود کو خلعت نبوت سے پیراستہ کر کے
اُن کے پاس بھیجا۔ جناب ہودؑ اُن لوگون مین گئے۔ ہر طرح سمجھایا بجھایا۔ توحید کی
تعلیم کی۔ مگر شنوائی نہ ہوئی۔ آخر جب اس پیغمبر برحق کی کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی تو
خدا نے قوم پر پہلا یہ عذاب نازل کیا کہ تین سال تک وہ لوگ قحط مین مبتلا رہے۔

جہان کعبہ ہے یہ جگہ اس سے پہلے بھی مقدس سمجھی جاتی تھی

کعبہ کی مقدس عمارت اس وقت تک نہین تعمیر ہوئی تھی
اور اُسکی جگہ ایک سرخ ٹیلہ پڑا تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے
کہ اُس ٹیلے کی برکت و مقبولیت کا حال لوگون کو اسی زمانے مین معلوم ہو چکا تھا
چنانچہ قوم عاد جب قحط مین مبتلا ہوئی تو سبھون نے اپنے چند سرغناؤن کو اس
پاک سرزمین کیطرف بھیجا کہ اس مقدس ٹیلہ پر کھڑے ہو کے پانی کے لیے دعا کرین
یہ لوگ کعبہ کے قریب کی کسی آبادی مین پہونچ کے معاویہ بن بکر نام ایک شخص کے مہمان
ہوئے جو اُن سے کچھ قرابت بھی رکھتا تھا۔ معاویہ نے بڑے اہتمام سے حق میزبانی ادا کیا
اسکی دو رنڈیان جو جرادتان کہلاتی تھین گاتی بجاتین اور شب و روز شراب کا دور
چلتا رہتا۔ قوم عاد کے وکیل ان لذتون مین اس درجہ محو ہوے کہ اپنے اصلی
فرض کو بھول گئے۔ پورا ایک مہینہ گزر گیا۔ اور دعا مانگنے کی نوبت نہ آئی۔ آخر ان ہوشیار
رنڈیون ہی نے اپنے ایک گیت کے ذریعہ سے انھین متنبہ کیا۔ اور ان کا قومی فرض یاد دلایا۔
جس کے یاد آتے ہی اُنھون نے کعبہ کے مقام پہ پہونچ کے درگاہ الٰہی مین دعا کی۔ فوراً
تین مختلف رنگون کے ابر نمایان ہوے۔ اور ہاتف غیب نے پوچھا۔ کس رنگ کا ابر

ع۵ عموماً مورخین لکھتے ہین کہ یہ لوگ خاص مکہ مین معاویہ بن بکر کے مہمان ہوے تھے مگر اسکا کیونکر یقین کیا جاسے
جب معلوم ہو کہ شہر مکہ حضرت اسمٰعیل کے ورود کے بعد آباد ہوا۔ اور اس مقام پر کوئی آبادی نہ تھی۔

جانتے ہو۔ ان سرکش اور متمرد آرزومندون نے سیاہ ابر کو پسند کیا جس مین زیادہ پانی کی امید کیجا سکتی تھی۔ فوراً یہ ابر جنوب کی طرف روانہ ہوا اور قوم عاد کے سرون پہ پہونچ کے ایسا برسا کہ پھر انھین کوئی دوسری بارش دیکھنا نصیب ہوئی۔ اس بارش نے قریب قریب ساری قوم عاد کو فنا کر دیا تھا۔ مگر جو چند لوگ ادھر ادھر بھاگ بھاگ کے بچ گئے تھے۔ وہ عاد ثانیہ کے لقب سے یاد کیے جاتے ہین۔ ان پہ لقمان نام ایک شخص نے حکومت شروع کی جو اسی قوم عاد مین سے تھا۔ الغرض اس عذاب الٰہی کے بعد بھی ایک ہزار سال تک عاد ثانیہ کے نام سے قوم عاد کی سلطنت قائم رہی یہانتک کہ سواحل افریقہ سے ایک دوسری قوم عرب مین آکے پھیلنے لگی جو اپنے آپ کو یعرب بن قحطان کی نسل سے بتاتی تھی۔ قحطانیون نے عاد والون کو اُن کے آباد مقامات سے مار کے نکال دیا۔

ان کا خاتمہ

جن کے خوف سے بھاگ کے وہ علاقۂ حضرموت مین چھپے۔ مگر قحطانی نسل اب اس قدر بڑھ رہی تھی کہ قوم عاد کے جو چند نام لیوا حضرموت مین باقی رہ گئے تھے تھوڑے ہی دنون مین فنا ہو گئے۔ اور عاد کا نام دنیا سے مٹ گیا۔

قوم ثمود

قوم ثمود کا مستقر و مرکز بلاد وادی القریٰ اور حجر تھے جو مغرب و شمال عرب مین واقع ہین۔ یہ لوگ ارض حجاز اور اس کے قریب کے سواحل بحر قلزم سے لے کے ارض فلسطین کی حدود تک تمام علاقہ ہاے عرب پہ قابض و حکمران تھے اور پہاڑون کو کاٹ کاٹ کے اور چٹانون مین کھود کھود کے اپنے لیے مکان بنائے تھے جو آج تک ویران پڑے ہین۔ اور اُن کے کمالات کوہ کنی اور اعلیٰ ذوق تعمیر کا

حضرت صالح

ثبوت دے رہے ہین۔ بت پرستی و ضلالت ان لوگون مین بھی تھی آخر خدا نے حضرت صالح کو مبعوث کر کے ان کی طرف بھیجا۔ مگر ہدایت پانا درکنار خدا کے پیغمبر کو اذیتین دی جانے لگین۔ اور اُن کے ناقے کی کوچین کاٹنے اور ان کے ہلاک کرنے کے بعد اس متمرد قوم پر بھی ایسا عذاب الٰہی نازل ہوا کہ بالکل فنا ہو گئی۔

عمالقہ

عمالقہ وہ پرانی اور قدیم الایام کی قوم ہے جو بنی اسرائیل کے ظہور سے پہلے تمام ملک شام و مصر و عرب مین دور دور تک پھیلی ہوئی تھی کہتے ہین کہ اہل عمان و بحرین اور اہل حجاز انھین مین سے تھے۔ قرآن مین جو لوگ قوم جبارین کے نام سے یاد کیے گئے ہین وہ بھی انھین کی ایک شاخ تھی۔ اور کنعانی کہلاتے تھے۔ (باقی آیندہ)

رجسٹرڈ نمبر ۱۳۲۱ے

مولانا مولوی عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم مغفور

کی یادگار

رسالہ

دلگداز

نمبر ۵ و ۶ بابت ماہ مئی و جون سنہ ۱۹۳۱ء جلد ۳۱

مرتبہ

محمد صدیق حسن ایڈیٹر

باہتمام

خاکسار حکیم محمد سراج الحق مینجر اور پرنٹر و پبلشر دلگداز

دلگداز پریس محلہ گنز بزن بیگجان لکھنؤ میں

چھپ کر شائع ہوا

چندہ سالانہ (عہ) مع محصول ڈاک

کارخانہ حسن الرحمن لکھنؤ کا اعلیٰ عطر
آپ ایک دفعہ آزما کے تو دیکھیں
عطر کے لئے لکھنؤ مشہور ہے۔ مگر افسوس ہے کہ جو عطر ہے وہ باہر والوں کو نہیں ملتا، کیونکہ کمیشن ال کی روانگی نوکروں کے ہاتھ
کے ذلیل فصل کا خمیازہ ان ہی غریبوں کو اٹھانا پڑتا ہے جو باہر سے منگوانے اور بے دیکھے خریدنے پر مجبور ہیں، اور بعض اشتہار دینے
والوں کی یہ حالت ہے کہ روپیہ کا مال دو کو اور کبھی چار کو بھیجدیتے ہیں۔ یہ تمام خرابیاں دیکھ کے ہم نے ذمہ لیا ہے کہ باہر کے جو صاحب طلب
فرمائیں ان کے لئے معتبر اور مستند کارخانوں سے عطر اعلیٰ درجے کے تیل وغیرہ خاص طور پر اہتمام کر کے مال بخوبی جانچ کے اور کفایت خرچ
کر کے روانہ کر دیا کریں جس کا بہت اچھا اور قابل اطمینان انتظام کیا گیا ہے۔
عطر کے شائق
ایک بار امتحاناً منگوا کر دیکھ لیں کہ ہمارے ذریعہ سے آپ کیسا اچھا عطر اور کن داموں کو ملتا ہے
عطروں کی فہرست حسب ذیل ہے
عطر حنا فی تولہ
موتیا
چمیلی
کیوڑا
خس
مولسری
اگر غرقی کہنہ
روح خس اصلی
مخلوط آصفی
بیلہ
مجموعہ
صدبرگ
جوہی
شگفتہ
چمپا
سیوتی
اگر غرقی کہنہ
ناگیسر
مخلوط عنبری
عطر عروس فی تولہ
برگ حنا
راحت روح
سہاگ
مہک پری
مٹی
گلاب اصلی
شہناز
محبوب پسند
خوشبودار تیلوں کی فہرست ملاحظہ ہو
روغن چمیلی فی سیر
روغن بیلہ فی سیر
روغن کیوڑا فی سیر
روغن حنا فی سیر
اعلیٰ درجہ کا خوشبودار عمدہ بامزہ تمباکو
زردہ تمباکو مشکی فی سیر
ایضاً زعفرانی
قوام مشکی فی تولہ
ایضاً
گولیاں تمباکو مشکی طلائی فی تولہ
نقرئی فی تولہ
نوٹ:۔ درخواست آنے ہی ویلو پی ایبل روانہ ہوگا، باردانہ و مصارف ڈاک ذمہ خریدار
آپکا خادم حکیم محمد سراج الحق منیجر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خاں لکھنؤ

(دنیا بامید قائم ہے)

موجودہ حالت گو وہ کیسی ہی اچھی یا بُری ہو انسان کے دل کے مشغلہ کو کافی نہین ہوتی۔موجودہ رنج و خوشی محبت و دوستی کی چیزین اتنی نہین ہوتین کہ انسان کے دل کی قوتون کو ہمیشہ مشغول رکھین اس لیے اس بڑے کاریگر نے جس نے انسان کے پتلے کو اپنے ہاتھ سے اور اپنے ہی مانند بنایا اس مین چند اور قوتین دی ہین جن کے سبب سے دل کے لیے کامون کی کبھی کمی نہین ہوتی۔اور ہمیشہ اور ہر وقت دل کے مشغول رہنے کا سامان مہیا اور موجود رہتا ہے۔انھین قوتون کے ذریعہ سے گذری ہوئی باتین پھر دل مین آتی ہین اور آئندہ کی باتون کا ان کے ہونے سے پیشتر خیال ہوتا ہے۔

وہ عجیب قوت جس کو ہم یاد کہتے ہین۔ہمیشہ پیچھے دیکھتی رہتی ہے۔جب کوئی موجودہ چیز ہم کو شغل کے لیے نہین ملتی تو وہ قوت پچھلی باتون کو بلا لاتی ہے اور اسی کے ذکر یا خیال سے ہمارے دل کو بہلاے رکھتی ہے اُن کی مثال جگالی کرنے والے جانورون کی ہے کہ وہ پہلے تو گھانس دانہ سب کھا لیتے ہین اور جب وہ ختم ہو جاتا ہے تو ایک کونے مین بیٹھ کر پھر اسی کو پیٹ مین سے نکال کر چباتے جاتے ہین۔

جس طرح کہ یاد پچھلی باتون کو خالی وقت مین ہمارے دل کے مشغلہ کو بلا لاتی ہے اسی طرح ایک اور قوت ہے جو آئندہ ہونے والی باتون کے خیال مین دل کو مشغول کر دیتی اور جس کا نام امید و بیم یا خوف و رجا ہے۔انھین دونون قسم کے

خیالون سے ہم آیندہ زمانہ تک پہونچ جاتے ہین۔ اور جو باتین کہ دور زمانہ مین شاید
ہونیوالی ہین اور ظلمات کے پردون مین چھپی ہوئی ہین اور بڑے گہرے اندھیرے
گڑھون مین پڑی ہوئی ہین۔ ان کو ایسا سمجھتے ہین کہ ابھی موجود ہی ہین۔ ان کے ہونے
سے پہلے ان کی خوشی یا رنج اٹھانے لگتے ہین یہان تک کہ اس زمانہ کا بھی جب نہ
یہ زمین ہوگی۔ نہ آسمان اور ہر چہار طرف سے لمن الملک الیوم کی آواز آتی
ہوگی ابھی خیال کر لیتے ہین۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ انسان کی زندگی صرف موجودہ
وقت پر محدود ہے۔

میرا ارادہ ہے کہ مین اس تحریر مین صرف اسی کا کچھ بیان کرون جس کو امید
کہتے ہین۔ ہماری خوشیان اس قدر کم و چندروزہ ہین کہ اگر وہ قوت ہم مین نہ ہوتی
جس سے انسان ان عمدہ اور دلخوش کن چیزون کا ان کے ہونے سے پہلے مزہ
اٹھاتا ہے جن کا کبھی ہو جانا ممکن ہے تو ہماری زندگی نہایت ہی خراب اور بدمزہ
ہوتی۔ ایک شاعر کا قول ہے کہ "ہم کو تمام عمدہ چیزون کے حاصل ہونے کی امید رکھنی
چاہیے کیونکہ کوئی چیز ایسی نہین ہے جس کی امید نہ ہو سکے۔ اور کوئی چیز ایسی نہین
ہے جو خدا ہم کو نہ دے سکے۔"

فارسی زبان مین مشہور مقولہ ہے کہ "تمنا را عیب نیست"۔ ایک ظریف نے کہا کہ
دنیا مین مجھے کسی چیز کا رنج نہین ہے کیونکہ امید مجھے ہمیشہ خوش رکھتی ہے۔ دوستون نے
پوچھا کہ کیا تم کو مرنے کا بھی رنج نہین ہے؟ اس نے کہا کہ یہ کیا عجب ہے کہ مین کبھی نہ مرون
کیونکہ خدا اس پر بھی قادر ہے کہ ایک ایسا شخص پیدا کرے جس کو موت نہ ہو اور
مجھ کو امید ہے کہ شاید وہ شخص مین ہی ہون۔ یہ قول تو ایک ظرافت کا تھا مگر سچ یہ ہے
کہ زندگی کی امید ہی موت کا رنج ہم سے مٹاتی ہے اگر ہم کو زندگی کی امید نہ ہوتی تو ہم سے
زیادہ بدتر حالت کسی کی نہ ہوتی۔ زندگی ایک بیجان چیز کے مانند ہے جس مین کچھ حرکت
نہین ہوتی۔ امید اس مین حرکت پیدا کرتی ہے۔ امید ہی کے سبب سے انسان مین
سنجیدگی اور بردباری اور خوش مزاجی کی عادت ہو جاتی ہے۔ گویا امید انسان کی
روح کی جان ہے ہمیشہ روح کو خوش رکھتی ہے اور تمام تکلیفون کو آسان کر دیتی ہے
محنت پر رغبت دلاتی ہے۔ اور انسان کو نہایت سخت اور مشکل کامون کے کرنے پر

آمادہ رکھتی ہے۔ امید سے ایک اور بھی فائدہ ہے جو کچھ کم نہیں ہے کہ ہم موجودہ خوشیون کی کچھ بہت قدر نہین کرتے اور اسی مین محو نہین ہو جاتے سکندر نے جب اپنا تمام مال و اسباب اپنے دوستون کو بانٹ دیا تو اس سے لوگون نے پوچھا کہ آپ نے اپنے لیئے کیا رکھا اُس نے کہا کہ امید۔ اسکی عالی طبیعت ان چیزون کی کچھ قدر نہین کرتی تھی جو اسکے پاس تھین بلکہ ہمیشہ اُسکا خیال کسی بہتر چیز کیطرف رہتا تھا۔

اگلے زمانہ کے لوگ بغیر امید کے زندگی کو نہایت ہی برا سمجھتے تھے۔ نقل ہے کہ خدا نے انسان کے پاس ایک صندوقچہ بھیجا جب اس کو کھولا تو اس مین سے ہر ایک قسم کی بلائین اور مصیبتین اور بیماریان جو انسان کو ہوتی ہین سب نکل پڑین۔ امید بھی اسی صندوقچہ مین تھی وہ نہ نکلی بلکہ ڈھکنے مین چمٹ رہی اور صندوقچہ ہی مین بند ہو گئی تاکہ مصیبت کے وقت انسان کو تسلی دے پس جس زندگی مین امید ہے اس سے بڑھکر کوئی خوش زندگی نہین ہے خصوصًا جبکہ امید ایک عمدہ چیز کی اور اچھی بنا پر ہو اور ایسی چیز کی ہو جو امید کرنے والے کو حقیقت مین خوش کر سکتی ہو انسبات کی حقیقت وہی لوگ خوب جانتے ہین جو سمجھتے ہین کہ زیادہ سے زیادہ خوشحال آدمی کے لیے بھی زمانہ موجودہ مین کافی خوشی نہین ہے۔

مین یہ بھی سمجھتا ہون کہ مذہبی زندگی مین عمدہ عمدہ چیزون کی بہت سی امیدین ہوتی ہین اور ایسی چیزون کی ہوتی ہین جو ہم کو پورا پورا خوش کر سکتی ہین دینی چیزون کی امیدین دنیوی چیزون کی امیدون سے بہت زیادہ قوی اور مضبوط ہوتی ہین کیونکہ ان مین عقل کے علاوہ مذہبی اعتقاد کی بھی نہایت قوت ہوتی ہے اس قسم کی امیدون کا خیال ہی ہم کو پورا پورا خوش رکھتا ہے بلا شبہ امید کے اثر سے انسان کی زندگی نہایت شیرین ہو جاتی ہے اگر وہ موجودہ حالت سے خوش نہین رہتا تو اس پر صبر تو ضرور آجاتا ہے۔ مگر مذہبی امیدین اس سے بھی زیادہ فائدہ مند ہین تکلیف کی حالت مین دل کو سنبھال لیتی ہین بلکہ اس کو اس خیال سے خوش رکھتی ہین کہ شاید یہی تکلیف اس امید کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہو۔ مذہبی امید گویا مردہ کو زندہ کر دیتی ہے اور اس کے دل کو غایت درجہ کی خوشی بخشتی ہے انسان اپنی تکلیفون مین خوش رہتا ہے اور روح اس بڑی چیز کے لیک لینے کو اچھلتی ہے جو ہمیشہ اسکی نظر مین رہتی ہے اور آخرکار اس امید کی خوشی مین اس فانی جسم کو چھوڑ دیتی ہے۔

کہ قیامت کے دن اس سے مل جاوے گی۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے نہایت مصیبت اور تکلیف کے وقت مین خدا کی مناجات مین اس مضمون کا گیت گایا تھا۔

مین ہمیشہ خدا کو اپنے سامنے رکھتا ہون وہ میرے داہنی طرف ہے اسی لیے مین گھبراتا نہین میرا دل خوش ہے میرا گوشت بھی اسی امید مین رہے گا کہ تو میری روح کو جہنم مین نہ ڈالے گا تو اپنی چیز کو خراب ہوتے ہوے نہ دیکھے گا۔ تو ہی مجھ کو زندگی کے طریق دکھلائے گا۔ تیرے ہی حضور مین خوشی کا کمال ہے۔ تیرے ہی داہنی طرف ہمیشہ کی خوشی ہے۔ آمین۔

پانی مین

دست نازک کے وہ چھینٹے وہ نہانا لب جو
ہائے وہ یار کا بے ساختہ پن پانی مین

نیچی نیچی وہ نگاہین وہ تبسم کی جھلک
سہمنا اور چرانا وہ بدن پانی مین

کبھی بالون کا جھٹکنا کبھی شانہ کرنا
دیکھنا عارض تابان کی پھبن پانی مین

قد زیبا کی درازی پہ یہ پھبتی کہنی
کیا تماشا ہے کہ ہے سرو چمن پانی مین

دم نظارہ یہ گستاخ ہوا کو تاکید
نقش بر آب نہ ہو عکس دہن پانی مین

پھینکنا رات کے ہار دن کو یہ کہہ کر اس کا
پھیل جائیگی ابھی بوے سمن پانی مین

گرمی شوق بڑھانے کے لیے یہ کہنا
کیا بھلی لگتی ہے سورج کی کرن پانی مین

غسل کے وقت یہ گفتار غضب نازش سے
کہ نہین دیکھ نہ اے سوختہ تن پانی مین

گریہ کیا تو نے اسی دن کو اٹھا رکھا تھا
دید کا نشہ نہ ہو جائے ہرن پانی مین

گرد ہون چشم سخن گو کے اشارے دم شوق
سرد ہو گرمی سودائے سخن پانی مین

دامن دشت نہ ڈھانکے تری نعش عریان
نہ ملے آب روان کا بھی کفن پانی مین

(نازش بدایونی)

جوگی

(سلسلہ کے لیے ملاحظہ ہو دلگداز اپریل سنہ ۱۹۳۱ء)

اور اُس مسجد مین پانچون وقت کی نماز پڑھنے لگا مجھے یہان رہتے چار ہفتہ سے زیادہ ہوگئے اور میرا شکار یعنی نور علی ہر جمعہ مین آیا مگر میری طرف نہ متوجہ ہوا دوسرے لوگ اسکے سامنے میری بہت عزت و توقیر کرتے بہت سے غرض مند مرے اکثر میری پابوسی کرتے اپنی حاجتین بیان کر کے دعا کراتے مین دعا بھی کرتا تعویذ بھی دیتا اور تعجب یہ تھا کہ میری دعا و تعویذ سے سیکڑون کو فائدہ بھی پہونچ جاتا اور انکی زبان سے تعریفین سُن سُن کر معتقدونکا گروہ بڑھتا جاتا مین نے اپنا معمول کر لیا تھا کہ صبح سات بجے سے لیکر ۹ بجے تک اور شام کو عصر کے بعد سے مغرب کے قبل تک حاجتمندون سے ملتا اور انکی خواہشین پوری کرتا رہتا جب مین نے سیکڑون تدبیرین کر ڈالین اور نور علی میرے دام تزویر مین نہ پھنسا تو ایک دن مین نے اپنے یارون سے مشورہ کر کے جمعہ کے فرض کے بعد اعلان کرادیا کہ شاہ صاحب کچھ آپ لوگون سے کہنا چاہتے ہین خدا نخواستہ انکا مطلب آج کل کے واعظون کی طرح کمانا نہین بلکہ دینا ہے - لہذا سب صاحب ٹھہر جائین اور جو کچھ وہ فرمائین اگر مناسب ہو تو قبول کرین - اب میرے اصلی ماننے والے بھی بہت ہوگئے تھے اور اہل مسجد مین سے بہت کم لوگ تھے جو میرے معتقد نہ ہون تاہم مین نے اپنے ملے ہوے یارون کو نور علی کے قریب بٹھا دیا تھا کہ اگر وہ جانے لگے تو اسے باتون مین لگا رکھیں دو چار منٹ الجھالین جیسے ہی لوگون نے نماز ختم کی مین اپنا کمبل بغل مین دبا کر اٹھ کھڑا ہوا اور بعد حمد و نعت کے کچھ نصیحتین بیان کر کے کہا کہ موسم سرما سر پر آگیا ہے اور میرا معمول ہے کہ ہر سال اس موسم کے آغاز مین مسلمان بیواؤن کو رضائیان اور ایک ایک جوڑا کپڑا اور دو دو روپیہ نقد دیا کرتا ہون یہان چونکہ مین تازہ وارد ہون لہذا مجھے علم نہین کہ کس قدر بیوائین موجود ہین مین چاہتا ہون کہ کوئی ایسے صاحب اس کام مین میرا ہاتھ بٹائین جو ایمان دار ہون - اور اپنے ذریعہ سے شہر کی کل بیواون کی فہرست اگلے جمعہ تک بنوا دین - یہ کام مین مفت لینا نہین چاہتا بلکہ (ایک پوٹلی بغل سے نکالکر) یہ روپیہ اسکے معاوضہ مین دونگا - میرا یہ کلام سنکر اور روپیون کی پوٹلی دیکھ کر بہت سے لوگ آمادہ ہوگئے - اور ہر طرف سے میری تعریفین ہونے لگین - اب مین نے سب کو اپنی طرف ہمہ تن متوجہ پا کے کہا تو پھر آپ لوگ مشورہ کر کے مجھے کسی ایسے صاحب سے ملا دین جو متدین بھی ہون اور یہ کام خوشی سے انجام دیدین - یہ سنکر میرا ایک ساتھی جو ظاہر مین غیر بنا ہوا تھا اور پہلے سے وہین مقیم تھا بول اٹھا کہ اس کام کے واسطے شیخ

نور علیصاحب سے زیادہ کوئی موزون نہین ہے اسکے بعد اور لوگون نے بھی اسکی تائید کی اور مین نے وہ پوٹلی شیخ صاحب کو دیکر کہا کہ شیخ صاحب لیجیے یہ دو سو روپیہ ہے اسے آپ فہرست بنانے والون کی نذر کیجیے مگر ایسے لوگون سے کام لیجیے جو ایماندار ہون اور غلط خانہ پری نہ کرین۔ شیخ صاحب نے پہلے کچھ معذرت کی پھر روپیہ رکھ لیے۔ اور سب لوگ میری تعریفین کرتے ہوئے اپنے اپنے گھرون کو چلے گئے۔ اب دوسرا جمعہ آیا اور شیخ صاحب بعد فراغ نماز خود ہی آکر مجھ سے ملے اور بیان کیا کہ سارے شہر مین کل ۴۴۱۲ بیوائین ہین یہ فہرستین اور ایک سو تینتالیس روپیہ دیکر کہا۔ کہ اس کام مین صرف ۵۷ روپیہ خرچ ہوے ہین باقی واپس لے لیجیے اور اس فہرست کے موافق تقسیم کرا دیجیے مین نے جواب دیا شیخ بابا فقیر جو روپیہ نکال چکا وہ اب واپس نہین لے سکتا۔ اور یہ فہرستین بھی آپ اپنے پاس رکھئے اینده جمعہ کو انشاء اللہ رضائیان اور کپڑے آجائینگے آپ ہی تقسیم کرا دیجیگا۔ یہ سنکر شیخ صاحب خوش ہوے اور میرے اس نیک کام کی داد دینے لگے۔ مین نے کہا کہ شیخ بابا فقیر کے پاس جو کچھ تھا ہی کیا ہے اور جو ہے وہ غریبون ہی کے واسطے ہے کسی نہ کسی طرح تقسیم کر دیتا ہون۔ کیونکہ اس کام سے بہتر اور کوئی نیک کام نہین ہے۔ اب شیخ صاحب بظاہر مجھ سے مانوس تھے اور دیگر معتقدون کی طرح میرے پاس ادب سے بیٹھے ہوے تھے جب مجمع ذرا کم ہوا تو انھون نے بھی اٹھنا چاہا مگر مین نے یہ کہکر کہ شیخ بابا تجھ سے ابھی کچھ کام لینا ہے روک لیا۔ میرا یہ فقرہ سنکر دوسرے لوگ ہٹ گئے اد ہر مین نے شیخ صاحب کو اپنی بغل سے ایک پوٹلی نکالکر دی اور کہا کہ شیخ بابا۔ یہ ڈہائی سیر سونا ہے اور خیال ہے کہ جو فہرست تو نے دی ہے اسکے مطابق اس سونے کی قیمت سے سب چیزین طیار ہو جائینگی۔ اسے لے جا اور فروخت کر کے اپنے انتظام سے سب چیزین اگلے جمعہ تک طیار کرا دے۔ شیخ صاحب نے پہلے رومال کھولکر سونا دیکھا پھر اسے لیکر میری دست بوسی کر کے اپنے گھر سدہارے اور مین بھی اپنے گھر واپس چلا آیا۔ اگلے جمعہ کو جو مسجد مین گیا تو کیا دیکھتا ہون کہ سارا صحن مسجد بڑے بڑے گٹھرون سے بھرا ہوا ہے اور شیخ صاحب ان کے پاس کھڑے ہوے دوسرے لوگون سے میری تعریفین کر رہے ہین۔ مین نے وہ گٹھر دیکھ کر ان سے اپنی خوشنودی ظاہر کی اور کہا کہ ان گٹھرون کو یہان لانے کی ضرورت نہ تھی اپنے گھر ہی پہ رکھے ہوتے یہ خیرات نہین ہوئی بلکہ لوگون کو دکھلانا ہوا ایسی خیرات خداوند کی درگاہ مین مقبول نہین ہوتی۔ مگر اب تو تو لے ہی آیا ہے بعد جمعہ ہین سے ایماندار لوگون کے ذریعہ سے تقسیم کرا دے اور ہان تجھے نقد روپیہ بانٹنے کی بھی ضرورت ہوگی وہ بھی

مجھ سے بعد جمعہ لے لینا۔ شیخ جی نے مسکرا کر کہا کہ بابا ابھی اس سونے میں سے کچھ روپیہ میرے
پاس ہے۔ میں بعد جمعہ حساب پیش کروں گا۔ اور جو کچھ ضرورت ہوگی لے لوں گا۔ میں نے کہا
کہ حساب کی ضرورت نہیں جو کچھ تیرے نزدیک کمی ہو لے لینا۔ فقیر کو حساب کتاب سے مطلب
نہیں۔ اب موذن نے خطبے میں شریک ہونے کے واسطے اذان دی۔ اور سب لوگ خطبے میں شامل
ہونے کے واسطے چلے۔ بعد نماز شیخ جی نے مجھ سے اکہزار روپیہ کے قریب کی رقم مانگی اور اسکے
معاوضہ میں بھی میں نے ایک سونے کی اینٹ انہیں دیدی۔ یہ اینٹ لیتے وقت انہوں نے
کہا کہ بابا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے جواب دیا
کہ فقیر کا دروازہ امیر و غریب کے واسطے یکساں کھلا ہوا ہے جب تیرا جی چاہے چلا آ۔ یہ جواب
سن کر وہ خوش خوش اپنے گھر گئے۔ اور گھر ہو تحکر کپڑوں اور روپیوں کی تقسیم کا انتظام کرنے
لگے۔ ان کپڑوں کے بٹنے کے بعد میری بڑی شہرت ہوئی۔ اور شہر کے بڑے بڑے مہاجن
و رئیس آ آکے میرے پاس گھنٹوں بیٹھنا فخر سمجھتے مگر میں خلاف وقت کسی سے نہ ملتا
اور جہاں میرا وقت ختم ہو جاتا پاس بیٹھنے والوں سے کہدیتا کہ اب فقیر کا یاد الہی میں
مشغول ہونے کا وقت آگیا۔ لہذا بابا جاؤ اور اپنا اپنا کام کرو۔ ابھی شیخ بابا کی آمد
میرے در تک ساتھ ہوئی تھی کہ مجھے اپنے مستعد چیلوں سے معلوم ہوا کہ حکام میری نگرانی
کر رہے ہیں اور انہیں فکر ہے کہ اس قدر دولت اس بے نوا فقیر کے پاس کہاں سے آئی
اور سارا شہر کیوں اس کا گرویدہ ہو رہا ہے۔ اس سے مجھے قدرے تشویش ہوئی
مگر جب میرے ساتھیوں نے اس افسر کا پتہ لگایا جو میری نگرانی کے واسطے متعین تھا اور
اکثر خاص معتقدوں کی طرح میرے پاس زیادہ دیر تک بیٹھا رہتا تھا مجھے اطمینان ہو گیا
ایک روز سب کو رخصت کرتے وقت میں اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہمراہ مکان کے اندر
لے آیا اور اسے اپنے کشف و کمالات کا گرویدہ بنا کر کہا کہ بابا تیرے واسطے فقیروں کی راہ
میں پڑنا اچھا نہیں ہے۔ پھر خدمتگار کو سلفہ بھرنے کا حکم دیا اور جب وہ لیکر آیا تو میں نے
ان سے کہا کہ بابا اسے پی لے اور اپنے گھر جا۔ جب وہ حقہ پی چکے اور میرے حکم کے
مطابق جانے کی اجازت چاہی تو میں نے کہا کہ اپنا صافہ اتار اور میرے سامنے کر۔
انہوں نے اپنا صافہ اتار کر دونوں ہاتھوں میں لیکر سیدھا میرے سامنے پیش کیا
میں نے ذرا ترش روئی سے کہا کہ افسوس تیری تقدیر الٹی ہے اس کے واسطے

کوئی شخص کچھ نہین کر سکتا۔ یہ کہکر مین نے یہ شعر پڑھا۔

گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ ۔ بآب زمزم و کوثر سفید نتوان کرد

پھر کہا کہ جلدی سے اپنے صافہ الٹا کر کے اپنے دونون ہاتھون مین لے۔ اور۔
اور اس نے جیسے ہی صافہ کو الٹا کر کے اپنے ہاتھون پر رکھ کر میرے سامنے پیش کیا
مین نے وہی چلم حقہ پر سے اتار کے جو اس نے ابھی ابھی پی تھی اسکے صافہ مین ڈال کر
اسکے دونون ہاتھون سے صافہ کا منھ اچھی طرح دبا دیا۔ وہ ڈرا اور جھجکا تو مین نے
کہا کہ بابا فقیر کی کسی بات کو تعجب سے نہ دیکھ تو خیال کرتا ہے کہ میرا صافہ جل جائے گا
اس کا ایک ار دیان بھی نہ جلے گا اور خبردار اسے یہان پر راستے مین نہ کھولنا بلکہ اسے
رومال مین باندھ کر گھر لے جا اور جو کچھ تیری تقدیر کا ہے حاصل کر۔ وہ اس
صافہ کو جس طرح مین نے کہا تھا باندھ کر لے گیا اور پھر میرے پاس اسطرح سے آنا چھوڑ دیا
کبھی کبھی آتا تو بہت عقیدت سے آتا اور سلام کر کے رخصت ہو جاتا تھوڑے دنون بعد مجھے معلوم ہوا
کہ اس نے اپنے افسرون کو رپورٹ پیش کر دی کہ وہ ایک فقیر کامل ہے اور کامل نہین تو کیا گرضرور ہے
کیونکہ اسنے میرے صافہ مین ایک مرتبہ جلتی ہوئی چلم ڈالکر کہا کہ جا اسے گھر جا کر کھول جب گھر پہونچ کر
بیٹھے کھولا تو بجاے کوئلے کچھ جلی ہوئی راکھ اور پانچ تولہ سونے کی ڈلی پائی۔ اسکے علاوہ دو مہینے کی
مدت مین مین نے ہر طرح تجربہ کیا مگر اس فقیر کو مکر و فریب سے دور ہی پایا۔ اس درمیان مین شیخ
نور علی صاحب کئی مرتبہ میرے مکان پر آئے مگر چونکہ میرے وقت پر ایک مرتبہ بھی نہین
آئے تھے لہذا میرے دربان نے انھین یہ کہکر ٹالدیا کہ عبادت و ریاضت مین
مشغول ہین آخر ایک جمعہ کو انھون نے مجھ سے دربان کی شکایت کی اور کمال
عقیدت سے عرض کیا کہ اگر مجھے غیر وقت مین حضور اپنی خدمت مین حاضری کی
اجازت دیدین تو کمال سرفرازی و بندہ پروری ہو۔ مین نے مسکرا کر جواب
دیا کہ شیخ بابا تو نے میرا کام ایسی ایمانداری سے کیا ہے کہ تعریف نہین ہو سکتی
لہذا تجھے میرے پاس آنے سے کوئی شخص روک نہین سکتا۔ مگر دیکھ فقیر کے پاس
خیرات کا حساب دینے کی غرض سے نہ آنا ہان دوسرے کام سے آ۔ اور فقیر کا گھر
اپنا ہی گھر سمجھ مین تجھے غیر نہین سمجھتا اور تیری پیشانی مین وہ علامتین پاتا ہون
جن کی مجھے تلاش تھی۔ میرے یہ فقرے سن کر انھون نے میرے پاؤن چوم لیے

اور عرض کیا کہ یا حضرت جو کچھ میرے دل میں تھا وہ آپ کی زبان پر آگیا۔ واقعی میں حساب پیش کرنے کے واسطے اور ایک دوسری غرض بھی لیکر حاضر ہونے والا تھا۔ تو میں کب حاضر ہوں۔ میں بولا شیخ بابا جس وقت تیرا جی چاہے آ۔ مگر فقیر کا راز کسی کے سامنے اپنی زبان پر نہ لا۔ یہ جواب سنکر وہ ادب کے ساتھ میری دست بوسی کرکے گھر سدھانے اور میں دیگر معتقدوں کے جھرمٹ میں آکر اپنے گھر میں بیٹھ رہا۔ دوسرے دن دوپہر کو تنہا شیخ صاحب تن تنہا بغیر اطلاع میرے گھر میں گھس آئے اور میں انھیں دیکھکر بظاہر گھبرا سا گیا۔ اس وقت میرے سامنے آگ روشن تھی اور کچھ کیمیا گری کا سامان رکھا ہوا تھا میں نے انھیں دیکھتے ہی آگ پر پانی سے بھرا ہوا گھڑا الٹ دیا اور اس بجھی ہوئی آگ اور کل سامان پر کمل ڈال کر ان کی طرف لپکا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر دوسرے کمرے میں لیجا کر بٹھایا اور اللہ و رسول کی باتیں کرنے لگا۔ اب شیخ بابا ظاہر میں میری باتیں سن رہے تھے مگر دل میں میری کیمیا گری کے قائل تھے انھیں سونے کی اینٹیں دیکھ کر پہلے ہی خیال تھا کہ اسے کیمیا بنانا آتا ہے اور آج تو عین الیقین اور حق الیقین تک پہونچ گیا تھا میں نے ان کے دل کی یہ حالت باتوں باتوں میں تاڑ کر کہا۔ شیخ بابا فقیر کی ظاہری حالت پر نہ جا وہ کبھی رہ گذر سے خاک اٹھا کر سونا بنا دیتے ہیں اور کبھی سونے پر ایک نظر ڈالنے کے بعد خاک کر دیتے ہیں تو ان پھیروں میں نہ پڑ اور اپنا مطلب بیان کر"

نور علی نے یا حضرت آپ تو غیب کا حال جانتے ہیں۔ میری غرض بھی آپ پر روشن ہوگی اس وقت تو آپ کا یہ ادنیٰ غلام یہ غرض لیکر حاضر ہوا ہے کہ حقیر کی نان جویں قبول فرماکر شرف سعادت عطا فرمائیں اور آنحضرت کی لونڈی بھی حضور کے دیدار فیض آثار کی متمنی ہے اسے بھی قدمبوسی کی عزت بخشیں"

میں نے شیخ بابا۔ میں نے تو کہدیا کہ تیری پیشانی سے سعادت کا نور چمک رہا ہے تو جو کہے گا میں اسے قبول کروں گا۔ بہتر ہے کل یا پرسوں جب جی چاہے مجھے اپنے ساتھ لے چل مگر اس کا خیال رکھ کہ فقیر نان جویں اور سبزی کے علاوہ کچھ نہ کھائے گا"

نور علی نے حضور کی اس بندہ نوازی کا میں کہاں تک شکر گذار ہوں اتنی التماس اور قبول ہو کہ یہ دعوت نان جویں تک نہ رہے۔ کیونکہ میرا ارادہ ہے کہ میں اپنے اعزا اور شہر کے

دیگر دسا، کو بھی آپ کے آتش خوار دن مین شریک کرد ن کہ ان کو اس نعمت سے محروم رکھنا بھی اچھا نہین سمجھتا اور ان کے سامنے نان جو ین حضور کے سامنے کھنا اپنی ہتک سمجھتا ہون ؟

مین :- شیخ بابا ایسی دعوت مجھے اچھی نہین معلوم ہوتی ۔ مین دعوت شیراز پسند کرتا ہون ۔ مگر تو کہتا ہے کہ میری ہتک ہوگی ۔ واللہ باللہ تجھ سے عزیز کی ہتک مجھے گوارا نہین ہوسکتی ۔ تو جو جی چاہے کھلا ۔ مگر دیکھ ایک ایک مسلم مرغ اور عمدہ قسم کی مٹھائیان سب کے سامنے ضرور ہون "

شیخ نورعلی :- بہت بہتر یہ سب سامان ہو جائیگا ۔ مگر حضور کل یا پرسون کا دن نہ رکھین کیونکہ جلدی مین اسکا امکان ہے کہ یہ انتظام نہ ہوسکے ۔ مسلم مرغ پکوانے کے واسطے مجھے خاص باورچیون کی ضرورت ہوگی اور ممکن ہے کہ جلدی مین انکا انتظام نہ ہو سکے اگر حضور مناسب سمجھین تو جمعرات کا دن مقرر فرمادین ۔

مین :- بیشک جیسا انتظام ہو جائے مجھے کہنا ۔ مین نے مسلم مرغ اسواسطے کہے کہ وہ سر اٹھائے ہوئے ہر ایک کے آگے کھڑے ہونگے ۔ اور اس سے تیری عزت چہار چند ہو جائیگی اور مٹھائیان اسواسطے کہین کہ شیرینی آنحضرت کو پسند تھی اور کوئی دعوت بغیر اسکے مقبول نہین ہوسکتی "

شیخ نورعلی :- حضور کی یہ مصلحت مین سمجھ گیا تھا ۔ اب اجازت دیجیے آنحضرت کی لونڈی بے چینی سے منتظر ہوگی کہ آپ نے دعوت قبول فرمائی یا نہین ۔ مین اسے جا کر خوشخبری سناؤن "

مین :- اچھا بابا ۔ جا خدا حافظ "

شیخ نورعلی تو دعوت کا اقرار لیکر چلے گئے اور مین خوش تھا کہ اب لاسا تیار ہوگیا اور کچھ دنون کے بعد یہ سونے کی چڑیا میرے جال مین ہوگی ۔ چہارشنبہ کی شام کو مین عمداً اپنی جائے قیام سے کھسک گیا ۔ اور اپنے بنے ہوئے خادمون کو ہدایت کی کہ کل جب نورعلی بلانے کیواسطے آئین تو کہدینا کہ ان کا رات سے پتہ نہین اور کسی کو نہین معلوم کہ وہ کہان ہین ۔ اگر آپ سے وعدہ کیا ہے تو کھانے کے وقت ضرور آجائین گے ۔ دوسرے دن حسب قرارداد شیخ نورعلی میرے مکان پر آئے اور مجھے موجود نہ پاکر بہت پریشان ہوئے ۔ کچھ دیر انتظار مین بیٹھے رہے اور جب میرا پتہ نہ لگا تو مایوس ہوکر خادمون سے کہنے لگے ۔ کہ اگر شاہ صاحب نہ آسکے تو دشمنون مین ذلیل ہونے کے علاوہ میرا بڑا نقصان ہوگا ۔ میرے

خادمون نے جو پڑھے ہوے جن تھے یہ سُن کر میری ولایت و عظمت کی شان ایسے الفاظ مین بیان کی کہ شیخ جی کا اعتقاد میری طرف چوگنا ہو گیا۔ میرے خادمون نے دبے الفاظ مین یہ بھی کہدیا تھا کہ شاہ صاحب غاصبانہ اور حرام کی کمائی کی دعوت کبھی نہین کھاتے آپ کی کمائی تو تجارت کی ہے لہٰذا یہ شبہ نہین ہو سکتا۔ مگر شاہ صاحب کا یکبارگی چلا جانا تعجب سے خالی نہین۔ بہر حال آپ اطمینان رکھین اگر کوئی خاص بات نہ ہوئی تو انشاء اللہ دیر سویر ضرور آجائین گے۔ آپ جائیے اور تھوڑی دیر انتظار کیجیے۔

شیخ صاحب نے میرے انتظار مین دوپہر کے بجاے رات کے نو بجے تک احباب کو ٹھہرا رکھا اور جب میرا پتہ نہ چلا تو سب لوگون کو کھلا پلا کے رخصت کر دیا۔ دوسرے دن جمعہ تھا مین قبل جمعہ کے واپس آگیا۔ اور شیخ صاحب سے بعد جمعہ ملاقات ہوئی۔ تو مین نے چند الفاظ مین اپنی معذرت ظاہر کر دی۔ شیخ صاحب نے دوران گفتگو مین یہ بھی ظاہر کیا کہ میری کمائی کل کی کل تجارت کی ہے اس مین حرام کا شائبہ تک نہین۔ مین نے کہا بابا سچ کہتا ہے۔ مگر بہت سی ایسی باتین ہین جو انسان کو معلوم نہین ہوتین۔ اور وہ شرعی نقص مین آجاتی ہین۔ اسی مین بنک مین روپیہ کا جمع کرنا بھی ہے جو اکثر سود مین آجاتا ہے۔ مگر لوگ سمجھتے ہین کہ وہ سود نہین۔ اسی واسطے حضرت علیہ السلام نے آنحضرت کے اس قول سے "الحلال بین و الحرام بین و بین ذالک امور مشتبہات" (یعنی حلال بھی ظاہر ہین اور حرام بھی ظاہر ہین۔ اور ان کے درمیان مین جو ہے وہ مشتبہات مین سے ہے) اخذ کر کے لوگون سے کہا کہ جس مین تمھین شبہ ہو وہ چھوڑ دو میری اس تقریر سے شیخ صاحب کے دل مین میری طرف سے اگر کچھ تھوڑی بہت بدگمانی بھی تھی تو جاتی رہی اور اس بدگمانی کے بجاے خوش اعتقادی بڑھ گئی۔ کیونکہ اس دعوت کے واسطے روپیہ انھون نے بنک ہی سے منگوایا تھا۔ اب انھون نے ایک دن اور دعوت کا مقرر کیا اور مین اپنے تین خادمون کے ساتھ وقت مقررہ پر ان کے گھر پہونچا۔ میری آمد کی خبر سنتے ہی شیخ جی مع اپنے چند اعزا کے گھر سے باہر نکل آئے اور سب بہت ہی عقیدت کے ساتھ مجھے اپنے جلو مین لیکر چلے۔ نشست کی جگہ پر پہونچے تو سب مہمانون نے کھڑے ہو کے میرا استقبال کیا اور مرحبا مرحبا اور تعال تعال کے نعرے لگاے۔ شیخ جی نے مجھے صدر مین لیجا کے ایک بہت ہی عمدہ اونی قالین پر بٹھایا۔ اور

خود کھڑے ہو کر مگس رانی کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر مین نے ان سے کہا کہ فقیر کو ان لغویات
سے نفرت ہے۔ آ میرے پاس بیٹھ اور یہ جو تمام انتظام کیا ہے یہ میرے واسطے راحت
نہین بلکہ کلفت ہے خیر اب تو تو کر ہی چکا ورنہ فقیر کے واسطے ایک بوریہ
کافی تھا۔ تیرا روپیہ مفت مین خراب ہوا۔ نہ خدا خوش۔ نہ فقیر کو مسرت! اگر یہی
روپیہ تو غریبون پر صرف کرتا تو خدا بھی خوش ہوتا۔ اور فقیر کے واسطے بھی باعث
مسرت تھا۔

میری یہ باتین سن کے نور علی کچھ جواب دینا چاہتا تھا۔ مگر مین عمداً
دوسری طرف متوجہ ہو کر لوگون سے باتین کرنے لگا۔ ابھی مین ان کی خیریت ہی
پوچھ رہا تھا کہ نور علی نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ چلیے یا حضرت تناول فرمائیے۔
کھانے کا انتظام دوسری جگہ تھا۔ مین نور علی کے ساتھ اس کے اعزا کے جھرمٹ مین
خراماں خراماں روانہ ہوا۔ کھانے کا کمرہ بھی بہت ہی نفاست سے سجا ہوا تھا۔
دسترخوان پہلے ہی سے بچھا دیا گیا تھا۔ اور اس پر اعلیٰ اعلیٰ درجے کے کھانے چنے
ہوئے تھے یہان بھی میرے بیٹھنے کے واسطے خاص انتظام کیا گیا تھا۔ میرے
دسترخوان پر بیٹھتے ہی سب لوگ قرینے سے بیٹھ گئے۔ نور علی میرے سامنے ایک
ایک قاب پیش کرتا جاتا اور مین ہر ایک مین سے ایک ایک لقمہ کھاتا جاتا تھا۔ پھر وہی
قاب نور علی بطور تبرک کے دوسرے لوگون کے سامنے پیش کر دیتا۔ اور سب لوگ
اس مین سے ایک ایک لقمہ لیکر واپس کر دیتے۔ کھانے چونکہ کئی قسم کے تھے۔ لہذا
ہر ایک مین سے ایک ہی ایک لقمہ کھانے سے میرا پیٹ بھر گیا۔ اب نور علی نے
اصرار شروع کیا کہ اور کھائیے۔ مین اول تو کم کھانا ہی چاہتا تھا۔ دوسرے
حقیقتاً میرا پیٹ بھر چکا تھا۔ لہذا مجبوری ظاہر کی اب لوگون نے کہنا شروع
کیا کہ میان صاحب کھانا بہت ہی کم کھاتے ہین۔ بعض خوش اعتقادون نے یہ نئی
بات پیدا کی کہ کھانا سب لوگون نے پیٹ بھر کے کھا لیا۔ مگر یہ میان صاحب کی کرامت
ہے کہ دسترخوان پر ہر چیز افراط سے موجود ہے۔

کھانے سے فراغت کرکے مین پھر اپنی پرانی جگہ پر آ بیٹھا۔ اور دوسرے لوگ
مجھے سلام کر کرکے رخصت ہونے لگے۔ جب سب لوگ چلے گئے تو نور علی نے خواہش

کی کہ مین اسکی بیوی اور بچون کو بھی اپنی زیارت سے شرف بخشون ۔ اسکی یہ آرزو سنکر مین اس کے ساتھ زنانے مین گیا۔ جیسے ہی اندرونی دروازے مین قدم رکھا ایک ماہ لقا خاتون نے بہت ہی ادب کے ساتھ آگے بڑھ کے میری دست بوسی کی مین نے اپنا بابرکت ہاتھ اسکی پیٹھ پر پھیرا۔ اور دعائے برکت دیتا ہوا آگے بڑھا کچھ دور پر سامنے ہی میرے واسطے مسند بچھی ہوئی تھی مین بے تکلف اس پر جا بیٹھا مسند کے ایک کونے پر نور علی اور دوسرے کونے پر اسکی بیوی بیٹھ کر باتین کرنے لگی۔ ابھی باتون کا سلسلہ ختم نہ ہوا تھا کہ نور علی نے ایک خادمہ کو آواز دیکر اپنے بچون کو طلب کیا اور جب وہ آئے تو انھین میرے قدمون پر گرا کے دعا کے خواہشمند ہوئے مین نے دونون بچون کو اُٹھا کر اپنے برابر بٹھا لیا۔ اور انھین پیار کر کے بہت سی دعائین دین۔ پھر اپنی جیب سے سونے کی دو ٹکیان (جو کسی طرح دعوت کے صرفہ سے کم نہ تھین) نکال کر دونون بچون کو دین۔ نور علی اور اسکی بیوی نے یہ ٹکیان دیکھ کر نہایت ادب سے عرض کیا کہ حضور نے یہ عطیہ مرحمت فرما کر ہمین شرمندہ کر دیا مگر مین نے لاپروائی سے کہا کہ تم کیا جانو یہ فقیر کا پہلا تبرک ہے اسے اچھی طرح رکھو مجھے تم دونون کی پیشانیون سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے نصیبے ور ہو اگر اللہ نے چاہا تو تمھارے گھر کے در و دیوار چند دنون مین سونے چاندی کے نظر آئینگے اور سارے شہر کے لوگ دیکھ دیکھ کر تعجب کرین گے۔ یہ کہہ کر مین نے اُٹھنا چاہا تو نور علی کی بیوی نے مجھ سے پھر آنے کا وعدہ لیا اور مین یہ وعدہ کر کے اپنے گھر چلا آیا اب نور علی کا معمول ہو گیا تھا کہ روزانہ صبح و شام میرے پاس آتا۔ اور دوسرے تیسرے روز مجھے اپنے گھر لے جاتا۔ ایک دن باتون باتون مین نور علی کی بیوی نے اپنے بڑے بچے کیطرف اشارہ کر کے جو تقریباً آٹھ دس سال کی ایک خوبصورت لڑکی تھی عرض کیا کہ شاہ صاحب یہ بچی روزانہ صبح اُٹھ کر گھر کے در و دیوار پر نظر ڈال کر کہتی ہے کہ شاہ صاحب نے ابتک ہمارے مکان کے در و دیوار سونے کے نہین بنائے۔ مین نے یہ سنکر اس لڑکی کو اپنی گود مین بٹھا لیا۔ اور پیار کر کے کہا کہ بٹی تو مجھ سے کیا کہتی ہے اور جب اس نے اس سوال کو پھر دہرایا۔ تو مین نے اسے پیار کر کے کہا کہ گھبراؤ نہین اگر تمھارے باپ نے چاہا تو تمھارے سارے گھر مین سونا ہی سونا نظر آنے لگے گا۔

یہ سُنکر نور علی ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ شاہ صاحب مین ہر طرح کی خدمت کرنے کو طیار ہون۔ آپ اس بچی کی خواہش اپنے اقرار کے موافق پوری کر دیجیے اس کا یہ کلام سُنکر مین نے اس کی بیوی کیطرف دیکھا۔ اور جب بیوی نے بھی اسی خواہش کو دہرایا تو مین نے کہا کہ یہ معاملہ اتنا آسان نہین ہے جتنا تم لوگ سمجھے ہو اس راہ مین بڑی بڑی تکلیفین اُٹھانا پڑین گی۔ یہان تک کہ گھر بار اور ساری دولت تج دینا پڑے گی۔ یہ سُنکر نور علی کی بیوی تو خاموش رہی۔ مگر نور علی بولا کہ مجھے یہ سب باتین منظور ہین بشرطیکہ حضور مجھے سونا بنانا سکھا دین مین نے جواب دیا سونا بنانا کیسا مجھے اکسیر بنانا بتا دون گا مگر جو کچھ مین چاہون گا وہ تجھے بلا سوچے سمجھے کرنا پڑے گا"

نور علی: "مین نے تو عرض کیا کہ مجھے منظور ہے"

مین: "خوب سمجھ لے تجھے پہلے اپنا کل اندوختہ خیرات کر کے فقیرون کی طرح بھیک مانگنا پڑے گی"

نور علی: "مین اس دھن مین جو کچھ آپ فرمائین گے بسر وچشم بجا لاؤن گا"

مین: "اچھا ہاتھ لا۔ اور جو کچھ مین کہون اسے میرا ہاتھ پکڑ کر اقرار کر"

اب نور علی نے میرا ہاتھ پکڑا اور حلف اُٹھا کر میری کل شرطون کے پورا کرنے کا اقرار کر لیا۔ اور جب وہ اقرار کر چکا تو مین نے اس کی بیوی کے ہاتھ مین ہاتھ دیکر انھین باتون کا اقرار لیا جو نور علی کر چکا تھا۔

یہ اقرار لیتے ہی مین نے دونون میان بیوی کو مخاطب کر کے کہا "اچھا تم اگر اپنے قول کے پکے ہو تو آج جو کچھ تمھارے گھر مین نقد اور زیور موجود ہے خدا کی راہ مین اس شخص کو دیدو جو تمھین گھر سے نکلتے ہی دروازہ پر ملے"

نور علی میرا یہ حکم سُنکر گھبرایا۔ مگر اس کی بی بی ذرا بھی نہ جھجھکی اور خوشی خوشی کل زیور و زر نقد جو گھر مین موجود تھا لا لا کر میرے سامنے ڈھیر کرنا شروع کیا۔ اور جب اسے اچھی طرح اطمینان ہو گیا کہ اب نقد و زیور مین سے گھر مین کچھ باقی نہین ہے تو مجھ سے بولی کہ شاہ صاحب یہ سب آپ کی نذر ہے"

مین: "میری نذر نہ کرو۔ خدا کی راہ مین دو (نور علی سے مخاطب ہو کر) باہر جاؤ اور جو شخص تمھین اپنے دروازے کے سامنے نظر آئے اسے اپنے ہمراہ لا کر

یہ کل رقم سپرد کردو"

نور علی باہر گیا اور میرے ایک خفیہ ساتھی کو جو کئی روز سے اسی تاک مین لگا تھا دروازہ پر کھڑا دیکھ کر بلا لایا - اور زیور و نقد کیطرف اشارہ کرکے کہا "یہ سب چیزین مین تمھین خدا کی راہ مین دیتا ہون"

اس خیرات لینے والے شخص نے پہلے اشرفیون ور روپیون پر نظر ڈالی پھر زیور کیطرف دیکھ کر مجھے دیکھا اور دوڑ کے میرے قدمون پر سر رکھ کر بولا میان صاحب مجھے اب یہ زیور والی نہین چاہیئے مجھے آپ اپنی خدمت مین رکھ لین"

مین "نہین - جو کچھ تری تقدیر کا تھا لے - اور میرا پیچھا چھوڑ"

نیا شخص "اب حضرت کا دامن ہاتھ سے چھوڑنا ممکن نہین اور یہ زیور و روپیہ میرے کام کا نہین اسے حضور کسی اور کو مرحمت فرمائین"

نور علی "آخر آپ کو اس رقم کے لینے مین کیون تامل ہے"

نیا شخص "میان اصل بات آپ کو معلوم نہین - آج صبح ان میان صاحب کی خدمت مین مین نے عرض کیا کہ میرے واسطے دعا کیجیے کہ غیب سے دولت ل جائے تو میان صاحب نے فرمایا کہ دولت سے فیض پانا تیری قسمت مین نہین مگر جب مین بہت گڑگڑایا اور اپنی مصیبت ظاہر کی تو فرمایا کہ جا آج آفتاب غروب ہونے سے پہلے تیرے اندازہ سے زیادہ تجھے دولت مل جائے گی - مگر وہ تیرے کام نہ آوے گی - مین شاہ صاحب کی یہ بات اسوقت قابل یقین نہ سمجھ کر متوحش ہوا تھا - مگر اس وقت آنکھین کھلین - اب آپ ہی بتایئے کہ ایسے ولی کامل کا دامن کیونکر چھوڑا جائے"

نور علی "تو مین تو یہ کل رقم شاہ صاحب کے حکم سے تمھین دے چکا - اسے لے جاؤ اور جس طرح چاہو کام مین لاؤ"

نیا شخص "جو رقم اپنے کام نہ آئے اسے لینے سے فائدہ؟ (شاہ صاحب کے قدمون پہ گر کے) حضور مجھے اس سے معاف رکھین اور اپنی خدمت مین رہنے کی اجازت دین"

شاہ صاحب "اچھا یہ کل چیزین یہان سے اٹھا لیجا - اور جس کام مین تیرا جی چاہے خرچ کرکے واپس آ"

میرا یہ حکم سنکر وہ شخص تو اس رقم کے اٹھا لے جانے کی فکر مین گاڑی لینے کے واسطے گیا اور مین نے نور علی سے کہا تو اب آپ کو آج ہی شام سے میرے گھر مین رہ کر چالیس روز تک ایک عمل پڑھنا ہوگا۔ اور اس کا سب سے بڑا پرہیز یہ ہوگا کہ سوا اپنے بیوی بچون اور مجھ سے کسی سے بات نہ کی جائے۔

نور علی: یہ تو بہت مشکل ہے۔ میرا سارا کاروبار خراب جائے گا۔

مین: اگر کاروبار ہی کرنا ہے تو فقیر سے متحان لینے کیون پڑا۔ چاہیے اپنا کاروبار اپنے کسی معتمد عزیز کے سپرد کر اور پھر میرے پاس آ۔ اتنی دیر مین وہ نیا شخص ایک گاڑی لایا اور شیخ صاحب نے جو کچھ خیرات کیا تھا سب لیکر چل دیا۔ جب یہ کارروائی ہو چکی تو مین اپنے گھر واپس آیا۔ شام کو نور علی پھر میری خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ مین نے اپنے کاروبار کا انتظام کر دیا۔ اب آپ مجھے عمل بتائین مین نے پھر عمل پڑھنے کی قباحتین اس کے ذہن نشین کین اور جب وہ نہ مانا تو ایک مختصر عمل بتا کے کہدیا کہ اگر مقررہ لوگون کے علاوہ کسی اور سے بات چیت کی تو سارا کیا دھرا خاک مین مل جائے گا۔ اور کفارہ مین بہت کچھ خیرات کرنا پڑے گی۔ شیخ جی نے میری یہ بات منظور کر کے عمل پڑھنا شروع کیا اور ان چالیس روز مین کفارہ کے نام سے بنک مین جس قدر روپیہ جمع تھا خیرات کر ڈالا۔ جس دن عمل ختم ہوا اس کے صبح ہی شیخ صاحب نے اصرار کرنا شروع کیا کہ مجھے سونا بنانا سکھائیے۔ ان کا زیادہ اصرار دیکھ کر مین نے کہا کہ گھبراؤ نہین۔ سونا بنانا کیسا۔ مین تمھین اکسیر بنانا سکھا دونگا جس سے جتنا چاہنا دم بھر مین سونا بنا لینا مگر شیخ جی نے نہ مانا اور کہا مین بغیر سونا بنانا سیکھے گھر نہ جاؤن گا۔ مجبوراً مین نے اپنے چیلون کو ہٹا کر دروازہ مین قفل لگایا اور اس جگہ پر انھین لا کر بٹھایا جہان انھون نے پہلے پہل میرے گھر آتے وقت مجھے بیٹھے دیکھا تھا۔ پھر کوئلے دہکائے اور اس پر کڑھائی رکھ کر ایک پاؤ پارہ گرم کرنا اور نیم کے ڈنڈے سے گھوٹنا شروع کیا۔ پھر اس مین شنگرف حل کیا جب شنگرف حل ہو چکا تو برادہ جست ڈال کر گھوٹا۔ پھر گندھک و سرخ پھٹکری جو پسی ہوئی رکھی تھی اسی مین ڈالدی۔ اس کے بعد تیدھارے کا دودھ ڈال کر کڑھائی اُتاری۔ اور یہ شیخ صاحب سے کہا کہ اس مرکب کو پگھلے ہوئے تانبے مین ڈالو تو سونا

عمالقہ

سلسلہ کے لیے ملاحظہ ہو دلگداز صفحہ ۴۶

ان کا زور بازو اور ان کی طویل القامتی بنی اسرائیل کی تاریخ مین عجیب غریب مبالغون کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ اصل یہ ہے کہ جس طرح ہندو دکن کے کارنامون مین صرف اپنی قومی بہادری ظاہر کرنے کے لیے ہندوستان کے قدیم رہنے والے انسانیت کے درجے سے بڑھاتے بڑھاتے راکشس اور دیوزادون کے درجہ کو پہنچا دیے گئے ہین۔ اسی طرح بنی اسرائیل نے اپنی عظمت کا ثبوت دینے کے لیے اپنے پرانے حریفون یعنی کنعانیون کو جو اسی گروہ عمالقہ سے تعلق رکھتے تھے یہان تک بڑھایا کہ ان کے قد بڑے بڑے درختون سے بھی زیادہ بلند بتا دیے۔ اس مین ذرا شبہہ نہین کہ کنعانی لوگ بنی اسرائیل کے راکشس تھے۔ لہذا ان کی مافوق العادۃ طاقت اور تاڑ کے ایسے قدون کے متعلق یہود کی کہانیون مین جس قدر زیادہ مبالغہ کیا جاتا کم تھا۔ مگر حیرت ہے

مسلمان علما کی غلط فہمی | کہ مسلمان علما بھی ان کہانیون کو یہودیون کی کتابون سے نقل کر کے اپنی تاریخون اور تفسیرون مین درج کر دیتے ہین۔ اور عوام انھین اپنے اعتقادات کا اہم مسئلہ اور قرآن پاک کا کوئی حصہ خیال کر لیتے ہین۔ ہمین علامہ مسعودی کی آزاد مشربی کی داد دینی چاہیے کہ اُن لوگون کے مکانون کو دیکھ کے جو اب تک دنیا مین موجود ہین۔ انھون نے قیاس اور عقل سے کام لیا۔ اور صاف کہہ دیا کہ مکانون کی وسعت و بلندی پوری طرح تصدیق کر رہی ہے کہ اُن کے قد و قامت کچھ ہم سے زیادہ نہ تھے" عمالقہ ارض عراق سے آ کے خاص حجاز مین آباد ہوئے۔ اور مدتون وہان حکومت کرتے رہے۔ یہان تک کہ سمیدع بن لاوُذ اُن کا بادشاہ ہوا جس کے عہد مین قوم جرہم نے

عمالقہ کا زوال | جو قحطانیون مین سے تھی حملہ کر کے انھین نکال دیا۔ مگر یثرب طیبہ مین یہ لوگ آخر تک رہے۔ اور وہان اُن کی قوت اُس وقت ٹوٹی جب شام کے بھاگے ہوئے یہودیون نے ان کو شکست دی اور یثرب کی حکومت اپنے ہاتھ مین لے لی۔

طسم و جدیس | طسم[ع] اور جدیس انھین عرب عاربہ کی دو چھوٹی چھوٹی قومین تھین جو

ع عرب عاربہ کی مختلف قومون کا [illegible] صحیح طور پر کسی کو نہین معلوم۔ اور اسی وجہ سے ان اقوام کی بابت مورخین مین اختلاف ہے۔ علامہ ابن اثیر اور انھین کی تقلید مین دیگر مورخین نے طسم جدیس

مشرقی عرب کے علاقۂ یمامہ مین ایک ساتھ ملی ہوئی رہتی تھین اور اگرچہ دونو جدا اور ممتاز تھین مگر حکومت دونون پر ایک ہی شخص کی رہتی جو طسم مین سے ہوتا۔ ہوتے ہوتے چندروز بعد عملوق نام ایک شخص فرمان روا ہوا۔ جو نہایت سخت جابر اور ظالم تھا۔ اور کسی کی کچھ عزت نہ سمجھتا تھا۔ اتفاقاً جدیس کی ایک عورت کو جس کا نام ہزیلہ تھا اس کے شوہر نے طلاق دی۔ اور اس کا بچہ بھی چھین لیا۔ ہزیلہ نے عملوق کے دربار مین آکے فریاد کی۔ نا سمجھ اور ظالم بادشاہ نے یہ عجیب و غریب فیصلہ کیا کہ لڑکا تو دونون سے چھین کے شاہی غلامون مین شامل کر لیا جائے۔ اور میان بی بی دونون بیچ ڈالے جائین جس کے بعد عورت کی قیمت کا پانچوان حصہ شوہر کو دیا جائے۔ اور شوہر کی قیمت کا دسوان حصہ عورت کو ملے۔ غالباً دونون کی قیمت کی باقی ماندہ رقم خزانۂ شاہی مین داخل کی گئی ہوگی۔ ہزیلہ نے اس فیصلہ پر برہم ہوکے بادشاہ کی ہجو مین چند شعر کہے۔ جو تمام لوگون مین مشہور ہو گئے۔ ان اشعار کی خبر جب عملوق کو پہونچی تو وہ انتہا سے زیادہ غضبناک ہوا۔ اور قوم جدیس کے لیے یہ ظالمانہ قانون جاری کر دیا کہ اُن مین کی ہر کنواری لڑکی جب تک بادشاہ سے ہم بستر نہ ہو لے اپنے شوہر کے پاس نہ جائے۔ اس قانون پر ایک زمانہ تک عمل درآمد ہوتا رہا۔ یہان تک کہ قوم جدیس کے سردار اسود کی بہن عفیرہ بنت غفار کی شادی ہوئی جو شموس کہلاتی تھی حسب معمول شموس بھی عروسی کپڑون اور ہر قسم کے زیور سے آراستہ کر کے ظالم و شہوت پرست بادشاہ عملوق کی خوابگاہ مین بھیجی گئی۔ شموس نے بادشاہ کی بہت کچھ منت و سماجت کی۔ مگر ایک نہ سنی گئی آخر وہ بے عزت ہو کے بادشاہ کے مکان سے نکلی۔ مگر اس قدر برہم اور بے خود تھی کہ برہنہ اور خون آلود باہر نکل آئی۔ اور اپنی قوم والون کے درمیان مین کھڑے

جدیس کی ایک غیرت دار عورت

(بقیہ صفحہ ۸۰) زمانہ ملوک طوائف کے زمانہ مین بتایا ہے یعنی ان دنون جب سکندر کے حملے کے بعد ایران مین طوائف الملوکی تھی سکندر اعظم کے بعد سے اردشیر بابکان کے عہد تک ایران مین جو زمانہ گزرا وہ ملوک طوائف کا زمانہ کہلاتا ہے۔ اس زمانہ مین طسم و جدیس کا ہونا بالکل بعید از عقل ہے۔ اس لیے کہ یہ عرب عاربہ مین ہین جو حضرت اسمٰعیل سے پیشتر تھے اور حضرت اسمٰعیل و ابراہیم کا زمانہ سکندر در کنار یونان کی ترقی و تہذیب سے بھی بہت پہلے کا ہے۔ لیکن ممکن ہے کہ یہ قوم آخر ایام تک باقی رہی ہو تبابعہ کے جس بادشاہ نے ان کی مدد کی وہ بھی آخر عہد کا معلوم ہوتا ہے۔

ہو کے چند شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ اس قوم کی کیا عزت ہو سکتی ہے جس کے سردار کی بیٹی یون بے ننگ و ناموس اور بے عزت ہو کے سڑک پر کھڑی ہے اگر تم لوگون مین غیرت نہین تو ہتھیار ہم عورتون کو دو اور تم چوڑیان پہن کے ہماری جگہ بیٹھ جاؤ۔" الغرض شموس نے اپنی وضع اور اپنے اشعار سے کچھ ایسی غیرت دلائی کہ قوم جدیس کے لوگ جان دینے پر آمادہ ہو گئے۔ سب شموس کے بھائی اسود کے پاس جمع ہوئے۔ اور یہ تجویز قرار پائی کہ بادشاہ عملوق اور تمام قوم طسم کی دعوت کیجائے اور اپنے اسلحہ پہلے تو چھپا دیے جائین مگر جب وہ سب اطمینان سے بیٹھ لین اور بالکل بے فکر و بے اندیشہ ہو جائین یکایک تلوارین نکال کے سب کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اس تجویز کے مطابق دعوت ہوئی۔ بادشاہ عملوق اپنے تمام ہم قومون کے ساتھ آکے بیٹھا سب لوگ کھانے مین مشغول تھے کہ ناگہان جدیس کی تلوارین رکھا دیر بالو کے اندر سے نکل کے چمکنے لگین۔ اور دم بھر مین قریب قریب ساری قوم طسم مع اپنے بادشاہ عملوق کے قتل ہو گئی۔ اس واقعے کے بعد طسم کے صرف چند ہی لوگ باقی رہ گئے جو اپنے ایک معزز شخص رباح بن مرہ کے ساتھ بھاگ کے یمن مین گئے۔ اور یمن کے تبابعہ کے بادشاہ حسان سے انتقام کی درخواست کی۔ حسان اُن کی فریاد سنتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور قوم حمیر کی ایک بڑی فوج ہمراہ لے کے روانہ ہوا۔ یمامہ تین منزل تھا کہ رباح نے کہا یمامہ نام میری ایک بہن جدیس مین بیاہی ہوئی ہے۔ اور اُس کی آنکھین اتنی تیز ہین کہ تین دن کے راستے سے آدمی کو دیکھ لیتی ہے۔ کوئی ایسا انتظام کرنا چاہیے کہ وہ ہمین نہ دیکھ سکے۔ ورنہ سب کو خبر کر دے گی۔ اور لوگ ہمارے پہونچنے سے پہلے ہی بھاگ کھڑے ہون گے۔ بادشاہ نے اپنے سپاہیون کو حکم دیا کہ ہر شخص کسی درخت کا بڑا ٹہنا توڑ کے ہاتھ مین لے لے۔ اور اسی کی آڑ مین چھپتا ہوا چلے۔ یہ لوگ اس وضع سے جا رہے تھے کہ تیز آنکھون والی یمامہ نے نظر اُٹھا کے دیکھا اور اپنے لوگون سے کہنے لگی "مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قوم حمیر نے تم پر حملہ کیا ہے ایک درخت کے پیچھے پیچھے مجھے ایک شخص آتا نظر آتا ہے۔" جدیس نے یمامہ کے کہنے کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ اور غافل بیٹھے تھے کہ یمانی و حمیری تلوارون نے گھیر لیا۔ جدیس لڑنے کی تاب نہ لا سکے۔ اور ایک دم بھر مین حسان کے سپاہیون نے ان کا خاتمہ کر دیا۔

(حاشیہ: طسم کی تباہی)

(حاشیہ: جدیس کی تباہی)

اُن کے تمام شہر اور قلعے منہدم ہو گئے۔ الغرض جس طرح جدیس کے ہاتھ سے طسم کی قوم فنا ہوئی تھی اسی طرح حسان کے ہاتھ سے قوم جدیس دنیا سے رخصت ہوئی۔ جدیس کے سردار اسود نے بنی طے کی پہاڑیوں سلما اور اجا کے درمیان مین بھاگ کے جان بچائی۔ یمامہ فاتحون کے ہاتھ مین گرفتار ہوئی جس کو اپنی دوربینی کے جرم کی یہ سزا ملی کہ آنکھین نکلوا ڈالی گئین۔ یہ مقام اسی عورت کی وجہ سے یمامہ کہلانے لگا۔ ورنہ اس سے پیشتر اس کا نام جو تھا۔

اُمیم | اُمیم عمالقہ ہی کے بھائی بند تھے۔ اہل عرب کہتے ہین کہ پتھر کی دیوارین بنانے اور لکڑیون کی چھت پاٹنے کو پہلے پہل انھین لوگون نے ایجاد کیا۔ اس امر کا پتہ لگانا دشوار ہے کہ یہ قوم کس طرف سے یا کس حصہ ارض سے آ کے عرب مین سکونت پذیر ہوئی تھی۔ مگر اس مین شک نہین کہ یمامہ اور شحر کے درمیان مقام عالج کے ریگزار مین یہ لوگ رہتے تھے جہان ایک تیز آندھی نے ان کو فنا کر کے ہمیشہ کے لیے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔

عُبیل | عُبیل نسل عاد سے تعلق رکھتے تھے۔ اور مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے درمیان مقام جحفہ مین اقامت پذیر تھے جس شخص نے شہر یثرب یعنی مدینہ طیبہ کو آباد کیا وہ بھی انھین لوگون مین سے تھا۔ انھین بھی خدا کی طرف سے نافرمانی و سرکشی کی سخت سزا ملی جس کا ظہور یون ہوا کہ ایک عظیم الشان سیلاب آیا اور سب کو بہا لے گیا۔

عبد ضخم | عبد ضخم بھی غالباً قوم عاد ہی سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا مستقر شہر طائف تھا۔ بعض لوگون کا بیان ہے کہ خط عربی کی ایجاد پہلے پہل انھین لوگون مین ہوئی تھی۔ نافرمانی کی سزا مین یہ بھی کسی عذاب الٰہی مین مبتلا ہو کے ہلاک ہوئے۔

جرہم | جرہم کا مولد و موطن ملک یمن تھا۔ کسی قحط عظیم سے مجبور ہو کے وطن کو خیرباد کہی اور ارض حجاز مین آ کے فروکش ہو گئے۔ ان کا سلسلۂ نسب قحطانیون سے ملتا ہے۔ غالباً ان لوگون سے اور اہل شام سے بہت کچھ تعلقات تھے اس لیے کہ عبرانی زبان بولتے تھے۔ جرہم ایک مدت تک ارض حجاز پر متصرف رہے تھے کہ حضرت اسماعیلؑ نے آ کے انھین مین شادی کی۔ اور آخر نسل اسمٰعیل یہان تک بڑھی کہ جرہم پر غالب آ گئی۔ جرہم چونکہ بنی قحطان مین سے ہین لہذا اُن کا شمار عرب کے

دوسرے طبقے یعنی عرب مستعجمہ مین ہونا چاہیے۔ مگر تعجب ہے کہ تمام مورخین عرب ان کو عرب عاربہ مین شامل کرتے ہین۔ ابن خلدون نے ابن سعید کی روایت سے نقل کیا ہے کہ عرب **اس نام کی دو قومین تھین** مین جرہم نام کی دو قومین گزری ہین۔ پہلے جرہم تو وہ تھے جو قوم عاد کے معاصر تھے اور دوسرے وہ جو نسل قحطان سے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے جرہم جو قوم عاد کے معاصر تھے قحطانی نہ تھے۔ اور بے شک وہ عاربہ کہے جانے کے مجاز تھے۔ اس لیے کہ قوم عاد کے معاصر تھے۔ اور قحطانیون کی ترقی سے پہلے ہی فنا ہو چکے تھے۔ مگر دوسرے جرہم جن مین جناب اسماعیلؑ کا نشو و نما ہوا وہ ہرگز عاربہ نہین ہو سکتے۔ کوئی تعجب نہین کہ پہلے جرہم کے دھوکے مین مورخین عرب نے دوسرون کو بھی عرب کے پہلے طبقے مین شامل کر دیا ہو۔ اور اس کا نہ خیال کیا ہو کہ طبقات عرب کی ترتیب بگڑی جاتی ہے۔

قوم حضرموت قوم حضرموت صرف اس وجہ سے عرب عاربہ مین شامل کی گئی کہ اس کا زمانہ پہلے طبقے والون کے زمانے سے قریب تھا۔ یہ لوگ طبقۂ اولی کے دیگر اقوام کیطرح نہ فنا ہوئے۔ اور نہ بائدہ کے خطاب سے یاد کیے جانے کے مستوجب ہین مگر ہان نام ان کا بھی مٹ گیا اس لیے کہ اب اس نام کا کوئی گروہ عرب مین نہین موجود ہے جس کا سبب یہ ہوا کہ ان لوگون کی نسل مین جتنے لوگ تھے سب حکومت اور قوت کے لوٹ جانے کے بعد اہل کندہ مین شامل ہو گئے جو آنحضرت کے زمانے تک موجود تھے۔ پہلے یہ قوم شہر مآرب مین رہتی تھی چند روز بعد حضرموت مین آکے آباد ہوئی۔ ان مین بڑے بڑے اولوالعزم بادشاہ بتائے جاتے ہین۔ اور کہتے ہین کہ یمن مین حریر و دیبا کا رواج انھین لوگون کے زمانے مین ہوا۔ مدت ہائے دراز کی حکومت کے بعد بنی قحطان نے ان کو شکست دی جس کے بعد سے یہ لوگ شمالی عرب کی طرف بھاگ کے اہل کندہ مین ملنے لگے۔ اور ان کا نام و نشان بھی مٹنا شروع ہو گیا۔

حضور حضور مقام رس مین رہتے تھے۔ اور سب کے سب بت پرست تھے۔ ان کا کفر و طغیان یہان تک بڑھا کہ خدا نے شعیبؑ بن ذی مہرع نام ایک پیغمبر کو ان پر مبعوث کیا۔ مگر اس پیغمبر برحق کی آواز کسی نے نہ سنی جس کی سزا مین یہ ساری قوم بھی ہلاک ہو گئی۔

معین | معین نام کی ایک آبادی جنوبی عرب مین حضرموت اور شہر سبا کے درمیان مین واقع تھی جس کا حال خود عربون کو اتنا نہین معلوم جتنا کہ اہل شام اور مصر یونان کو معلوم تھا۔ معین کے کھنڈر اب تک باقی ہین۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہان کے تمام شہر اور قلعے مدور ہوا کرتے تھے ان لوگون کے زمانے کے متعلق بڑا اختلاف ہے۔ بعض محققین حضرت رسالت سے ۱۴ سو یا حضرت مسیح سے ۸۰۰ سو برس پیشتر بتاتے ہین تو بعض نبی آخر الزمان سے ۲۰۰۰ برس اور مسیح سے ۳۰۰۰ ہزار سال پیشتر لیکن صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ معین کا زمانہ قوم عاد کے بعد سے شروع ہوا اور سلطنت سبا کے ہاتھ سے اس کا خاتمہ ہوا۔

ایسے بہت سے کتبے ملے ہین جن سے اس قدیم دولت عرب کے حالات معلوم ہوتے ہین۔ اور ان سے علمائے آثار نے اس سلطنت کے بائیس تئیس تاجدارون کے نامون کا بھی پتہ لگا لیا ہے۔ اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ قوم ابتداءً بڑی زبردست اولوالعزم اور فاتح تھی۔ اور آخر مین صرف ایک تاجرانہ قوم رہ گئی تھی۔

بنی لحیان | ایک نامور قوم انھین عرب بائدہ مین بنی لحیان کی بھی گزری ہے۔ جو اس قبیلۂ بنی لحیان سے جدا تھی جو قبائل آل اسمعیل مین شمار کیا جاتا ہے۔ یہ بھی جرہم کی ایک شاخ سمجھے جاتے ہین۔ مغربی و شمالی عرب مین حدود شام پر شہر العلا کے قریب ان کا مسکن تھا۔ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ۹۰۰ سال پیشتر سے لے کے ۱۱۰۰ سال پہلے تک ان کا زمانہ قرار دیا جا سکا ہے۔ عرب کی ان مذکورہ اقوام بائدہ کے علاوہ

چند اور نامعلوم قومین | قوم عبس۔ ارقم اور وبار کا بھی نام عربون کی لٹریچر مین یاد کیا گیا ہے۔ مگر ان کے حالات کا پتہ نہین۔

عرب مستعربہ اور یمن کی سلطنت تبابعہ

(از جناب مولانا شرر مرحوم)

عرب مستعربہ کی تاریخ | عرب مستعربہ علی العموم یمنیہ[ع] اور سبائیہ کے لقب سے یاد کیے جاتے ہین

ع یمنیہ یعنی یمن والے اور سبائیہ یعنی شہر سبا کی رہنے والے ان لوگون کی ابتدا چونکہ انھین مقامات سے ہوئی اور پھر ان کی سلطنت و قوت کے مرکز بھی یہی مقامات قرار پائے لہذا انہین مقامات کیطرف منسوب بھی کیے جاتے ہین۔

اُن کے سلسلۂ نسب مین بڑے بڑے اختلافات ہین۔ مگر صحیح وہی ہے جس کے یہ خود ہی مدعی تھے کہ ارفخشد بن سام بن نوح کی نسل سے تھے۔ جن دنون ملک عرب مین عرب عاربہ کا دور دورہ تھا اور ہر جگہ اُن کی حکومت تھی یہ لوگ آبنائے باب المندب کو قطع کر کے سواحل افریقہ سے عرب مین آئے۔ اور ہر طرف کے ریگزارون مین پھیل کے بدویانہ زندگی بسر کرنے لگے۔ اپنے مویشیون کو پالتے اور آبادیون سے دور پہاڑون اور ریگزارون مین مارے مارے پھرتے نہ سلطنت سے کوئی علاقہ تھا اور نہ تمدن کے مزون سے واقف تھے۔ اس ملک مین رہ کے عربی زبان سیکھی۔ عربون کی معاشرت اختیار کی۔ اور چند روز بعد عرب عاربہ کے معزز دربارون مین عہدے پانے لگے دشت و کوہ مین ان کی نسل اس قدر بڑھی کہ تھوڑے ہی دنون مین ان کی تعداد اور ان کی قوت عمالقہ سے بڑھ گئی۔ جس کا لازمی تقاضا تھا کہ یہ لوگ عرب عاربہ پر اپنی طاقت کا دباؤ ڈالنے لگے۔ اور جا بجا ان کو پریشان کرنے لگے تھے کہ اُن مین قحطان[ع] نام ایک شخص پیدا ہوا جو ساری قوم کا سردار قرار پا گیا قحطان نے موقع پاتے ہی اپنے گروہ کو مجتمع کر کے قدیم حکمرانون سے مقابلہ شروع کر دیا۔ اور انھین ہر جگہ شکستین دین۔ آخر عرب عاربہ کی قوت ٹوٹ گئی اور قحطان کا بیٹا یعرب عرب مستعربہ کا پہلا بادشاہ قرار دیا گیا جس کے بڑے بڑے کارنامے بیان کیے جاتے ہین۔ یعرب نے یمن کے تخت و تاج پر قبضہ کرتے ہی اپنے بھائیون کو ہر طرف بھیج کے سارے عرب کی حکومت اپنے ہاتھ مین لے لی اور عمالقہ و قوم عاد کو ہر طرف سے مار کے نکال دیا۔ اس نے اپنے بھائی جرہم بن قحطان کو ارض حجاز کا والی مقرر کیا۔ عاد بن قحطان کی ہاتھ مین بلاد شحر کی حکومت دی حضر موت بن قحطان کو جبال شحر پر مامور کیا اور عمان بن قحطان کو بلاد عمان کا حکمران بنایا۔ الغرض قحطان کے دس بیٹے تھے اور دسون مختلف صوبجات عرب کے والی قرار پائے۔ یعرب کے عہد تک تو یہی انتظام رہا کہ وہ سارے ملک عرب کا بادشاہ تھا۔ اور اس کے بھائی اپنی اپنی طرف سے صوبجات عرب کی گورنری کر رہے تھے۔ مگر جب اس کا بیٹا یشجب تخت نشین

غلبہ اور ان کی سلطنت

ع قحطان کو جسے عرب مستعربہ کا آدم کہنا چاہیے مسلمان مورخین آل عدنان مین شامل کر کے بنی اسمٰعیل مین داخل کر دیتے ہین امام بخاری اور بعض دیگر ائمہ حدیث کا یہی مذہب ہے مگر جمہور علمائے اہل انساب اس کے خلاف ہین جو لوگ قحطان کو اہل عدنان مین شامل کرتے ہین وہ ان کا نسب یون بیان کرتے ہین قحطان بن ہمیسع بن ایمن بن قیدار بن نبت بن اسمٰعیل۔

تو سب چچا بد سلوکی سے پیش آئے۔ اپنے اپنے علاقون کو دبا بیٹھے۔ اور صرف مملکت

باہمی اختلاف

یمن کی حکومت یعرب بن قحطان کی نسل مین باقی رہ گئی۔ یشجب کے بعد اس کا بیٹا عبد شمس حکمران ہوا جسے بعض لوگ عابر بھی کہتے ہین۔ اور اس کا لقب سبا تھا۔ یمن کا شہر سبا صرف اس لیے سبا کہلاتا ہے کہ اس کا بسایا ہوا ہے۔ اہل عرب کا بیان ہے کہ سبا یمن کا زبردست اور اولوالعزم بادشاہ تھا دولت و حشمت کے

شاہ سبا اور اس کا شہر سبا

ساتھ خدا نے اسے بیٹے بھی بہت سے دیے تھے۔ جن مین نامور حمیر اور کہلان تھے۔ یمن کے مشہور اور زبردست قبیلے حمیر و کہلان انھین

قبائل حمیر و کہلان

دونون بھائیون کی نسل سے ہین۔ ان دونون قبیلون کی تعداد بھی زیادہ تھی اور ان کی سلطنت بھی عرب کے کل خاندانون کی سلطنت سے بڑھ گئی تھی خصوصاً حمیر کا تو ایسا عروج ہوا اور ان کا نیر اقبال اس قدر بلند و نمایان ہو کے چمکا کہ ظہور اسلام سے پیشتر کی تمام عربی سلطنتین ان کی شہرت کے سامنے مٹ گئین ملوک تبابعہ جن کی دولت و حشمت اور فتح و نصرت کے افسانے ہر عربی نژاد بچے کی زبان پر تھے اسی خاندان حمیر سے تھے۔ مگر سلاطین تبابعہ کا ذکر تو بعد آئے گا۔ سر دست ہم ان عربی بادشاہون کا حال بیان کرنا چاہتے ہین جو عرب مستعربہ کے دور اولین سے تعلق رکھتے ہین اور قحطانیون یمن کے ابتدائی فرمان روا ہین۔

حمیر بن سبا اور اس کی اولاد

سبا کے بعد عنان حکومت اس کے بیٹے حمیر کے ہاتھ مین آئی اور کہتے ہین کہ عربون مین یہی بادشاہ ہے جس نے پہلے پہل سونے کا تاج سر پہ رکھا۔ حمیر کے بعد وائل بن حمیر پھر سکسک بن وائل پھر یعفر بن سکسک تخت نشین ہوئے یعفر کے زمانے مین اکثر خاندانی جھگڑے ہوے یعنی اس قحطانی نسل کے بعض صاحب اثر شاہزادون نے تاج و تخت کا دعویٰ کیا۔ اور شاہی خاندان مین ایسی اندرونی نزاعین پیدا ہوئین کہ ہر طرف بے امنی ہو گئی۔ اور قتل و خون کا بازار گرم رہنے لگا۔ ایسی نازک حالت مین یعفر کی موت ہی اس کے خاندان کے فنا ہونے کے لیے کافی تھی کہ سب سے بڑا غضب یہ ہوا کہ یعفر کا اصلی وارث نعمان ملقب بہ معافر جس کے لیے سریر سلطنت خالی ہوا باپ کے دم واپسین تک رحم مادر مین تھا۔ پیدائش کے بعد

وفاداران سلطنت نے اسے تخت نشین کیا۔ مگر ملک مین بد امنی اور طوائف الملوکی کی آگ ایسی بھڑک چکی تھی کہ ایک نوعمر بچے کے بجھائے نہ بجھ سکتی تھی۔ ہنوز بچہ ہی تھا کہ ذی ریاش نام ایک اور شخص جو عوف بن حمیر کی نسل سے تھا اور علاقۂ بحرین پر حکومت کرتا تھا اپنی فوجین لے کے چڑھ آیا۔ مگر معافر نے نہایت ہی متانت و سنجیدگی کی پالسی اختیار کی۔ اور امرا و وزرا کے مشورون سے خاندانی سلطنت کی گرتی ہوئی عمارت روکے رہا۔ یہان تک کہ ذی ریاش کے جھگڑون ہی نے اسے بچہ سے جوان اور ناسمجھ سے پختہ مغز و تجربہ کار بنا دیا۔ اب اس نے آبائی سلطنت کو سنبھالا۔ اور اپنے جان نثار سپاہیون کی مدد سے دشمن کی قوت اس قدر توڑ دی کہ ذو ریاش اس کے ہاتھ مین گرفتار ہو گیا۔

اسحم بن معافر

لیکن معافر کے بعد جب اُس کا بیٹا اسحم یمن کے تخت پر بیٹھا تو پھر ہر جگہ بے انتظامی شروع ہو گئی۔ اور ہر طرف سے ضعف کے آثار نظر آنے لگے چند ہی روز مین رائش نام ایک زبردست شخص نے پرانے شاہی خاندان کا خاتمہ کر کے نئی سلطنت قایم کر دی جو سلطنت تبابعہ کہلاتی تھی۔

رائش سلطنت تبابعہ کا بانی

رائش کا اصلی نام حارث تھا۔ اور وہ ہمیسع بن حمیر کی نسل سے بتایا جاتا ہے۔ اس کے ظہور سے بیشتر اس خاندان کو بہت کم لوگ جانتے تھے۔ رائش ہی پہلا شخص ہے جس نے اپنے خاندان کو گمنامی کے پردے سے باہر نکالا اور عرب کی سب سے زیادہ باسطوت سلطنت کا مورث اعلیٰ بن گیا۔ اس خاندان کا ہر بادشاہ تبع کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا جس کی جمع تبابعہ ہے ٹھیک پتہ نہین چلتا کہ ان فرمان رواؤن کو یہ خطاب کیون دیا گیا۔ مورخین عرب متفق اللفظ ہین کہ یہ سب بادشاہ چونکہ متواتر یکے بعد دیگرے ہوتے چلے آئے لہذا یہ تبابعہ کہلائے یعنی پے درپے آنے والے۔ مگر یہ بات کچھ زیادہ قرین قیاس نہین معلوم ہوتی۔ ہر شاہی خاندان کے لوگ یونہین متواتر ہوتے آئے ہین۔ ملوک تبابعہ کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ رائش کے بعد ابرہہ ذی منار حکمران ہوا۔

ذو الاذعار

پھر افریقش بن ابرہہ پھر اس کا بھائی عبد بن ابرہہ جس کا لقب ذوالاذعار تھا۔ کہتے ہین کہ یہ حضرت سلیمان کے ابتدائی زمانے مین تھا اور عربون کا یہ بھی دعویٰ ہے

عرب پر کیکاؤس کا حملہ

کہ اُس کے عہد مین ایران کے کیانی تاجدارون مین سے کیکاؤس نے عرب پر حملہ کیا تھا۔ ذی الاذعار نے مقابلہ کر کے اسے قید کر لیا۔ اور ایرانی

فوج شکست کھا کے بھاگی۔ جب اس واقعہ کی خبر رستم زمان کو پہونچی تو دوسری
تازہ دم فوج کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ عرلون کو مغلوب کیا۔ اور اپنے اسیر شدہ تاجدار
کو چھڑا لے گیا۔ مگر باوجود ان فتحمندیون کے ذوالاذعار بڑا ظالم بادشاہ تھا۔
اور رعایا اس کے دست ستم سے چیخ اٹھی تھی۔ ذوالاذعار کے بعد اس کا پوتا
ہدہاد تخت پر بیٹھا۔ جس کا لقب ذوالصرح تھا۔ ہدہاد کے بعد اسکی بیٹی ملکہ بلقیس
آبائی تاج و تخت کی وارث ہوئی۔ بلقیس کی نسبت عرب مین صدہا کہانیان

بلقیس

مشہور ہین۔ اور اس کے حسن و جمال اور اس کے نسب کے متعلق عجیب و
غریب واقعات بیان کیے جاتے ہین۔ مگر اصل یہ ہے کہ وہ یمن کی ایک عقلمند شائستہ
اور اولوالعزم ملکہ تھی۔ بلقیس تو لقب ہے۔ اصلی نام بلقمہ تھا۔ اس شاہزادی کے عہد مین

حضرت سلیمان

یمن بھی حضرت سلیمان کی سلطنت مین شامل ہوگیا تھا۔ بلقیس کے قصر
اور باغ اس عہد کے عجائبات مین سے تھے۔ اور یمن کی سلطنت اپنے پورے عروج
پر تھی۔ حضرت سلیمان کو جب اپنے ملکی انتظامات اور معبد الٰہی کی تعمیر سے فرصت ہوئی
تو آپ نے یمن کے فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اور جنوب کی طرف کوچ کرکے شہر صنعا مین
فروکش ہوئے۔ یہان پہونچ کے آپ کو بلقیس کے حسن و جمال اس کی ذہانت و طباعی اور اس کے
باغون اور قصرون کے حالات معلوم ہوئے۔ فوراً اس تاجدار پیغمبر کی طرف سے حق

بلقیس ایمان لائی

تبلیغ ادا کرنے کی کوشش کی گئی اور توحید قبول کرنے پر اصرار ہوا۔ بلقیس
نے تھوڑے پس و پیش کے بعد دین الٰہی کو قبول کرلیا۔ اور آپ کی خدمت مین حاضر ہوئی۔
حضرت سلیمان نے اس کے ملک کو اسی طرح اس کے قبضے مین رکھا۔ تاج بخشی کی۔
بلقیس اس وقت تک کنواری تھی۔ اور کسی مرد کے عقد نکاح مین جانا اپنی شان

اس کی شادی

حکمرانی کے خلاف سمجھتی تھی۔ آپ نے اسے کسی شریف شخص سے نکاح
کر لینے کا حکم دیا۔ اور آخر حضرت سلیمان نے اسی کی مرضی کے مطابق ذوتبع نام
ایک حمیری حکمران کے ساتھ جو ہمدان کا بادشاہ تھا اس کا عقد کردیا[٥٥]۔ بعض لوگ

---

[٥٥] تاریخ عرب کے متعلق قریباً تمام حالات ابن خلدون سے لیے گئے ہین۔ مگر اس امر مین
کہ بلقیس کی شادی کس سے ہوئی خود ابن خلدون کے دو قولون مین معارضہ سا ہوگیا
ہے۔ حضرت سلیمان کے حالات مین تو اس کے شوہر کا یہی نام بتایا گیا ہے جو ہم نے لکھا۔

کہتے ہین کہ حضرت سلیمان نے اُسے خود اپنے عقد نکاح مین لیا تھا۔ مگر اس کا کوئی کافی ثبوت نہین ملتا۔ یہ انتظامات کر کے آپ سرزمین شام کو واپس تشریف لے گئے۔ بنی اسرائیل کی تاریخ ان واقعات کے خلاف ہے۔ وہ کہتے ہین حضرت سلیمان کو یمن کی طرف

سلیمان و بلقیس کے متعلق یہودیون کا بیان

جانے کا کبھی اتفاق نہین ہوا۔ خود بلقیس دولت بنی اسرائیل کی شان و شوکت اور سلیمانی دولت و سطوت کا حال سن کے آپ کی مشتاق ہوئی۔ اور مہینون کے سفر کے بعد سخت دشوار منازل قطع کر کے آپ کی خدمت مین حاضر ہوئی۔ اظہار اطاعت کیا ایک سو بیس قنطار سونا۔ ہر طرح کی جواہرات اور مشک و عنبر کی قسم سے بہت کچھ قیمتی تحائف پیشکش کیے۔ اور خدائے واحد ذوالجلال پر ایمان لائی

بلقیس ایک زمانے تک حضرت سلیمان کی جانب سے ملک یمن پر حکومت کرتی رہی اور اُسکے وقت تک ملک یمن بنی اسرائیل کی سلطنت مین شامل سمجھا جاتا تھا مگر جب دنیا سلیمان اور بلقیس دونون سے خالی ہو گئی اور بنی اسرائیل کی سلطنت مین تفرقہ پڑ گیا تو یمن نے بھی اُن کے تعلقات سے سبکدوشی حاصل کر لی

ذی الاذعار

اور ناشر بن عمرو جس کا لقب ذی الاذعار تھا تبابعہ کے تاج و تخت کا وارث ہوا۔ ذی الاذعار بھی بہت بڑا اولوالعزم بادشاہ بتایا جاتا ہے۔ اور کہتے ہین کہ اپنی فتحمندی کی رفتار مین وہ مغرب کی طرف اتنی دور تک بڑھ گیا تھا کہ وہان تک اس سے پیشتر کسی کو جانے کی جرأت نہ ہوئی تھی۔ لیکن اس کے بعد اس کا بیٹا شمر ایسا زبردست بادشاہ اور بلند حوصلہ فاتح ثابت ہوا کہ تمام گذشتہ سلاطین یمن کے کارنامے تقویم

شمر بن ذی الاذعار

پارینہ ہو گئے۔ عربون کا دعویٰ ہے کہ ممالک عراق فارس اور خراسان کو فتح کرتا ہوا وہ حدود ترکستان تک چلا گیا۔ اہل عرب شہر سمرقند کو اسی کا آباد کیا ہوا اور اسی نامور تاجدار یمن کی یادگار بتاتے ہین۔

زید اقرن

شمر کے بعد اس کا بیٹا زید اقرن دولت تبابعہ کا وارث ہوا۔ زید نے اگرچہ اپنے باپ کی سی اولوالعزمیان نہین دکھائین تاہم سلطنت مین کوئی خرابی اور بدنظمی نہین پیدا

(بقیہ حاشیہ) یعنی ذو تبع مگر ملوک تبابعہ کے ذیل مین جہان بلقیس کا ذکر آیا ہے وہان اس کے شوہر کا نام سدد بن زرعہ بتایا ہے۔ لیکن یہ اختلاف یون مٹایا جا سکتا ہے کہ اس کے شوہر کا نام سدد اور لقب ذو تبع ہو جیسا کہ تمام ملوک تبابعہ مین معمول تھا کہ نام اور لقب جدا جدا ہوا کرتے تھے۔ عہ بالکل پتہ نہین چلتا کہ ناشر بن عمرو بلقیس کا کون تھا اور کیونکر یمن کی حکومت پر قابض ہوا لیکن اس مین شک نہین کہ وہ تبابعہ کے خاندان سے تھے اور انھین مین اور اس کے بعد والے شمار کیے جاتے ہین۔ عہ طبری اور بعض دیگر مورخین اسے شمر کا بھائی لکھتے ہین۔

ہونے پائی تھی۔ مگر جب اس کے مرنے پر اس کا بیٹا کلکیکرب تخت نشین ہوا تو ہر طرف سے ضعف کے آثار نظر آنے لگے۔ اور قریب تھا کہ دولت تبابعہ کا زوال شروع ہو جائے لیکن غنیمت ہوا کہ ہنوز کوئی مستقل خرابی نہین پیدا ہونے پائی تھی کہ کلکیکرب نے دنیا کو رخصت کیا۔ اور اس کی جگہ اسی خاندان کا ایک ایسا بہادر منتظم اولوالعزم اور بلند حوصلہ شخص یمن کے تاج و تخت کا مالک ہوا کہ دولت تبابعہ کا نیر اقبال یکایک پھر چمک اٹھا۔ اور وہ

ابوکرب تبان اسعد

ایسا چمکا کہ ایسی سطوت و حشمت کا سمان اہل عرب کو اس سے پیشتر کبھی نہین نظر آیا تھا اس خوش اقبال بادشاہ کا نام ابوکرب تبان اسعد تھا۔ کہتے ہین کہ ابوکرب ایران کے شہنشاہ گشتاسپ کا معاصر تھا۔ جس کے عہد مین زرتشت نے ایران کے قدیم مذہب کو مٹا کے آتش پرستی کو ترقی دلائی۔ اور اسفندیار ایک مذہبی مجاہد کی شان سے اس نئے دین کو دنیا مین پھیلانے لگا۔ چنانچہ ابوکرب اور اسفندیار مین

ابوکرب و اسفندیار کی لڑائی

بھی ایک عظیم الشان لڑائی ہوئی۔ اور غالباً ابوکرب ہی کی کوشش تھی کہ جزیرہ نمائے عرب مین زرتشتی مذہب کو کامیابی و مقبولیت نہ حاصل ہو سکی۔ شمالی عرب کا شہر حیرہ اسی نامور یمنی تاجدار کا آباد کیا ہوا ہے۔ ابوکرب کی

ابوکرب کی فتحمندیان

اولوالعزمیون کے قصے مدت ہائے دراز تک عربی خانہ بدوشون کی کہانیون اور عربی شعرا کی نظمون مین بیان کیے جاتے رہے۔ کہتے ہین کہ جب اسے فتحمندی کا شوق ہوا اور اس نے اولوالعزمیان دکھانی چاہین تو اپنے بہادرون کی ایک کافی فوج ہمراہ لے کے شمال کی طرف روانہ ہوا۔ اور عراق کی سرزمین کو پامال کرتا ہوا آسیریا کی حدود مین داخل ہوا۔ اور پھر وہان سے آگے بڑھ کے اس کی تلوار بلاد آذربائجان مین چمکی۔ ان تمام ملکون مین اپنی فتحمندی اور بہادری کا سکہ بٹھا کے اور بڑے بڑے زبردست لشکرون کو شکستین دے کے یمن مین واپس آیا۔ اہل عرب اس بادشاہ کو دنیا کے تمام بادشاہون سے زیادہ بہادر اور فتحمند تسلیم کرتے ہین۔ ان کا دعوی ہے کہ اس کی ہیبت ہر جگہ لوگون کے دلون مین بیٹھی ہوئی تھی۔ اور بڑے بڑے تاجدار اس کے نام سے ڈرتے تھے۔ اس نے ایران و روم کے لشکرون کو شکستین دی تھین چین تک کا سفر کیا تھا۔ اور ہندوستان کے دربارون سے اس سے تعلقات دوستی تھے۔ اور یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے بعض مشیرون کی صلاح سے خانہ کعبہ پر غلاف

چڑھایا[1]- جس کا سبب یہ ہوا کہ ایک مرتبہ وہ قدیم شہر یثرب یعنی مدینہ طیبہ کے یہودیوں پہ حملہ آور ہوا تھا- ان لوگوں کی مخالفت اور لڑائی میں بھی اسے کچھ ایسی خوبی نظر آئی کہ ان کے دین پہ فریفتہ ہو کے یہودی ہو گیا- بنی اسرائیل سے دوستی ہونے کے بعد وہ مکہ کی طرف چلا اور ارادہ تھا کہ خانہ کعبہ کو نقصان پہونچائے- اتفاقاً دو احبار یہود ملے- اور بتایا کہ کعبہ ہمارے دادا ابراہیم کا بنایا ہوا گھر ہے- ضرر پہونچانے کے عوض اس کی تعظیم کرنی چاہیے- یہ بت پرستی بعد کی بدعت ہے جس نے اہل مکہ کو مشرک بنا رکھا ہے- یہ حالات سن کے اس عربی سکندر نے بجائے نقصان پہونچانے کے کعبہ کی تعظیم کی- اس کے گرد طواف کیا- اس کے دروازے مین قفل چڑھایا کہ ہر شخص بے تکلف اندر نہ چلا جائے- اور اسی وقت اس نے خانۂ کعبہ پہ غلاف بنوا کے ڈالا- جو ستین آج تک چلی جاتی ہین[2]-

ابوکرب نے مذہب یہود اختیار کیا

غلاف کعبہ کی ابتدا

یہی یمنی بادشاہ اصلی ذوالقرنین ہے

اکثر مسلمان مورخین کا خیال ہے کہ قرآن مجید مین جو بادشاہ ذوالقرنین کے نام سے یاد کیا گیا ہے اس سے مراد یونان کا سکندر بن فیلقوس ہے جس نے دارائے ایران کو شکست دے کے سلطنت ایران تہ و بالا کر دی تھی- مگر حقیقت یہ ہے کہ سکندر اعظم اس فخر کا مستحق نہین- وہ یونان کا ایک بت پرست بادشاہ تھا- جو ہر فتح کے بعد اپنے دیوتاؤن اور دیویون کی پرستش ضرور کرتا- اگر غور سے دیکھا جائے تو پوری طرح یقین کر لینے کے اسباب موجود ہین کہ قرآن کا ذوالقرنین یہی یمنی فرمانروا اور عربی فاتح ابوکرب تبان اسعد تھا جس نے اقطار عالم کو فتح کیا- اور کعبہ پہ غلاف چڑھا کے اور اس عہد کی سچے دین یعنی شریعت موسوی کی پیروی کر کے اپنی دینداری و خدا پرستی کا بھی ثبوت دے دیا- مورخین اسلام نے جو اس بادشاہ کے ذوالقرنین ثابت کرنے کی طرف زیادہ توجہ نہین کی اسکا یہ سبب تھا کہ ابوکرب کے کارنامون اور اس کی فتحمندیون کا ذکر انھین دیگر اقوام و ممالک کی تاریخون مین نہین نظر آیا[3]- مگر اس سے یہ لازم نہین آتا کہ ابوکرب ایسا اولوالعزم

---

[1] ابن ہشام-

[2] ابن خلدون-

[3] ابوریحان بیرونی نے بھی اپنی کتاب الہند مین اسی بادشاہ کو ذوالقرنین تسلیم کیا ہے-

بادشاہ نہ تھا۔ وہ جس زمانے کا فاتح ہے اس عہد کی تاریخ عموماً اسی قسم کی ہے کہ ہر قوم اپنے ہی حالات ظاہر کرتی اور اُن غیر حملہ آورون کی طرف توجہ بھی نہ کرتی تھی جو فتح کرکے یا شکست دے کے واپس چلے جاتے تھے۔ خود سکندر کا حال صرف یونانیون کی تاریخ مین ہے۔ مگر ہندوستان والے مسلمانون کے آنے سے پیشتر جانتے بھی نہ تھے کہ وہ کون تھا اور کب آیا تھا۔ لہذا اُس قدیم زمانے کے کسی فاتح کو اگر مفتوح قومین نہین تسلیم کرتین تو لازم نہین آتا کہ وہ تھا ہی نہین۔ ممکن ہے کہ عربون نے ابوکرب کے کارنامون کے بیان کرنے مین کسی قدر مبالغے سے کام لیا ہو جیسا کہ مہذب و غیر مہذب سب قومین کرتی رہی ہین۔ مگر ابوکرب کی فتوحات کا کوہ قاف کے دامنون تک پہونچ جانا۔ اور اس کا چین تک سفر کر آنا کوئی خلاف قیاس امر نہین۔ اور بخصوص جب یمن کی گذشتہ تاریخی شان و شوکت پر ہم نظر ڈالتے ہین تو ہمین قیاس کرنے کا پورا موقع ملتا ہے کہ وہ اعلیٰ تمدن و تہذیب اور دولت مندی و عشرت پرستی جو یونانیون اور رومیون کو مصر مین نظر آئی ضرور ہے کہ کسی ایسے ہی زبردست فاتح کی ترقیون کا نتیجہ ہو۔

یمن مین یہودیت کا غلبہ

مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کی طرف سے واپس آکے ابوکرب نے اہل حمیر کو دین موسوی کی طرف بلایا۔ مگر مخالفت کی گئی۔ اور بڑے جھگڑون کے بعد اہل یمن کو کچھ ایسے قدرتی کرشمے نظر آئے کہ قریب قریب سب نے تبدیل مذہب اور بت پرستی کے چھوڑنے مین اپنے بادشاہ کا ساتھ دے دیا۔ الغرض اسی وقت سے یہودیت اطراف یمن مین پھیلنے اور کامیاب ہونے لگی تھی۔

ابوکرب کی اولعزمیون کا انجام

مگر افسوس کہ اہل یمن اور قوم حمیر نے اپنی قوم کے ایسے زبردست فاتح کی قدر نہ کی اور بات یہ ہوئی کہ اس کی متواتر حملہ آوریان قوم حمیر کو کبھی آرام سے نہ بیٹھنے دیتی تھین۔ تمام اہل یمن لڑتے لڑتے اور حملون کے لیے سفر کرتے کرتے تھک گئے تھے۔ آخر ایک مرتبہ جب وہ سفر پر تھا قوم حمیر نے انتہائی بے حمیتی کے ساتھ گھیر کے اسے قتل کر ڈالا۔ اور ربیعہ بن نصر نام ایک شخص جو خاندان لخم سے تھا۔ یمن کا بادشاہ بن گیا۔ ربیعہ ایک غیر خاندان کا شخص تھا۔ اور تخت و تاج پر قابض ہونے کے بعد کوئی

ایسے بڑے کارہائے نمایان بھی نہ دکھا سکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے مرتے ہی اہل یمن
نے قدیم شاہی خاندان کے حقوق یاد کیے۔ سب بنی حمیر نے جمع ہو کے پہلے زبردست
فاتح ابوکرب تبان اسعد کے بیٹے حسان کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔ حسان نے
حسان | تخت پر بیٹھتے ہی اپنے باپ کے سے جوہر اولوالعزمی دکھانے کا ارادہ کیا۔
اور ایک فتحمندی کے سفر کے لیے کمر ہمت باندھ چکا تھا کہ بنی حمیر نے جو ابھی تک
لڑائی سے بھاگتے تھے ایک اندرونی سازش کی۔ اور اولوالعزم فرمانروا کے بھائی
ناہربان بھائی عمرو | عمرو کو لالچ دلایا کہ بادشاہ حسان کو قتل کر ڈالو تو تمھین ہمارے
بادشاہ ہو گے۔ ناہربان بھائی نے طمع دنیوی مین مبتلا ہو کے بھائی کے خون سے
اس کی سلطنت | ہاتھ رنگے اور دولت تبابعہ کے تخت پر جا بیٹھا۔ عمرو کا زمانہ بالکل بے لطف
اور بے نتیجہ تھا۔ اس لیے کہ بھائی کے خون کا بوجھ اسے ہمیشہ اپنی گردن پر نظر آتا۔ اور
سلطنت و حکمرانی مین اسے کبھی مزہ نہ ملا۔ جب تک زندہ رہا لعنت و ملامت کی آواز
کانون مین گونجا کی۔ جس کے اثر سے ہمیشہ بیمار مضمحل اور صاحب فراش رہا۔ اور آخر اسی
حالت ندامت مین جان دی۔

کمزور سلطنت | عمرو کے بعد سلطنت یمن کی حالت خراب ہو گئی۔ اور طوائف الملوکی پھیلنے
لگی تھی کہ عبد کلال نام ایک مجہول الحال شخص بادشاہ بن گیا۔ عبد کلال کے بعد سلطنت
پھر اصلی خاندان شاہی کی طرف عود کر آئی۔ اور مظلوم حسان کا بیٹا تبع آبائی تاج
و تخت کا وارث ہوا۔ اب اس سلطنت مین نہ وہ اگلی سی اولوالعزمیان تھین اور نہ
وہ فتحمندی کا جوش و خروش۔ حسان کے بعد اس کا اخیافی بھائی مرثد پھر اس کا بیٹا
ولیعہ پھر ابرہہ بن صباح۔ پھر حسان بن عمرو بن تبع تخت نشین ہوئے۔ اور بغیر کوئی
بادشاہون کا جلد جلد بدلنا | ناموری حاصل کیے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ان کمزور بادشاہون
کے عہد مین سلطنت اس قدر ضعیف ہو گئی تھی کہ لخنیعہ نام ایک غیر شخص قوت پکڑتے
پکڑتے یہان تک بڑھا کہ شاہی خاندان کو معدوم کر کے خود بادشاہ بن گیا۔ اس غاصب
لخنیعہ | بادشاہ کی نسبت کہتے ہین کہ نہایت ہی جابر و ظالم اور انتہا درجہ کا فاسق
و فاجر تھا۔ اس نے تمام سرداران حمیر اور رؤسائے یمن کو چن چن کے قتل کر ڈالا۔
سب سے زیادہ غضب یہ تھا کہ شب و روز لواطت کے شرمناک گناہ مین مبتلا رہتا۔

اس کی بدکاریاں | اور امرائے یمن کے لڑکون مین سے کوئی نہ تھا جو اس کے فاسقانہ جذبات کا نشانہ نہ بنگیا ہو۔ اتفاقاً یمن کے شاہی خاندان کا ایک شاہزادہ جو تبان ذونواس ذرعہ اسعد کا بیٹا اور تبابعہ کے گذشتہ فرمان روا حسان کا چھوٹا بھائی تھا۔ اب بڑا ہوکے ایک خوبصورت نوجوان اور دلفریب شکل وشمائل والا ثابت ہوا۔ لخنیعہ نے اپنی بدکاری کے جوش سے مغلوب ہوکے ذونواس کو بھی اپنی خلوت گاہ مین بلوایا۔ ذونواس کی حمیت وغیرت نے اس بے عزتی کو نہ گوارا کیا وہ جان پر کھیل کے فاجر بادشاہ کی خلوت سرا مین تو چلا گیا۔ مگر ایک چھری بھی اپنے جوتے مین چھپا کے ساتھ لیتا گیا۔ سامنا ہوتے ہی لخنیعہ شہوت پرستی کے جوش سے دوڑا تھا کہ ذونواس نے چھریان مار مار کے زمین پر گرا دیا۔ اہل لشکر اور امراے ملک کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی۔

ذونواس | تو انھون نے ذونواس کی بڑی قدر ومنزلت کی اور اسی کو تبابعہ کے تخت پر بٹھا دیا۔ اس طرح سلطنت تبابعہ پھر تبابعہ کی نسل مین آئی ذونواس یون تو بڑا اولوالعزم اور بہادر بادشاہ تھا۔ مگر خرابی یہ تھی کہ مذہب یہود مین غلو رکھتا تھا۔ اور اسی مذہبی تعصب کی وجہ سے مسیحیت کا سخت دشمن ہوگیا۔ جو اب اطراف عرب مین اندر ہی اندر پھیل رہی تھی۔ اور شہر نجران اس کا صدر مقام بن گیا تھا۔

مزاحیہ شرح دیوان غالب ۔ دیوان غالب کی آپ نے بہت سی شرحین دیکھی ہون گی مگر آپ کے ہمارے دوست مولانا شوکت تھانوی نے جو ہندوستان کے مشہور مزاح نگار ادیب ہین اپنے مخصوص طرز مین اس انداز سے لکھا ہے کہ مزاح کی لطافت کے ساتھ شرح بھی غلط نہین ہونے دی ہے۔ اور ناظرین کی تفریح کا سامان بھی کافی کر دیا ہے۔ غالباً آپ اسے پڑھ کر ہنستے ہنستے لوٹ جائین۔ قیمت قسم اول سنہری جلد معہ محصول (عہ) اور قسم دوم غیر مجلد ۱۲؍ مع محصول۔

بحر تبسم ۔ یہ مولانا شوکت صاحب موصوف کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مضامین کا دوسرا مجموعہ ہے جو مزاحیہ مضامین کے شائقین کے واسطے نعمت ہے۔ قیمت قسم اول سنہری جلد مع محصول ۱۲؍ اور قسم دوم غیر مجلد عہ؍ بحر تبسم کتاب گھر لکھنؤ سے طلب فرمائیے۔

دیوان یقین جسے ملک کے مشہور ومعروف نقاد جناب مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب بی اے نے مرتب کیا ہے اور شروع مین تقریباً سو صفحہ کا دیباچہ لکھ کر یقین کے کلام وحالات پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ۔ قیمت فی جلد مجلد ۱۲؍ اور غیر مجلد عہ۔

ارتقا اس کتاب کے مولف جناب مشتاق احمد وحدی صاحب ہین جنھون نے ارتقا کے معنی اور تاریخ بتا کے اس کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ قیمت مجلد ۱۲؍ غیر مجلد عہ؍

سہ نظم ہاشمی ۔ مولانا سید ہاشمی صاحب کا اسم گرامی تعارف کا محتاج نہین یہ انھین کی تین بیش بہا نظمون کا مجموعہ ہے اور عمدہ کاغذ پر رنگین چھپا ہے۔ قیمت فی جلد ۴؍ تینون کتابون کے ملنے کا پتہ۔

انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن۔

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۳۲۱

مولانا مولوی عبد الحلیم صاحب شرر مرحوم مغفور

کی یادگار

رسالہ

دلگداز

نمبر ۷ و ۸ بابت ماہ جولائی و اگست سنہ ۱۹۳۱ء جلد ۳۱

مرتبہ

محمد صدیق حسن ایڈیٹر

باہتمام

خاکسار حکیم محمد سراج الحق مینیجر اور پرنٹر و پبلشر دلگداز

دلگداز پریس محلہ کٹرہ بزن بیگان لکھنؤ میں

چھپ کر شائع ہوا

چندہ سالانہ (عہ/) مع محصول ڈاک

کارخانہ روغن الرحمٰن لکھنؤ کا اعلیٰ عطر
آپ ایک دفعہ آزما کے تو دیکھیں
عطر کے لئے لکھنؤ مشہور ہے۔ مگر افسوس ہے کہ جو عطر ہے وہ باہر والوں کو نہیں ملتا کیونکہ کمیشن مال کی روانگی نوکروں کے ہاتھ ہے اور انکے ذلیل و نقل کا خمیازہ ان ہی غریبوں کو اٹھانا پڑتا ہے جو باہر سے منگوانے اور بے دیکھے خریدنے پر مجبور ہیں۔ اور بعض اشتہار دینے والوں کی یہ حالت ہے کہ روپیہ کا مال دو کو اور کبھی چار کو بھیجدیتے ہیں۔ یہ تمام خرابیاں دیکھ کے ہم نے ذمہ لیا ہے کہ باہر کے جو صاحب طلب فرمائیں ان کے لئے معتبر اور مستند کارخانوں سے عطر اعلیٰ درجے کے تیل وغیرہ خاص طور پر اہتمام کر کے مال بخوبی جانچ کے اور کفایت خرچ کر کے روانہ کر دیا کریں جس کا بہت اچھا اور قابل اطمینان انتظام کیا گیا ہے۔
عطر کے شائق
ایکبار امتحاناً منگا کر دیکھ لیں کہ ہمارے ذریعہ سے آپکو کیسا اچھا عطر اور کن داموں کو ملتا ہے
عطروں کی فہرست حسب ذیل ہے
عطر حنا فی تولہ
موتیا
چمیلی
کیوڑا
خس
قند
مولسری
اگر غرقی کہنہ
روح خس اصلی
مخلوط آصفی
عطر پاڑی فی تولہ
بیلا
مجموعہ
صدبرگ
جوہی
سنگترہ
چمپا
سیوتی
اگر غرقی کہنہ
ناگیسر
مخلوط عنبری
عطر عروس فی تولہ
برگ حنا
راحت روح
سہاگ
مہک پری
روح پاڑی
مٹی
روح گلاب اصلی
شہناز
محبوب پسند
خوشبودار تیلوں کی فہرست ملاحظہ ہو
روغن چمیلی فی سیر
روغن بیلا فی سیر
روغن کیوڑا فی سیر
روغن حنا فی سیر
اعلیٰ درجہ کا خوشبودار عمدہ بامزہ تمباکو
تمباکو مشکی فی سیر
ایضاً زعفرانی
قوام مشکی فی تولہ
ایضاً
گولیاں تمباکو مشکی طلائی فی تولہ
نقرئی فی تولہ
بلا ورق
نوٹ:۔ درخواست آنے ہی ویلو پے ایبل روانہ ہوگا، بار دانہ و مصارف ڈاک ذمہ خریدار
آپکا خادم حکیم محمد سراج الحق منیجر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خاں لکھنؤ

عرب مین مسیحیت کیسے پھیلی اور اس نے کیا کیا

ملک شام مین فیمون نام ایک راہب مع اپنے ایک مرید کے دن کو ادھر ادھر مارا مارا پھرتا اور ساری رات عبادت الٰہی مین مشغول رہتا۔ اس کی یہ بھی عادت تھی کہ جس گاؤن اور آبادی مین جاتا سب سے چھپا ہوا اور مخفی رہتا۔ اور جہان کسی کو خبر ہو جاتی بھاگ کے کسی اور گاؤن مین ہو رہتا۔ اسی طریقے سے یہ دونون پیر و مرید شام کے گاؤن مین مارے مارے پھرتے تھے کہ کسی عربی قافلے کے ہاتھ مین پڑ گئے۔ جن لوگون نے ان کو گرفتار کر لیا۔ اور جنوب کی طرف لا کے نجران کے بازار مین بیچ ڈالا۔ اس طرح یہ دونون دو نجرانی شریفون کے غلام بنے۔ جس شخص نے فیمون کو مول لیا تھا اس نے اسے شہر نجران کے قریب ایک گاؤن مین لیجا کے رکھا۔ مگر اس سے ایسی نیک نفسی ظاہر ہوئی کہ آقا کا دل بھی پسیج گیا باوجود اختلاف مذہب کے وہ لطف و مہربانی سے پیش آتا۔ اس کی اطاعت اور رضا و تسلیم سے خوش ہوتا۔ اور اس کے اوقات مین کبھی خلل انداز نہ ہوتا تھا۔

نجران کا پہلا مذہب اور بت

نجران کے لوگ عموماً بت پرست تھے۔ اور سب سے زیادہ قابل عبادت ان کے مذہب مین ایک بڑا درخت تھا۔ جس کے گرد ہر سال ایک میلہ ہوتا۔ اس کی ٹہنیون مین اچھے اچھے زرق برق کپڑے اور قیمتی و مرصع زیور عورتون سے لے لے کے لٹکائے جاتے۔ اور بڑی دھوم دھام سے پرستش ہوتی۔ فیمون کے آقا نے اتفاقاً ایک رات اُسے عبادت کرتے دیکھ لیا۔ غیر مرئی اور غیر مخلوق خدا کے پوجنے کی شان اُسے پسند آگئی۔ پوچھنے لگا "فیمون تمھارا کیا مذہب ہے؟ کیا تم اس درخت اور ان بتون کو نہین مانتے؟" فیمون نے اپنا مذہب توحید بتایا۔ اور کہا "اس درخت مین کیا ہے جو اس کی پرستش

کیجائے۔ مین اگر دعا کرون تو یہ درخت ابھی جڑ سے اُکھڑ کے گر پڑے۔" آقا نے دینِدار غلام کا امتحان لیا۔ اور جب دیکھا کہ اس کی دعا نے اہلِ نجران کے پرانے بُت یعنی اس درخت کو گرا دیا تو وہ بے تکلف حضرت مسیح پر ایمان لایا۔ اور نجران مین دینِ مسیحی کی بنیاد قائم ہو گئی۔

انھین دنون اتفاقاً ایک اور شخص نجران مین آکے فروکش ہوا جس کی نسبت مشہور تھا کہ جادو خوب جانتا ہے۔ یکایک تمام شرفائے نجران کو شوق پیدا ہوا کہ اپنے بیٹون کو جادو کی تعلیم دلائین۔ وہ تمام لڑکے جو اس جادوگر کے پاس جادو سیکھنے کو آتے انھین مین ثامر نام ایک نجرانی شریف کا ذہین و طباع بیٹا عبداللہ بھی تھا عبداللہ جب اُس ساحر سے ملنے کو جاتا تو راستہ مین فیمون کا خیمہ پڑتا جہان وہ اکثر عبادتِ الٰہی ہی مین مشغول نظر آتا تھا ذہین اور ناتجربہ کار لڑکے کو یہ وضع عبادت ایک نئی اور اعجوبہ چیز نظر آئی جس کے دیکھنے اور سمجھنے کے لیے اُس نے فیمون سے راہ و رسم پیدا کی اور اس کے پاس اُٹھنے بیٹھنے لگا۔ اس صحبت کا نتیجہ یہ ہوا کہ عبداللہ بن ثامر کو پہلے تو فیمون کی ہر چیز نئی نظر آتی تھی مگر آخر مین وہ اس کی ہر بات کو پسند کرنے لگا۔ اور اُس نئے دین کا بھی دلدادہ ہو گیا جس کی بدولت فیمون اس کی نظر مین انتہا درجے کا متقی و پرہیزگار ثابت ہوا تھا عیسائی ہونے کے بعد عبداللہ بن ثامر کے جوش جوانی نے یہ نیا رنگ دکھایا کہ وہ آزادانہ اور علانیہ طور پر ہر شخص کو اپنے دین کی طرف بلانے لگا۔ اور یہ حالت تھی کہ سرِ راہ چلتے کے سامنے جا کے توحید و نبوت مسیح کی تبلیغ کرتا۔ اس نوجوان عیسائی کی کوشش سے اکثر اہلِ نجران دینِ مسیحی اختیار کرنے لگے۔ ہوتے ہوتے یہ خبر نجران کے حکمران تک پہونچی۔ اس نے عبداللہ بن ثامر کو اپنے سامنے بلوا کے طرح طرح کی اذیتین دین۔ مگر نیا یہ جوش اور نوجوان مومن آخر تک مستقل ثابت ہوا۔ اور کہتے ہین کہ ہر مصیبت و تکلیف مین کسی قدرتی کرشمہ نے اس کی جان بچائی آخر فرمانروائے نجران عبداللہ بن ثامر کو تکلیفین دیتے دیتے مر گیا۔ اور اس کے دم واپسین کے ساتھ سارا نجران عیسائی تھا۔ اس طور پر آنحضرت صلعم کی

(حاشیہ: عبداللہ بن ثامر | پاس جادو سیکھنے | مسیحیت کی علانیہ تبلیغ | اور کامیابی)

ع۵ سیرۃ ابن ہشام

ولادت سے ستر سال پیشتر تمام اہل نجران عیسائی ہو گئے تھے۔عہ

یہودیون سے تعصب نجران والون کی مسیحیت چند ہی روز مین تعصب کے سخت اور غیر قابل برداشت نمونے دکھانے لگی۔ جن مین سے ایک یہ واقعہ تھا کہ انھین کے شہر مین ایک یہودی رہتا تھا جس کے دو بیٹے تھے۔ غالباً اختلاف دینی ہی کی بنا پر سے متعصب عیسائیون نے اس کے دونون بیٹون کو بڑی بے رحمی کے ساتھ قتل کر ڈالا۔ دل شکستہ اور ستم زدہ یہودی سے جب اور کوئی تدبیر نہ بن پڑی تو فریادیون کی صورت بنا کے یہودی فرمان روائے یمن ذونواس کے دربار مین پہونچا اور

نجران پر ذونواس کا حملہ ہموطنون کی متعصبانہ سنگدلی ظاہر کی۔ ذونواس ایک پرجوش اور متعصب یہودی تھا اپنے ایک ہم مذہب کی بے کسی دیکھتے ہی فوج لے کے چل کھڑا ہوا۔ اور اہل نجران کے سامنے اپنی صفین مرتب کین۔ پہلے تو انھین پیام بھیجا گیا کہ یا تو سب کے سب یہودی ہو جاؤ۔ اور یا لڑنے کا سامان کرو۔ نجران والے بھی اپنے اعتقاد مین کچھ ایسے نہ تھے۔ مرجانا منظور کر لیا اور یہ نہ گوارا کیا کہ دین عیسوی سے باز آجائین۔ فوراً لڑائی شروع ہو گئی۔ مگر تھوڑی ہی دیر مین یمنی تلوارون اور حمیری دست و بازو نے اہل نجران کے حواس بگاڑ دیے۔ اور نہتے اہالی

اصحاب اخدود بیکسی کے ساتھ قتل ہوتے تھے۔ ذونواس نے گڑھے کھدوا کے ان مین آگ جلوائی اور نجرانی عیسائیون کو زندہ پکڑ پکڑ کے ان مین ڈلوانے لگا۔ اس طرح یمن کے یہودی بادشاہ نے تقریباً بیس ہزار عیسائیون کو یا تو خاک و خون مین نہلایا یا آگ مین جلا دیا۔ خود عبداللہ بن ثامر بھی اس موقع پر اپنے ہمراہیون کے ساتھ مارا گیا اور عرب کی مسیحیت زوال کے قریب پہونچ گئی۔ اس واقعہ کا تذکرہ قرآن مجید مین بھی آیا ہے۔ جہان ذونواس اور اس کے ہمراہی اصحاب اخدود کے لفظ سے یاد کیے گئے ہین۔

عہ ابن اثیر

عہ ابن خلدون۔ عہ اخدود عربی مین خندق یا گڈھے کو کہتے ہین۔ ان لوگون نے چونکہ گڑھے کھدوا کے ان مین آگ جلوائی تھی۔ اور مظلومون کو آگ کا عذاب دیا تھا۔ لہذا قرآن نے ان لوگون کو "اصحاب اخدود" یعنی گڑھے والون کے معنی خیز خطاب سے یاد دلایا۔

دوس ذی ثعلبان | انھین اہل نجران مین دوس ذی ثعلبان نام شہر صنعا ر کا ایک عیسائی تھا جس نے تمام ہم مذہبون کے قتل کا تماشا آنکھون سے دیکھ کے ایک انجیل اٹھائی جو یمنی یہودیون کی دست برد سے آدھی جل گئی تھی اور اپنے چست و چالاک عربی گھوڑے پہ سوار ہو کے شمال کیطرف بھاگا۔ حمیریون نے اس کا بھی تعاقب کیا۔ مگر باد رفتار گھوڑے کی کسی نے گرد بھی نہ پائی اور دوس ذی ثعلبان عرب کے ریگزارون کو قطع کرتا اور لق و دق بیابانون کی خاک چھانتا ہوا شام مین پہونچا۔ پھر شام سے روانہ ہو کے مغرب کی طرف مڑا اور یورپ کی راہ لی۔ آخر ایشیائے مائنر کے شہرون مین پھرتا پھراتا خاص قسطنطنیہ مین داخل ہوا۔[ع٥] اس مشرقی

دربار روم مین اسکی فریاد | شہنشاہی روم کے دار السلطنت مین پہونچتے ہی یوسطیانوس کے دربار مین گیا۔ وہ آدھی جلی انجیل دکھائی۔ اور عیسائیون کی مظلومی اور ان کے قتل عام کی داستان سنا کے دادرسی کی درخواست کی۔ شہنشاہ یوسطیانوس کا حال جیسا کہ ہمارے ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے نہایت ہی متعصب بادشاہ تھا۔ اور جب اسے یہودیون کی یہ زیادتیان معلوم ہوئین تو کوشش کرنے لگا کہ کسی کو انتقام کے لیے روانہ کرے۔

جبشیون کا یمن پہ حملہ | آخر اس عربی مفرور ہی کے کہنے سے ملک حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام قسطنطنیہ کے دربار سے یہ حکم گیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو ملک یمن پر چڑھائی کر کے یہودیون کو ان کے ظلم و تشدد کی سزا دے۔ اس شہنشاہی فرمان کو خود دوس[٥] ذی ثعلبان لے کے حبشہ مین پہونچا۔ اور نجاشی کو بھی مذہبی غیرت دلا کے چڑھائی پہ

ارباط | آمادہ کر دیا۔ نجاشی نے ارباط نام اپنے ایک فوجی افسر کو بلایا۔ اور ستر ہزار حبشی اس کے ہمراہ رکاب کر کے حکم دیا کہ آبنائے باب المندب سے اتر جائے۔ اور یمن پہ قبضہ[لله] کر لے۔ حبشیون کو کشتیون کے فراہم کرنے مین کسی قدر دشواریان پیش آئین۔ مگر دولت روم کی مدد سے یہ مشکل بھی آسان ہو گئی

ع٥ سیرۃ ابن ہشام ع٥ سیرلس گلین۔

٥ دوس یعنی پطرس الراہب کا ذکر حروب صلیبیہ کے بیان مین پوری تفصیل کے ساتھ آگیا ہے۔ یہی پہلا شخص ہے جس نے یورپ مین جا کے حروب صلیبیہ کے لیے دوہائی دی۔

لله سیرۃ ابن ہشام۔

اور آریاط اپنے ہمراہیون کی تعداد کثیر کے ساتھ سواحل یمن پر اُترا۔ اور عہد جاہلیت کا وہ عربی بطرس الراہب (پٹر دی ہرمٹ) یعنی ذودس ذی ثعلبان بھی اس کے ہمراہ تھا۔

مقابلہ | تبابعہ کے آخری وارث ذو نواس کو جیسے ہی حبشیون کی فوج کے اترنے کی خبر ہوئی اپنے وطنی بہادرون کی ایک بڑی فوج لے کے مقابلہ کو چلا۔ مگر اب دولت تبابعہ کے زوال کا زمانہ سر پر آگیا تھا۔ وہی یمنی بہادر اور حمیری سورما جن کی تلوار نے قرون ماضیہ مین بڑے بڑے کارہاے نمایان دکھاے تھے کمزور اور بزدل ثابت ہوے۔ زیادہ لڑائی کی بھی نوبت نہین آئی تھی کہ حامیان وطن کو شکست ہوئی اور حبشیون کی تلوارین بھاگنے اور پناہ ڈھونڈھنے والون کی زندگیان ختم کرنے لگین مگر ذو نواس کی غیرت اس ذلیل شکست کا سمان نہ دیکھ سکی اور نہ اسے یہ گوارا ہوا کہ ہموطنون کی بے عزتی و مظلومی کا تماشا اپنی آنکھون سے دیکھے

ذو نواس کا خاتمہ | گھوڑے کو ایڑ لگا کے سمندر مین پھاند پڑا۔ جہان متلاطم موجون نے اپنے آغوش مین لے کے اُسے کسی دوسرے عالم مین پہونچا دیا۔[۱]

مسیحیت انتقام لیتی ہے | اب اگرچہ کوئی سر اٹھانے والا نہین باقی رہا تھا۔ مگر مسیحی خون کے انتقام کے لیے قتل عام کا حکم دے دیا گیا۔ اور یمن کے مرد و عورت ہر طرح کی ذلتون اور رسوائیون مین مبتلا کیے گیے۔ حبشی فاتح نے قریب قریب تمام رعایاے یمن کو تین حصون پر تقسیم کر ڈالا۔ ایک حصہ تو بے دریغ تہ تیغ کیا گیا۔ ایک حصہ اسیر کر کے غلامون کی حیثیت سے نجاشی کے پاس بھیجا گیا۔ اور ایک حصہ ملک کی آبادی کے لیے باقی رکھا گیا۔ سلحین۔ بینون۔ اور غمدان جو یمن کے زبردست اور مشہور قلعے تھے منہدم کر دیے گئے۔ اور وحشی و بے حمیت حبشیون کے ہاتھون یمن کی ساری رونق اور ملوک تبابعہ کی پیدا کی ہوئی اگلی شان و شوکت سب خاک مین مل گئی۔

ابرہہ | سپہ سالار حبشہ آریاط کے ساتھ ایک اور حبشی سردار بھی آیا تھا جو ابرہہ کے نام سے مشہور تھا۔ یمن کے فتح ہو جانے کے بعد ابرہہ اور آریاط مین کسی امر پر اختلاف

عہ ابن خلدون۔ عہ سیرۃ ابن ہشام۔
[۱] ابن اثیر۔

ہوا۔ اس اختلاف نے یہان تک طول کھینچا کہ حبشیون کی فوج دونون سردارون مین آدھی آدھی بٹ کے ایک دوسرے کے مقابلے مین کھڑی ہو گئی۔ مگر لڑائی نہین

ابرہہ و اریاط کی باہمی مخالفت

شروع ہونے پائی تھی کہ ابرہہ کی طرف سے پیام گیا "اپنے دوستون اور سپاہیون کے کٹوانے سے کیا فائدہ؟ بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم تم اکیلے میدان مین آ کے فیصلہ کر لین۔" اریاط نے بھی اس تجویز کو پسند کیا اور دونون سردار اپنے اپنے گروہون مین سے نکل کے بیچ میدان مین کھڑے ہو گئے اس باہمی نبرد آزمائی کی ابتدا تو یہ تھی کہ اریاط کے گرز نے ابرہہ کی آنکھ اور ناک ہمیشہ کے لیے ٹیڑھی کر دی جس کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے اشرم (ٹیڑھی ناک اور آنکھ والا) اس کا لقب ہو گیا۔ اور خاتمہ یہ ہوا کہ عتودہ نام ابرہہ کے ایک غلام نے جو دغا و فریب سے حریف کے پیچھے کھڑا کر دیا گیا تھا تلوار کے ایک وار سے اریاط کا کام تمام کر دیا۔ جس کے دم نکلنے کے ساتھ ہی

اریاط دغا سے مارا گیا

سارا حبشی لشکر ابرہہ کے تابع فرمان تھا۔ جب یہ خبر نجاشی کو پہونچی تو بہت برہم ہوا۔ مگر ابرہہ نے خوشامد کی کارروائیون سے اسے بھی راضی

ابرہہ کی حکومت

کر لیا اور باطمینان تمام سارے ملک یمن پہ حکومت کرنے لگا۔[۵۷]

ذویزن

اب یمن کا قدیم شاہی خاندان تباہ ہو چکا تھا۔ مگر سلطنت کے بدلنے کے بعد جس قسم کی طوائف الملوکی عموماً اطراف و جوانب مین برپا کرتی ہے اسی کی بدولت زید جمہور نام کسی قدیم نامی سردار یمن کی نسل کا ایک شخص ذویزن کا لقب

آزادی کی آخری کوشش

اختیار کر کے بعض اضلاع یمن پہ متصرف ہو گیا۔ ذویزن مذہب یہود کا پیرو تھا اور مسیحی حبشی سردار کسی طرح نہ پسند کر سکتا تھا کہ ایک یہودی کو حکومت کرتے دیکھے۔ ابرہہ نے ذویزن سے بھی نجران کے مقتول عیسائیون کے خون کا معاوضہ طلب کیا۔ جس کا جواب سوا اس کے اور کچھ نہ تھا کہ ذویزن فوجین جمع کر کے چلا۔ اور وطنی و قومی حکومت قائم کرنے کی ایک بار اور کوشش کی گئی۔ مگر تقدیر نے پھر وہی

ذویزن کا انجام

پہلا سمان دکھایا۔ اور شکست کھانے کے بعد آخری تاجدار تبابعہ ذونواس کی طرح ذویزن نے بھی سمندر مین ڈوب کے جان دی۔ اور اس کا

سیف بن ذی یزن

بیٹا ابو مرہ سیف بن ذی یزن حبشیون کی اطاعت مین زندگی

۵۷ ابن اثیر

بسر کرنے لگا۔ ابو مرہ اگرچہ کسی قسم کی قوت و حکومت نہ رکھتا تھا مگر اہل یمن مین اپنے باپ کا جانشین مانا جاتا تھا۔[عہ]

ابرہہ کی بدکاریان ابرہہ اگرچہ ایک رحم دل اور درگذر کرنے والا بادشاہ بتایا جاتا ہے مگر اپنے اخلاقی طرز عمل کے لحاظ سے وہ نہایت ہی بدچلن بلکہ ظالم تھا۔ اس نے حمیر کی بہت سی شریف زادیون کی عزت و حرمت اپنی شہوت پرستیون پر قربان کر دی۔ خصوصاً

عتودہ کی دست بُرد اس کا غلام عتودہ جس نے آریاط کو قتل کر کے اسے حکمرانی کا موقع دیا تھا اپنی غلامانہ دنارت کی بدولت حد سے گذرا جاتا تھا۔ وہ ابرہہ کے مزاج مین بہت کچھ در خور رکھتا تھا۔ اور سلطنت پر اس کے بہت سے حقوق سمجھے جاتے تھے۔ جس کے نشہ مین جس شریف زادی کو چاہتا بلوا لیتا اور اس کی عزت و ناموس کو خاک

یعنی شہزادہ سیف کی بے حرمتی مین ملا دیتا۔ عتودہ کو تو ان جرائم کی پاداش مین ایک غیرت دار یمنی شخص نے مار ڈالا۔ مگر ابرہہ کی زیادتیان برابر جاری تھیں۔ اور سارا ملک یمن چیخ اٹھا تھا۔ کہ اس نے سیف بن ذی یزن کی حسین و صاحب جمال بی بی ریحانہ کی خوبصورتی کی تعریف سنی اور اسے زبردستی چھین کے اپنے قبضہ مین کر لیا۔ ریحانہ سیف کے گھر مین معدی کرب نام ایک لڑکے کی ماں ہو چکی تھی۔ مگر ابرہہ نے اس کا بھی خیال نہ کیا۔ اور اس حمیری شاہزادی کو زبردستی اپنے محل مین بند کر لیا جہان اس کے بطن سے ابرہہ کا بھی ایک لڑکا ہوا۔ اور اس کا نام مسروق رکھا گیا۔ سیف کو بیوی کی مفارقت اور اپنی بیکسی و بے بسی کا اس قدر صدمہ ہوا۔ اور اس بے حرمتی پر ایسی غیرت آئی کہ وطن کو خیرباد کہی۔ اور بھاگ کے ریگزار عرب مین غائب ہو گیا۔[عہ]

کعبہ کی مرجعیت پر عیسائی حسد کرتے ہین عین اس وقت جبکہ یمن مین اس کی بد اخلاقیون کی دھوم مچی ہوئی تھی ابرہہ نے سنا کہ ارض حجاز مین کعبہ نام ایک معبد ہے جس کی تعظیم سلف سے ہوتی چلی آتی ہے اور اہل عرب کو کوئی چیز اس کے حج و طواف سے نہین روک سکتی۔ یہ سن کے وہ دل مین بہت برہم ہوا کعبہ اس کی نظر مین یمن کی وقعت و سلطنت اور نیز دین عیسوی کا زبردست رقیب ثابت ہوا۔ اور اسی وجہ سے اسکی وقعت مٹانے کے لیے اس نے شہر

[عہ] ابن خلدون۔ [عہ] سیرۃ ابن ہشام۔

کنیسہ قلیس | صنعا مین ایک عالیشان کنیسہ بنوایا۔ اور اسکی تعمیر کے لیے نجاشی اور شہنشاہ روم تک سے مدد لی گئی تھی۔ اور دور دور سے کاریگر بلوائے گئے تھے بلقیس کے پرانے قصر سے کھود کھود کے سنگ مرمر کی طلاکار سلین اس مین لگائی گئین۔ آبنوس اور ہاتھی دانت کے ممبر نصب کیے گئے۔ سونے چاندی کی صلیبین قائم ہوئین۔ اور تعمیر کی اس قدر عجلت تھی کہ جو کاریگر طلوع آفتاب سے پیشتر کام نہ شروع کر دیتا اس کے ہاتھ کٹوا ڈالے جاتے تھے۔ جب یہ کنیسہ بن کے تیار ہو گیا

اس کی شان | تو اپنی خوبصورتی اور شانداری کے لحاظ سے سارے عرب مین ایک حیرت انگیز چیز تھا۔ ابرہہ نے اُسے قلیس کے نام سے نامزد کیا۔ اس لیے کہ بہت بلند تھا۔ عربی مین لفظ قلیس کے یہی معنی[عہ] ہین۔ ابرہہ اس کنیسہ کی شان و شوکت دیکھ کے بے اختیار کہہ اُٹھا "جب تک کعبہ سے پھیر کے عربون کا رخ اس مسیحی معبد کیطرف نہ متوجہ کر لون گا مجھے چین نہ آئے گا"۔ ابرہہ کے اس قول اور صنعا کے نئے عالیشان کنیسہ کی خبر اطراف عرب مین مشہور ہوئی۔ اور مختلف قبائل مین اس کا تذکرہ ہوا۔ یہ امر ظاہر ہے کہ دنیا دی سامان چاہے کتنے ہی تزک و احتشام کا نمونہ ہو عام اعتقادات کو نہین بدل سکتا۔ اور شاید سادہ مزاج ابنائے بادیہ کسی قدر توجہ کرتے

عرب قلیس کی توہین کرتے ہین | مگر ابرہہ کے دعوون اور ارادون کی شہرت کے ساتھ مختلف قبائل مین مخالفت کا جوش پیدا ہوا۔ اور یہان تک نوبت پہونچی کہ بنی کنانہ کے ایک شخص کو جو مشرکین عرب مین نساۃ[عہ] کی عزت رکھتا تھا بے انتہا غصہ آیا۔ وہ سفر کر کے

عہ ابن اثیر۔ عہ سیرۃ الجلیلہ۔ عہ نساۃ ایک فضیلت تھی جو جاہلیت عرب مین نہایت ہی اہتم بالشان سمجھی جاتی تھی۔ ہم بیان کر آئے ہین کہ مشرکین عرب مین سال کے چار مہینے یعنی رجب ذیقعدہ۔ ذی الحجہ۔ اور محرم محترم و مبارک سمجھے جاتے تھے۔ اور قافلے چلنے لگتے تھے۔ مگر ان کے علاوہ دیگر مہینون مین تجارت اور تمام کاروبار ملتوی پڑے رہتے تھے۔ کبھی اس کی بھی ضرورت پڑ جاتی تھی کہ ان مہینون مین سے کوئی مہینہ حلال کر لیا جائے۔ اس مین لوٹ مار جائز کر دی جائے اور اس کے عوض کوئی اور مہینہ حرام قرار دیا جائے لیکن ایسی ضرورت کے اوقات مین اکثر محرم ہی کا مہینہ حلال کیا جاتا اور اس کے بدلے صفر کا مہینہ حرام۔ اسی حرام و حلال بنا لینے کے استحقاق کو ان کی اصطلاح مین نساۃ کہتے تھے۔ اور اس کا استحقاق ہر شخص کو نہ تھا

شہر صنعا میں گیا۔ اور تنہائی میں موقع پا کے کنیسۂ قلیس کی قربان گاہ پر پاخانہ پھر کے بھاگ آیا۔ ابرہہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ کعبہ کے معتقدین ہی میں سے کسی کا کام ہے تو بہت جھنجھلایا۔ اور ایک شخص کو بھیجا کہ قبائل عرب میں پکار دے کہ آیندہ سے کعبہ کے عوض قلیس کے گرد حج کی رسمیں بجا لائی جائیں گی۔ اس پکارنے والے کو بنی کنانہ میں سے کسی نے تیر کا نشانہ بنایا۔[۱]

کعبہ کے ڈھانے کی تیاریاں | اہل عرب کی یہ سرکشیاں اور گستاخیاں دیکھ کے ابرہہ کو بڑا غصہ آیا اور قسم کھا گیا کہ اچھا یوں نہیں ہے تو میں مکہ میں جا کے کعبہ کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ کے پھینک دوں گا۔ اس کے بعد اس شان سے مکہ کی طرف روانہ ہوا کہ محمود نام ایک زبردست ہاتھی پر خود سوار تھا۔ اور گرد ایک بہت بڑا حبشی لشکر جمگھٹ کیے ہوئے تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابرہہ کے لشکر میں اور بھی بہت سے ہاتھی تھے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ ایک ہی تھا۔ جو بہت بڑا زبردست اور سفید تھا۔ اس ہاتھی کے لانے کی اصلی غرض یہ تھی کہ اسی کی ٹکروں سے کعبہ منہدم کیا جائے گا۔ ابرہہ کی روانگی کی خبر سن کے

ذونفر سے مقابلہ | اہل عرب بہت گھبرائے اور ڈرے۔ اس لیے کہ بظاہر اس کے مقابلہ کی کسی میں تاب نہ تھی۔ تاہم یہ ایسا نازک معاملہ تھا کہ باوجود اپنی کمزوری و بے بسی کے لوگوں سے خاموش بھی نہ بیٹھا گیا۔ ہنوز ابرہہ حدود یمن ہی میں تھا کہ ذونفر نامی ایک شخص جو باقی ماندہ شاہزادگان یمن میں سے تھا چند لوگوں کو فراہم کر کے مقابل ہوا لڑائی میں یمنیوں کو شکست ہوئی اور ذونفر گرفتار کر کے ابرہہ کے سامنے لایا گیا ابرہہ قتل کا حکم دینے کو تھا کہ تبابعہ کے اس ذلیل یادگار نے کہا "اگر مجھے زندہ رکھیے گا تو آپ کے کچھ کام ہی آؤں گا"۔ یہ درخواست منظور ہوئی اور وہ حبشیوں کے ساتھ پابزنجیر روانہ ہوا۔

(بقیہ صفحہ ۱۰۴) بلکہ خاص لوگ تھے جن کے پاس حج سے فراغت کر کے مشرکین جمع ہوتے۔ اور وہ بتا دیتے کہ اب کی سال کون کون مہینہ حرام قرار دیے گئے ہیں۔ اور اگر لوگ مزورتیں پیش کرتے تو وہ اپنی رائے میں ترمیم کر دیتے۔ عرب میں سب کے پہلے جس شخص نے مہینوں کو حرام و حلال پر تقسیم کیا وہ حذیفہ بن عبد بن نقیم تھا۔ پھر اسکا بیٹا عباد بن حذیفہ ہوا۔ پھر اس کا بیٹا قلع بن عباد۔ پھر امیہ۔ پھر آخر ثمامہ جنادۃ بن عوف انھیں میں سے کوئی وہ بھی ہوگا جس نے صنعاء کے کنیسۂ قلیس میں یہ حرکت کی۔ (ابن ہشام) [۱] ابن اثیر۔
[۲] ابن خلدون۔ [۳] سیرۃ الحلبیہ

نفیل بن حبیب بھی رہ روکتا ہے

ابرہہ آگے بڑھا اور قبیلۂ خثعم کی سرحد میں داخل ہوا تھا کہ نفیل بن حبیب خثعمی قبائل خثعم شہران۔ اور ناہس کے جوانوں کے ساتھ مقابلہ کو آموجود ہوا۔ یہاں بھی لڑائی میں عربوں کو شکست ہوئی۔ اور ذونفر کی طرح بدقسمتی سے نفیل کو بھی قیدی بناکے ابرہہ کے سامنے لا کھڑا کیا۔ جب اُسکے قتل کا ارادہ کیا گیا تو وہ بولا کہ میری جان نہ لیجیے میں اِن دشوار گزار منزلوں میں آپ کی رہبری کروں گا۔ اس طرح ابرہہ کے جلوس میں ایک اور پابزنجیر قیدی شامل ہوا۔ یہاں مسعود بن معتب قبیلۂ ثقیف کے چند لوگوں کے ساتھ ابرہہ کے سامنے آیا اور عرض کی کہ ہم آپ کے غلام اور تابع فرمان ہیں جس معبد کو آپ تباہ کرنا چاہتے ہیں وہ مکہ میں ہے۔ ہمارا یہ معبد جسے معبد لات کہتے ہیں وہ معبد نہیں ہے جس کے لیے آپ نے زحمت کی ہے۔ اور ہم ایک رہبر آپ کے ساتھ کیے دیتے

ابورغال

ہیں جو آپ کو خاص مکہ تک پہونچا دیگا۔ یہ کہہ کے اس نے ابورغال نام ایک شخص کو ابرہہ کے ہمراہ کر دیا۔ حبشیوں کا لشکر آگے بڑھ کے مقام مغمس تک پہونچنے پایا تھا کہ ابورغال مرگیا۔ اور اہل عرب کو اسکے اس فعل پر اس قدر غصہ آیا تھا کہ اس قومی نمک حرامی کے جرم میں

اس کی قبر

اس کی قبر کو ڈھیلے مارنے لگے۔ جس رسم کو اسلام نے بھی جاری رکھا۔ اور ابورغال کی قبر آج تک پتھروں کا نشانہ بنی ہوئی ہے۔

خاص قریش پر حملہ

ابورغال کے مرنے کے بعد ابرہہ مغمس میں ٹھہر گیا۔ اور ایک حبشی شہسوار اسود بن مقصود کو کچھ سواروں کیساتھ مکہ کی طرف روانہ کیا۔ اسود نے ایک معمولی گردآوری کی۔ اہل مکہ خاموش بیٹھے رہے۔ اور اس کے سوار قریش کے بہت سے مویشی ہنکا لے گئے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد عبدالمطلب کے دو سو اونٹ بھی تھے۔ اسود کی اس دست برد پر قبائل قریش کنانہ وہذیل اور دیگر لوگ جو مکہ میں تھے لڑنے مرنے پر آمادہ ہوگئے مگر پھر خود ہی سمجھے کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ ابرہہ کے عظیم الشان لشکر کا مقابلہ کرنا بالکل بے سود ہے۔ مکہ والے اسی پس وپیش میں تھے کہ حناطہ حمیری ابرہہ کا سفیر بن کے آیا۔ اور

ابرہہ کا پیام

پوچھنے لگا کہ اس شہر کا سردار کون شخص ہے۔ لوگوں نے عبدالمطلب کا نام لیا اور وہ آپ کے نیک نفس دادا کے سامنے آیا۔ اور کہا ہمارا بادشاہ کہتا ہے کہ میں تم سے لڑنے کو نہیں آیا ہوں۔ میری تو صرف یہ غرض ہے کہ اس قدیم معبد کو منہدم کردوں۔ اگر اس امر میں مانع ہونے کا ارادہ نہیں ہے تو بادشاہ سے چل کے ملاقات کرو۔ وہ

تمہاری جانوں کو ضرر نہیں پہونچائے گا۔ بلکہ ادر اخلاق سے پیش آئے گا۔" عبدالمطلب نے کہا "یہ گھر تو خدا کا ہے۔ اور جناب ابراہیم و اسمٰعیل کی یادگار ہے۔ اسکی حفاظت ہمارے ذمے نہیں۔ اگر خدا کو بچانا منظور ہے تو آپ ہی حفاظت کرے گا۔" یہ کہہ کے عبدالمطلب نے اپنے چند بیٹوں کو ہمراہ لیا اور خاطر جمعی کے ساتھ حبشی لشکر کے پڑاؤ کی طرف روانہ ہوئے وہاں پہونچ کے پہلے ذونفر حمیری سے ملے جس سے ان سے پہلے کی ملاقات تھی۔ اور کہا "اے ذونفر ہماری مصیبت میں تمھیں کچھ فائدہ ہے؟" ذونفر نے جواب دیا "کسی ایسے شخص کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے جو پابزنجیر ہو اور صبح و شام قتل کا امیدوار رہتا ہو؟ مگر ہاں شاہی فیلبان انیس میرا دوست ہے تمھیں اس سے ملائے دیتا ہوں۔ امید ہے کہ اسکی سفارش سے بادشاہ تمہارے حال پہ مہربان ہو جائے گا۔" یہ کہہ کے اس نے انیس کو بلوایا اور کہا "دیکھو عبدالمطلب قریش کے سردار چشمۂ زمزم کے مالک اور بڑے فیاض و نیک نفس لوگوں میں ہیں۔ شاہی سوار ان کے دو سو اونٹ ہنکا لائے ہیں تم اتنا کرو کہ انھیں بادشاہ سے ملادو اور اس طرح سفارش کرو کہ ان کو تمھاری کوشش سے کچھ نفع پہونچے۔" انیس نے ابرہہ کے سامنے جا کے

عبدالمطلب ابرہہ کے دربار میں

عبدالمطلب کی تعریف کی۔ ان کی خوبیان بیان کیں اور انھیں بڑی عزت کے ساتھ پیش کیا۔ عبدالمطلب خود ہی وجیہ اور رعب و داب کے آدمی تھے ابرہہ ان کی صورت دیکھتے ہی تخت سے اُتر آیا۔ اور انھیں اپنے برابر فرش پہ بٹھایا پھر ترجمان کو بلا کے کہا "ان سے پوچھو کہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟" ترجمان نے جب پوچھا تو عبدالمطلب نے کہا "بس یہی کہ میرے دو سو اونٹ چھوڑ دیئے جائیں۔" یہ جواب سن کے ابرہہ نے متحیر ہو کے عبدالمطلب کی صورت دیکھی اور کہنے لگا "تعجب کی بات ہے کہ تمھیں اپنے دو سو اونٹوں کی تو فکر ہے مگر اپنے اور اپنے آبا و اجداد کے اس معبد کی پروا نہیں جس کے ڈھانے کو میں آیا ہوں!" عبدالمطلب نے نہایت ہی بے پروائی اور خاطر جمعی کے ساتھ جواب دیا "بادشاہ ہر شخص کو اپنی چیز کی فکر ہوتی ہے۔ اونٹ میرے ہیں لہذا مجھے ان کی فکر بھی ہے۔ باقی رہا خانہ کعبہ اس کا مالک کوئی اور ہی ہے۔ جو امید ہے کہ آپ کو روکے گا۔" ابرہہ بولا "مگر وہ تو مجھے نہیں روکتا۔" عبدالمطلب نے کہا "تو جائیے شوق سے ڈھا دیجیے۔"

قریش مکہ کو چھوڑتے ہیں

اس جواب پر ابرہہ خاموش ہو گیا۔ ان کے دو سو اونٹ واپس کر دیے۔ عبدالمطلب ابرہہ سے رخصت ہو کے مکہ میں آئے۔ قریش سے تمام حالات

بیان کیے۔ اور سب کو صلاح دی کہ مکہ کو چھوڑ دو۔ اور اپنے گھرون سے نکل کے پرونی گھاٹیون مین پناہ گزین ہو جاؤ۔ اس تجویز کے مطابق مکہ کے تمام زن و مرد شہر سے نکل نکل کے پہاڑون کیطرف جانے لگے۔ اور خود عبد المطلب چند معززین قریش کے ساتھ خانۂ کعبہ کے پاس آئے۔ اس کے دروازے کی زنجیر پکڑ کے کھڑے ہوئے

خانہ خدا کے سپرد | اور درگاہ رب العزت مین نہایت خشوع و خضوع سے دعا کی کہ "خداوندا اس اپنے مقدس گھر کو ابرہہ اور اس کی فوج والون کے ہاتھ سے بچا" یہ دعا مانگ کے عبد المطلب نے کعبہ کی کنڈی اسی طرح کھلی چھوڑ دی

انہدام کعبہ کی تیاریان | اور باقی ماندہ اہل مکہ کو ساتھ لے کے گرد کی گھاٹیون مین چلے گئے۔

دوسرے دن ابرہہ اپنے لشکر اور کوہ پیکر ہاتھی کو لے کے چلا کہ کعبے کے منہدم کرنے کی کارروائی عمل مین آئے۔ عین اسوقت جبکہ ہاتھی کعبہ کیطرف بڑھایا جا رہا تھا نفیل بن حبیب نے کسی تدبیر سے آزادی حاصل کی۔ اور ہاتھی کے برابر آ کے اس کے کان کی طرف جھکا اور کہا "محمود بیٹھ! اور جدھر سے

ہاتھی مین بڑھتا | آیا ہے ادھر ہی واپس جا۔ تو خدا کے اس شہر مین ہے جس کے اندر ظلم و جور حرام ہے" ہاتھی تو یہ الفاظ سنتے ہی بیٹھ گیا۔ اور نفیل نے بے تحاشا بھاگ کے پہاڑون مین پناہ لی۔ اب لوگ ہاتھی کے اٹھانے کی کوشش کرنے لگے۔ اس کے سر اور گردن مین آنکسین چبھوئی گئین۔ جلد مین آہنی کانٹے پیوست کر دیے گئے۔ مگر وہ نہ اٹھنا تھا نہ اٹھا۔ اور اٹھا بھی تو کعبہ کے عوض کسی اور طرف رخ کر کے۔ اس کی یہ حالت تھی کہ جدھر لے جانا چاہتے بے تکلف چلا جاتا مگر کعبہ کی طرف پھیرا اور وہ اڑ گیا۔

آسمانی بلا طیرا ابابیل | حبشی ہاتھی کے بڑھانے کی تدبیرون ہی مین مشغول تھے کہ ناگہان آسمان پر چڑیون کا ایک غول نظر آیا۔ یہ چھوٹے چھوٹے طیور سمندر کیطرف سے اڑ کے آئے۔ اور یمنی و حبشی سپاہیون کے سرون پر منڈلانے لگے۔ ان کی چونچون اور پنجون مین چھوٹی چھوٹی اور سخت کنکریان تھین جنھین وہ حرم کعبہ کی توہین کرنے والون کے سرون پر برسانے لگین۔ اور سب سے زیادہ

عبرت ناک اور قابل حیرت یہ بات تھی کہ جہان کوئی کنکری کسی کے جسم پر پڑجاتی فوراً آبلے پڑجاتے۔ بدن سڑنے لگتا۔ اور یہ حالت ہوجاتی کہ اعضا کٹ کٹ کے گرنے لگتے۔ اس آسمانی بلا کے آتے ہی ابرہہ کے لشکر مین ہل چل پڑگئی جس کا جدھر منھ اُٹھ گیا بدحواسی سے بھاگا۔ اگرچہ سب لوگون کے جسمون پر کنکریان نہین پڑین۔ تاہم ہزارہا اس آسمانی وناگہانی چیچک مین مبتلا ہوکے مرگئے۔ اور جو جان بچا کے بھاگے بھی تو ان مین سے اکثر دشت عرب اور ناپیدا کنار ریگزارون مین بیدلیل و بے رہبر بھٹک بھٹک کے نذر اجل ہوئے۔ اور بہتون کو ایک سیلاب بہا لے گیا۔ جو خدا کی قدرت سے اسی زمانے مین آگیا تھا۔

خود ابرہہ کی حالت | خود ابرہہ کے جسم پر بھی ایک کنکری پڑگئی۔ وہ انتہا سے زیادہ بدحواس ہوکے چند ہمراہیون کے ساتھ یمن کیطرف بھاگا۔ مگر راستے ہی مین آبلون نے یہ حالت کردی تھی کہ سارا جسم سڑگیا۔ اور انگلیان کٹ کٹ کے گرگئین۔ شہر صنعا مین پہونچتے پہونچتے وہ صرف گوشت کا ایک لوتھڑا رہ گیا تھا۔ چند ہی روز مین دل بھی پھٹ گیا۔ اور نہایت ہی تکلیف و عذاب مین مبتلا ہوکے اُس نے جان دی۔[۹]

اس طرح اللہ جل شانہ نے اپنے مقبول و مقدس گھر کعبہ کو دشمنون کے ہاتھ سے بچایا۔ اور تمام اہل عرب کو یقین دلادیا کہ اس کے نزدیک اس گھر کی کیسی عزت و وقعت ہے کعبہ کو اس کے بعد سے آج تک روز افزون رونق و مرجعیت کے ساتھ قائم ہے۔ مگر کنیسۂ قلیس جس کے ہر دل عزیز اور مقبول عام بنانے کے لیے یہ کوشش کی گئی تھی اور جس کی طرفداری نے ہزارہا حبشیون اور اہل یمن کو عذاب الٰہی مین گرفتار کرکے مارا۔ چند ہی روز بعد ویران ہوگیا۔ اور جبشیون کی حکومت جاتے ہی یہ حالت تھی کہ اس کے گرد زہریلے سانپون اور وحشی درندون کا مسکن تھا۔ اور اندر جانا کیسا کوئی پاس سے گزرنے کی بھی جرأت نہ کرسکتا تھا۔ یہان تک کہ ظہور اسلام کے بعد بنی عباس کے پہلے خلیفہ سفاح نے اپنے ایک عامل کو بھیج کے اسے منہدم کرادیا۔ چنانچہ اس عامل نے اس قدیم کنیسۂ قلیس کو صفحۂ ارض سے مٹادیا۔ اور سونا چاندی یا دیگر قسم کی جو قیمتی چیزین ملین کھود کے نیچے ڈالی گئین اور ان کی قیمت خزانۂ خلافت مین

کنیسۂ قلیس کا کیا حشر ہوا؟

---

[۹] سیرۃ ابن ہشام

داخل ہوئی[۵]

ابرہہ کے جانشین | ابرہہ کے بعد اس کا بیٹا یکسوم یمن کے تخت پر بیٹھا۔ اور جب یکسوم بھی مرگیا تو ابرہہ کا دوسرا بیٹا مسروق جو ذی یزن کی بی بی ریحانہ کے بطن سے تھا اپنے حبشی باپ کے تاج و تخت کا وارث ہوا۔ بس یہی حبشیوں کے خاندان کا پچھلا حکمران یمن تھا جس کے عہد میں یمن کی قسمت نے ایک دوسرا پلٹا کھایا۔ وہ تخت پر بیٹھ کے ہنوز اطمینان نہیں حاصل کرنے پایا تھا کہ سمندر کی طرف سے ایرانی جھنڈا دیہا سانی سپاہی نظر آئے۔

یمن میں ساسانی حکومت کا آغاز

اور اس کا

آخری عہد جاہلیت

سیف بن ذی یزن روم کے دربار میں | ایرانی فوجوں کے آنے کا سبب یہ ہوا کہ سیف بن ذی یزن جب اپنی بی بی کا داغ کلیجے پر لے کے یمن سے بھاگا تو وہ سیدھا قسطنطنیہ پہونچا اور قیصر کے دربار میں جاکے فریاد کی۔ اس غیر مذہب فریادی کی آہ و زاری سُن کے قیصر نے پہلے تو یہ کہہ کے ٹالنا چاہا کہ تمھارا ملک اتنی دور ہے کہ یہاں سے کوئی قابل اطمینان کارروائی نہیں کی جاسکتی مگر جب سیف بن ذی یزن نے اپنی حالت زار بتا کے اصرار کیا تو دربار روم سے صاف جواب ملا کہ اہل حبشہ عیسائی ہیں جن کے خلاف کسی یہودی ستغیث کی تائید نہیں کیجا سکتی۔

پھر وہی ساسانی تاجدار کے سامنے | یہ خلاف امید جواب سن کے سیف بن ذی یزن مایوس ہوگیا مگر اس کے دل سے لگی ہوئی تھی۔ اور اپنے ننگ و ناموس پر پانی پڑ جانے کا خیال کسی طرح چین نہ لینے دیتا تھا۔ قسطنطنیہ میں دادرسی نہ ہوئی تو مسیحی انصاف سے ناامید ہو کے وہ مشرق کی طرف چلا اور ایران کے ساسانی دربار میں پہونچ کے نوشیروان عادل کے سامنے فریاد کی۔ نوشیروان نے بھی غور کر کے جواب دیا کہ "تمھارا ملک یہاں سے دور ہے۔ اور کچھ ایسا دولتمند بھی نہیں کہ ہمیں زیادہ آمدنی کی امید ہو" یہ کہہ کے تاجدار ایران نے اسے خلعت سے سرفراز کیا اور بہت سی اشرفیاں دے کے رخصت کیا۔ سیف بن ذی یزن نوشیروان کے سامنے سے

---

[۵] سیرۃ الحلبیہ

کچھ ایسا دل شکستہ ہو کے نکلا تھا کہ قصر شاہی سے نکلتے ہی نقد کی قسم سے جو کچھ ملا تھا سب فقیرون کو بانٹ دیا۔ یہ بات عدل پرور شہنشاہ ایران کو بھی معلوم ہوئی۔ اُس نے سیف بن ذی یزن کو پھر اپنے سامنے بلوایا۔ اور شاہی انعام کی ناقدری کا سبب دریافت کیا۔ سیف نے کہا۔ "مجھے روپیہ پیسہ کی ضرورت نہین۔ ہمارے ملک مین سونے چاندی کے پہاڑ موجود ہین۔ اس دربار مین روپیہ لینے کو نہین آیا تھا بلکہ دادرسی کی امید تھی"۔ سیف کے اس جواب پر نوشیروان کے دل مین کسی قدر طمع بھی پیدا ہوئی۔ اور کچھ ترس بھی آگیا مگر مصلحت سمجھ کے عربی غریب الوطن شاہزادے کو اس نے اس وقت تو ٹال دیا۔ لیکن جب وہ چلا گیا تو اپنے وزیرون اور مشیرون سے پوچھا کہ اس معاملہ مین کیا کارروائی کیجائے؟" بعض عقلا نے راے دی کہ "ہان فوج کا بھیجنا تو اندیشہ سے خالی نہین۔ مگر ایک تدبیر ہو سکتی ہے سرکاری قیدخانون مین بہت سے لوگ پڑے ہوے ہین جن کے مصارف بھی بیکار برداشت کرنے پڑتے ہین۔ بہتر ہو گا کہ وہ سب نکال کے ایک لشکر کی وضع مین یمن کیطرف روانہ کردیے جائین۔ اگر مارے گئے تو سرکار کا کوئی نقصان نہین اور اگر کامیاب ہوے تو ایک بڑا ملک دولت ساسانی کے تابع فرمان ہو جائے گا"۔ اس تجویز کو نوشیروان نے بہت پسند کیا۔ اس وقت قیدخانون مین آٹھ سو قیدی تھے جو نکال کے فوجی اصول سے مرتب کیے گئے۔ اور وہرز نام ایک معمر دیلمی شخص جو کسی جرم پر مقید کیا گیا تھا سب کا سپہ سالار مقرر ہوا۔ اس عجیب و غریب لشکر کے تیار ہوتے ہی یمن پر حملہ کرنے کا سامان ہونے لگا۔

بالکل نئے قسم کے سپاہی

یمن پر ایرانیون کا حملہ

خشکی کے راستے سے جانا نہایت دشوار تھا۔ اس لیے کہ تمام قبائل عرب سے لڑنا اور بڑے بڑے ریگستانون کو طے کرنا کوئی آسان امر نہ تھا۔ مجبوراً آٹھ جہاز فراہم کیے گئے

عہ بعض معتبر مورخین کہتے ہین کہ ایرانیون نے یہ لشکر سیف بن ذی یزن کی فریاد پر نہین بھیجا اس لیے کہ اسکے آنیکے وقت نوشیروان رومیون کی لڑائی مین مشغول تھا۔ اور وہ لڑائی ختم نہین ہونے پائی تھی کہ سیف بن یزن ایران مین پڑے پڑے مرگیا۔ اُسکے بعد اس کا بیٹا معدیکرب جو ریحانہ کے بطن سے تھا دربار ایران مین آیا۔ اپنے آپ کو پہچنوایا اور بتایا کہ میرا باپ اسی دربار مین پڑے پڑے مرگیا اور اپنی آرزو دل کو قبر مین ساتھ لے گیا۔ تب نوشیروان نے اس کے ساتھ عجمی قیدیون کی فوج یمن کی طرف روانہ کی۔ مگر صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ سیف بن ذی یزن کی زندگی ہی مین حملہ ہوا تھا۔

جن میں یہ آٹھ سو ایرانی قیدی مع اپنے سردار ذہزر اور سیف بن ذی یزن کے خلیج فارس سے ہوتے ہوئے بحر ہند میں آگئے۔ اور بحر ہند کے پانی میں بہہ نکلتے ہی سواحل عرب کے ساتھ مشرق کی طرف مڑ گئے۔ اگرچہ یہ جہاز کنارے ہی کنارے جا رہے تھے مگر سمندر کے تلاطم اور باد مخالف کے جھونکوں نے دو جہازوں کو ڈبو دیا۔ باقی ماندہ جہاز بندرگاہ عدن پر پہونچ کے لنگر انداز ہوئے۔ اور ایرانی لشکر نے یمن کی سرزمین پر قدم رکھا۔ ذہزر نے اب لڑائی کو قریب دیکھ کے سیف بن ذی یزن سے کہا۔ "بتاؤ اب کیسی شجاعت دکھانے کا وعدہ کرتے ہو؟" عربی شہزادے نے جواب دیا کہ "بس میرا اور آپ کا قدم برابر رہے۔ یا تو فتحیاب ہی ہوں۔ یا مارے جائیں۔" ذہزر نے اس جوان مردانہ جواب کو پسند کیا۔ شرفائے یمن اور معززین حمیر حبشی سلطنت سے عاجز آگئے تھے اور گویا ایسے موقع کو ڈھونڈھ ہی رہے تھے۔ سیف بن ذی یزن کا نام سنتے ہی اکثر لوگ ٹوٹ ٹوٹ کے اس سے ملنے لگے۔ اور اس کے جھنڈے کے نیچے خود وطنی معززین کی بھی ایک بڑی جماعت آکے کھڑی ہو گئی۔ جن کو ساتھ لے کے ذہزر اور سیف شہر صنعا کی طرف بڑھے۔

مقابلہ | مسروق بن ابرہہ کو جب یہ خبر پہونچی تو حبشیوں اور یمن کے بازاریوں کی ایک بڑی بھاری تعداد جمع کی۔ اور ایک لاکھ فوج کے ساتھ بڑے تزک و احتشام سے مقابلہ کو نکلا۔ ایرانی سپہ سالار ذہزر نے اپنے بیٹے کو آگے بڑھایا۔ اور حکم دیا کہ حبشی لشکر کو روکے۔ مگر اس کا جوانمرد بیٹا عین معرکۂ کارزار میں مارا گیا جس کے صدمے سے دل میں ایک تازہ جوش پیدا کر کے خود ذہزر اور سیف آگے بڑھے اور لڑائی شروع ہو گئی۔ مسروق فوج کے درمیان میں ایک کوہ پیکر ہاتھی پر سوار تھا۔ سر پہ طلائی تاج تھا۔ جس کا ایک بڑا الماس حبشی شاہزادے کی سیاہ تاب پیشانی پہ شعاعیں دے رہا تھا۔ عین اس حالت میں کہ معرکہ کارزار گرم تھا۔ ذہزر نے لوگوں کے بتانے سے مسروق کو پہچانا۔ وہ دیکھ ہی رہا تھا کہ مسروق غالباً اپنے چھپانے کے لیے ہاتھی سے اتر کے گھوڑے کی پیٹھ پہ سوار ہوا۔ تھوڑی دیر بعد گھوڑا بھی چھوڑ دیا۔ اور ایک خچر اس کی ران کے نیچے تھا۔ یہ دیکھ کے ذہزر بولا "بیشک شاہی عزت

حبشی سلطنت میں کا زوال | اس سے رخصت ہوتی جاتی ہے"۔ اور کمان کھینچ کے ایک تیر چلایا جو سنسناتا ہوا جا کے مسروق کی پیشانی کے الماس پہ پڑا اور اسے توڑ کے دماغ میں پیوست ہو گیا۔ مسروق ایک چیخ کے ساتھ زمین پہ گرا۔ جس کے گرتے ہی حبشیوں کے حواس جاتے رہے۔

(باقی آیندہ)

ریا

دنیا مین ایسے لوگ بھی بہت ہین جن کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ ہوتا ہی۔ دنیادار رند مشرب آدمی جس قدر کہ دراصل وہ بد ہین اس سے زیادہ اپنے تئین بد بتاتے ہین۔ دینداری کی بناوٹ کرنیوالے جس قدر کہ ہوتے ہین اُس سے زیادہ نیک اپنے آپ کو جتلاتے ہین؛ وہ تو دینداری کی ذراسی ذراسی باتون سے بھی بھاگتے ہین اور دن رات عشق و تماش بینی اور ریجھنے کی باتون کی جن کو دراصل انھون نے کیا بھی نہین گپین اُڑاتے ہین۔ اور یہ حضرت بیشمار گناہون اور بدیون کو ایک ظاہری دینداری کے پردہ مین چھپاتے ہین۔ اور ٹٹی کی آڑ مین شکار کھیلتے ہین۔ مین سمجھتا ہون کہ یہ دونون قسم کے آدمی چندان برے نہین ہین مگر ایک اور تیسری قسم کے لوگ ہین جو ان دونون قسمون سے علاحدہ ہین اور انھین کا کچھ ذکر مین اس تحریر مین کرنا چاہتا ہون۔ ان کی بناوٹ ایک اور ہی عجیب قسم کی ہے وہ اپنی بناوٹ سے دنیا کے لوگون ہی کو فریب نہین دیتے۔ بلکہ اکثر خود آپ بھی دھوکہ مین پڑتے ہین۔ وہ بناوٹ خود اُن سے انھین کے دل کے حال کو چھپاتی ہے جس قدر کہ درحقیقت وہ نیک ہین اس سے زیادہ اُن کو نیک جتاتی ہی۔ پھر تو وہ لوگ یا اپنی بدیون پر خیال ہی نہین کرتے یا ان بدیون کو نیکیان سمجھتے ہین مقدس داؤد نے نہایت دلچسپ لفظون مین اس بُرائی سے پناہ مانگی ہی اور اس طرح پہ خدا کی مناجات کی ہی "کون اپنی غلطیون کو سمجھ سکتا ہی تو ہی مجھ کو میرے پوشیدہ عیبون سے پاک کر" جو لوگ علانیہ بدی کرتے ہین اگر اُن کو بدیون اور گناہون سے بچانے کے لیے نصیحت کی ضرورت ہی تو وہ لوگ جو درحقیقت موت کی راہ چلتے ہین۔ اور اپنے تئین نیکی اور زندگی کے رستہ پر سمجھتے ہین۔ کس قدر رحم کے لائق ہین اور کتنی نصیحت کے محتاج ہین۔ پس مین چند قاعدے بیان کرنا چاہتا ہون جن سے وہ

بدیان جو دل کی کرنون مین چھپی ہوتی ہین اور جن کے چھپے رہنے سے انسان خود اپنے دل کا سچا حال آپ نہین جان سکتا معلوم ہو سکین۔

عام قاعدہ تو اس کے لیے یہ ہو کہ ہم خود اپنے آپ کو ان مذہبی اصولون سے جو ہماری ہدایت کے لیے مقدس کتاب اللہ مین لکھے ہین جانچین اور اپنی زندگی کو اس پاک شخص کی زندگی سے مقابلہ کرین جس نے یہ فرمایا کہ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰـہُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ

اور جو اس درجہ کمال تک پہونچا جہان تک انسان کا پہونچنا ممکن ہو۔ اور جس کی زندگی ہماری زندگی کے لیے سب سے اچھا نمونہ ہو اور جو اپنی پیروی کرنیوالون کے لیے بلکہ تمام دنیا کے لیے بڑا ہادی اور بہت بڑا دانا استاد ہو۔ ان دونون قاعدون کے برتنے مین بڑی بڑی غلطیان پڑتی ہین کچھ تو لوگون کی سمجھ مین غلطیان ہوتی ہین اور کچھ آپس مین اختلاف رائے ہوتا ہو جو بے ہوے رہ نہین سکتا اور کچھ زمانہ کے گذرنے سے ٹھیک حالت اور کیفیت ان واقعات کی جو گزرے معلوم نہین ہو سکتی اس لیے برخلاف اگلے مسلمان مصنفون کے صرف انھین قاعدون کے بیان کرنے پر مین اکتفا نہین کرتا بلکہ اور بھی قاعدے بیان کرتا ہون جو انسان کو ٹھیک ٹھیک مطلوبہ راہ پر لے آتے ہین۔

اپنے پوشیدہ عیبون کے معلوم کرنیکا ایک عمدہ قاعدہ یہ ہو کہ ہم اس بات پر غور کرین کہ ہمارے دشمن ہم کو کیا کہتے ہین۔ ہمارے دوست اکثر ہمارے دل کے موافق ہماری تعریف کرتے ہین۔ یا تو ہمارے عیب اُن کو عیب ہی نہین معلوم ہوتے اور یا ہماری خاطر کو ایسا عزیز رکھتے ہین کہ اُس کو رنجیدہ نہ کرنے کے خیال سے اُن کو چھپاتے ہین۔ یا ایسی نرمی سے کہتے ہین کہ ہم ان کو نہایت ہی خفیف سمجھتے ہین۔ برخلاف اسکے دشمن ہم کو خوب ٹٹولتا ہو اور کونے کونے سے ڈھونڈھ کر ہمارے عیب نکالتا ہو۔ گو وہ دشمنی سے چھوٹی بات کو بہت بڑا کر دیتا ہو۔ مگر اکثر اسکی کچھ نہ کچھ اصل ہوتی ہے۔

تا نباشد چیزکے مردم نگویند چیزہا

دوست ہمیشہ اپنے دوست کی نیکیون کو بڑھاتا ہو۔ اور دشمن عیبون کو اس لیے ہم کو اپنے دشمن کا زیادہ احسانمند ہونا چاہیے کہ وہ ہم کو ہمارے عیبون سے مطلع کرتا ہو۔ اگر ہم نے اسکے طعنون کے سبب اُن عیبون کو چھوڑ دیا تو دشمن سے ہم کو وہی نتیجہ ملا جو ایک شفیق استاد سے ملنا چاہیے تھا۔ دشمن جو عیب صحیح یا غلط ہم مین لگاتا ہو ہمارے فائدے سے خالی نہین۔ اگر وہ ہم مین ہوتا ہو تو ہم اپنے عیب سے مطلع ہوتے ہین۔ اور اگر نہین ہوتا تو خدا کا شکر کرتے ہین کہ وہ عیب ہم مین نہین سچ ہو کہ "دشمن از دست ناصح تراست این چہ نکو ئی نگوید و آن جز بدی نجوید"

پلوٹارک کا دشمنی کے فائدون پر جو مضمون ہے اس مین اُس نے یہ بات لکھی ہے کہ دشمن جو ہم کو بدنام کرتے ہین اس سے ہم کو ہماری برائیان معلوم ہوتی ہین اور ہماری گفتگو مین اور ہمارے چال چلن مین اور ہماری تحریر مین جو نقص ہین وہ بغیر ایسے دشمن کی مدد کے کبھی معلوم نہین ہوتے"

علی ہذا القیاس اگر ہم خود اپنے آپ کو سمجھنا چاہین کہ ہم کیا ہین تو ہم کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ جو لوگ ہماری تعریف کرتے ہین اس مین سے ہم کس قدر کے مستحق ہین۔ اور پھر یہ سوچنا چاہیے کہ جن کامون کے سبب سے وہ تعریف کرتے ہین وہ کام ہم عمدہ غرض سے اور نیک نیتی سے دنیا کو فائدہ پہونچانیکے لیے کرتے ہین یا نہین۔ اور پھر ہم کو یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ وہ نیکیان جن کے سبب ہماری تعریف کرنیوالے ہماری تعریف کرتے ہین دراصل ہم مین کہان تک ہین۔ ان باتون پر انسان کو بخوبی غور کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ ہمارا یہ حال ہے کہ کبھی تو ہم لوگون کی رایون کو جو ہماری نسبت ہین پسند کرکے اپنے تئین بہت بڑا سمجھنے لگتے ہین اور کبھی ان کو ناپسند کرتے ہین اور جو کچھ ہمارا دل کہتا ہے اس کے مقابلہ مین اُن تمام رایون کو نہین مانتے۔

ہم کو ایسی نیکی پر بھی جس کو ہم نے اپنے خیال مین نیک سمجھا ہے مگر درحقیقت اسکی نیکی مشتبہ ہو زیادہ اصرار کرنا نہین چاہیے بلکہ ان لوگون کی رایون کی بھی نہایت قدر و منزلت کرنی چاہیے جو ہم سے اختلاف رکھتے ہین اور جو عقلمند اور نیک دل ہین۔ اور جس طرح ہم نیک دلی سے بات کہتے ہین اُسی طرح وہ بھی نیک دلی ہم سے مخالفت کرتے ہین۔ مگر یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ ان اختلاف کرنیوالون نے صرف آزادی راے اور اس دلی نیکی سے جس کے سرچشمہ کی سوت قدرت نے ہر ایک انسان کے دل مین کھودی ہے اختلاف کیا ہے یا کسی بیرونی دباؤ۔ پابندی رسم و رواج اور تعصب اور تقلید نے ان کے دل کو پھیر ہے کیونکہ پچھلی بات اختلاف راے کا سبب ہو تو وہ نہایت بیقدر ہو جاتی ہے۔

جہان ہم کو دھوکا کھانے کا احتمال ہے وہان ہم کو نہایت ہوشیاری اور بہت خبرداری سے کام کرنا چاہیے۔ حد سے زیادہ سرگرمی اور تعصب اور کسی خاص فرقہ کو یا کسی خاص راے کے لوگون کو برا اور حقیر سمجھنا یہ ایسی باتین ہین جن سے ہزارون آفتین پیدا ہوتی ہین۔ وہ فی نفسہ نہایت بری ہین گو کہ وہ ہم سے کمزور دل آدمیون کو اچھی معلوم ہوتی ہون مگر اس پر بھی خیال رکھنا چاہیے کہ ایسے لوگ بھی دنیا مین ہین جو دینداری اور نیکی کے لیے نہایت مشہور ہین مگر نہایت لغو اور نرے شیطانی اصولون کو نیکی سمجھ کر اپنے دلون مین اس کی جڑ گاڑ دی ہے

مین اس بات کا اقرار کرتا ہون کہ مین نے آج تک کوئی ایسا عقلمند اور انصاف پسند شخص نہین دیکھا جس مین پوری پوری یہ سب باتین ہون اور پھر بھی وہ گناہ سے پاک ہو۔

اسی طرح ہکو ان کامون سے بھی ڈرنا چاہیے جو انسان کے کمزور دل کی قدرتی بناوٹ سے یا کسی خاص شوق سے یا کسی خاص تعلیم کے اثر سے یا کسی اور سبب سے ہوتی ہین جس مین ہمارا دنیوی فائدہ ہو۔ ایسی حالت مین انسان کی سمجھ نہایت آسانی سے حق بات کیطرف سے پھر جاتی ہے اور اسکا دل غلطی کیطرف مائل ہو جاتا ہے۔ اور یہی باتین ہین جن کے سبب سے تعصب اور ہزارون غلطیان اور پوشیدہ برائیان اور لامعلوم عیب انسان کے دل مین گھس جاتے ہین جس کام کے کرنے مین عقل کے سوا اور جذبون کی بھی ترغیب ہو اس کے کرنے مین عقلمند آدمی کو ہمیشہ ڈرنا اور ہمیشہ اس پر شبہ کرنا چاہیے کہ ضرور اس مین کوئی نہ کوئی برائی چھپی ہوئی ہوگی۔

ان اصولون پر اپنے خیالون کو جانچنا اور اپنے دل کو ٹٹولنا اور دل کے تاریک جذبون کو ڈھونڈھنا ہمارے لیے اس سے بڑھکر کوئی چیز مفید نہین ہے۔ اگر ہم اپنے دل مین ایسی مضبوط نیکی بٹھانی چاہین جو قیامت کے دن ہمارے کام آوے۔ جس دن کہ ہمارے بھیدون کا جاننے والا ہمارے دل کو جانچے گا۔ جس کی عقل اور انصاف کی کچھ انتہا نہین تو ان اصولون پر چلنے سے بہتر ہمارے لیے کوئی راہ نہین۔ ہمارے بانی اسلام نے جب ہم کو یہ سکھلایا ہے کہ خدا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے ہمارے دل کے چھپے بھیدون کو جانتا ہے تو اس نے کس خوبی اور خوبصورتی سے اس ریاکاری کی برائی ہم کو بتلا دی جس سے انسان دنیا کو دھوکا دیتا ہے اور خود اپنے آپ کو بھی فریب مین ڈالتا ہے۔ داؤد نے بھی اپنی مناجات مین اس ریاکاری کے خوف کو جس سے انسان خود اپنے آپ کو دھوکا دیتا ہے نہایت دلچسپ لفظون مین ادا کیا ہے جہان اس نے کہا ہے کہ اے خدا مجھ کو جانچ۔ میرے دل کی تہ کو ڈھونڈھ۔ میرے خیالون کو دیکھ۔ مجھ کو ٹٹول۔ مجھ کو بخوبی پرکھ۔ کہ مجھ مین کس برائی نے راہ کی ہے۔ اور مجھ کو ایسی راہ پر لے چل جو ہمیشہ کو قائم رہے"

یمن مین ساسانی حکومت کا آغاز اور اس کا آخری عہد جاہلیت

بہ سلسلہ دلگداز بابت ماہ جولائی ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۱۲

اور ایرانیون نے زور و شور سے حملہ کر دیا۔ حبشی نہایت ہی بزدلی کے ساتھ بھاگے۔ اور ایرانی انھین ہر طرف سے گھیر گھیر کے مارنے لگے۔ الغرض اس طرح صرف ایک تیر نے یمن کی حبشی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔

دہرز سپہ سالار عجم شہر سبا مین

اور ایرانی لشکر بڑے کر و فر سے شہر سبا کے دروازے پر پہونچا۔ ساسانی جھنڈا بغیر جھکائے ہوے شہر کے پھاٹک کے اندر نہ جا سکتا تھا دہرز نے کہا یہ تو نہین ہو سکتا کہ نوشیروانی علم سرنگون ہو۔ پھاٹک کھدوا ڈالا گیا۔ اور ایرانی یمن کے تاج و تخت کے مالک ہوے۔

تاج بخشی

اس فتح کی خبر نوشیروان عادل کو کی گئی اور مژدہ فتح کے ساتھ بہت کچھ مال غنیمت بھی بھیجا گیا۔ نوشیروان نے خوش ہو کے دہرز کے نام حکم بھیجا کہ سیف بن ذی یزن یمن کا بادشاہ قرار دیا جائے اور کچھ خراج مقرر ہو جو ہر سال دولت ساسانی کو ادا کیا جاتا رہے۔ اس حکم کے مطابق یمن کا مظلوم و مفرور شہزادہ آبائی تخت پر بیٹھا۔ اور یمن مین خوشیان منائی جانے لگین۔

سیف بن ذی یزن بادشاہ یمن

سیف ابن ذی یزن کے تخت پر بیٹھتے ہی تبابعہ کی سلطنت پھر عود کر آئی اور تمام قبائل حد سے زیادہ خوش ہوے۔ شہر سبا مین فرحت و انبساط کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اور دور دور کے ریگزارون سے لوگ مبارکباد کو آنے لگے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد عبدالمطلب نے بھی دس سرداران قریش کے ساتھ جا کے نئے جانشین تبابعہ کے سامنے اظہار مسرت کیا۔ اور اس کے لطف و کرم سے خوش ہو کے واپس آئے۔ دہرز نے ایک ایرانی سردار اور چند عجمی سپاہیون کو خاص شہر سبا مین چھوڑ دیا تاکہ سیف کی اطاعت و فرمان برداری کا اندازہ کرتے رہین۔ اور یہ انتظام کر کے وہ خود ایران کو واپس گیا۔ جہان قید بھگتنے کے عوض اب وہ دربار شاہی مین بلایا گیا۔ اور تاجدار ساسانی بڑی قدر و منزلت سے پیش آیا۔ سیف نے یہان حبشیون سے گزشتہ زیادتیون کا انتقام لینا شروع کیا۔ اس کی کوشش تھی کہ سرزمین یمن مین کوئی حبشی نژاد شخص باقی نہ رہے۔

حبشیون پر اس کا ظلم

جو عورتین حبشیون سے حاملہ ملتین ان کے پیٹ پھاڑ ڈالے جاتے۔ اور بچے اگر زندہ ملتے تو بلا تامل قتل ہوتے۔ لیکن اس قومی مخالفت و عداوت کے ساتھ سیف بن ذی یزن نے حماقت سے خاص اپنے باڈی گارڈ مین حبشیون ہی کو رکھا تھا۔ جو اس کی کارروائیون کو دیکھتے دیکھتے جان سے عاجز آ گئے تھے۔

آخر انھین کے ہاتھ سے وہ مارا گیا

آخر ایک دن تنہائی مین موقع پا کے انھون نے اپنے بے مہر بادشاہ کو گھیر لیا۔ اور گرزون سے مار مار کے اسے دنیا سے رخصت کر دیا۔ جس کے مرتے ہی حبشیون کا پھر زور ہوا اور وہ

یمن کی سلطنت پر چیرہ دستی کرنے لگے سیف بن ذی یزن کی سلطنت سے تمام اہل

سلطنت تبابعہ کا خاتمہ

عرب اور خاص حمیری لوگ بہت خوش ہوئے۔ تھے کہ پھر قومی سلطنت قائم ہو گئی۔ مگر یہ خوشی چند ہی روز کے لیے تھی۔ اس لیے کہ سیف کے مرنے کی خبر سنتے ہی تاجدار ایران نے اسی پہلے سپہ سالار وہزرز کو چار ہزار ایرانیون کے ساتھ دوبارہ یمن مین بھیجا۔ اس نے اب کی آکے سرزمین یمن کو حبشیون سے بالکل خالی کر دیا۔ حبشی ورثنا بہ جن لوگون مین ان کو ان کی آمیزش کا بھی کسی قدر خیال تھا وہ بھی قتل کرڈالے گئے۔ دشمنون سے میدان صاف کر کے وہزرز نے نوشیروان کو خبر کی تو اس نے اب کی مرتبہ امید کے خلاف بجائے اس کے کہ نسل تبابعہ مین کا کوئی شخص تخت نشین کیا جائے خود وہزرز کو یمن کا والی مقرر کر دیا۔ بس اسی وقت سے یمن کی قومی سلطنت اور تبابعہ کی حکومت کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو گیا۔ اور قوم حمیر کی سرزمین ایران کا ایک صوبہ بن گئی۔

دہزر والی یمن

وہزرز کے بعد اس کا بیٹا مرزبان والی یمن مقرر ہوا۔ اور جب دنیا نے مرزبان کو بھی رخصت کیا تو اس کا پوتا خرخسرو۔ مگر خرخسرو کسی جرم کے پاداش مین ایران مین پابزنجیر طلب کیا گیا۔ وہان پہونچا تھا کہ نوشیروان مر گیا۔ اور تخت ساسانی کے نئے وارث ہرمز نے تخت نشینی کی خوشی مین خرخسرو کی خطا تو معاف کر دی۔ مگر یمن کا والی باذان

باذان پچھلا ایرانی والی یمن

نام ایک شخص کو مقرر کیا باذان ہی کا زمانہ تھا کہ دین اسلام کا آوازہ یمن مین پہونچا۔ اور وہ اپنے ایرانی تاجدار کی مرضی کے خلاف رسالت محمدیؐ پر ایمان لایا۔[۱]

ایک تاریخی پیچیدگی

مورخین عرب انھین تبابعہ کے بیان پر عرب کے دوسرے طبقہ یعنی عرب مستعربہ کے حال کو ختم کر دیتے ہین۔ اور قحطان کی جتنی دوسری شاخین ہین اُن سب کو عرب تبابعہ مین داخل کرتے ہین۔ شاید اس کا یہ سبب ہوگا کہ حمیر کے بھائی کہلان کی نسل زیادہ تر صحراؤن اور ریگزارون ہی مین رہی۔ جہان اُنھون نے اپنی زندگی بدوی عربون کی سی رکھی۔ جس کی وجہ سے اُن کے اس قدیم عہد کے حالات معلوم ہی نہین ہو سکتے۔ اور جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ اُس آخری عہد سے تعلق رکھتا ہے جب کہ عرب تابعہ کا دور تھا۔ عرب تابعہ سے بظاہر تو صرف وہی لوگ مراد لیے جا سکتے ہین جو

---

[۱] ابن اثیر و ابن خلدون۔

نسل اسمٰعیل سے تعلق رکھتے ہون۔ یا دین و مذہب کے لحاظ سے اپنے آپ کو آپ کیطرف منسوب کرتے ہین۔ مگر مورخین نے ولادت سرورِ کائنات سے پیشتر کی چند صدیون مین جتنے قبائل اور جتنے خاندان سرزمین عرب مین آباد پائے سب کو عرب تابعہ کا خطاب دیدیا ہے لیکن یہ بھی نہین بن پڑتا۔ اس لیے کہ ملوک تبابعہ کا سلسلہ آپ کی ولادت کے بعد تک رہا باوجود اس کے وہ عرب مستعربہ ہی کی فہرست مین شامل کیے گئے ہین۔ بہر تقدیر ہمارے اسلامی مورخین نے چونکہ تبابعہ کی سلطنت کے اختتام کے ساتھ ہی عرب مستعربہ کے حالات کو ختم کر دیا ہے لہذا ہم بھی اس مضمون کو یہین پر ختم کرتے ہین۔

شمالی و مشرقی عرب بعہد ملوک طوائف

عرب تابعہ اب ہم تاریخ عرب کے تیسرے طبقہ یعنی عرب تابعہ کی طرف توجہ کرتے ہین۔ اس دور کے تمام عرب تین نسلون مین بٹے ہوے تھے۔ اگرچہ اصل مین دو ہی نسلین ہین یعنی قحطانی اور عدنانی۔ مگر قحطانی نسل کی دو جدا شاخین ہوگئین قحطانی اور بنی قضاعہ کو بعض علماے انساب نسل اسماعیل سے بتاتے ہین۔ اور بعض نسل قحطان سے۔ اور اگرچہ تحقیقات کے بعد ثابت ہوگیا کہ بنی قضاعہ قحطانیون ہی مین سے تھے مگر ان کی کثرت و قوت کی وجہ سے علماے انساب نے انھین عدنانیون اور قحطانیون کے مقابل مین ایک مستقل گروہ مان لیا ہے۔ اس کے بعد قحطانیون مین دو اور تفریقین ہوگئین۔ حمیر و کہلان۔ اس طرح کل عرب تابعہ کے چار مستقل اور زبردست گروہ تسلیم کر لینے چاہیے۔ قضاعہ۔ حمیر۔ کہلان۔ اور عدنانی یہی چار گروہ ہین۔ جن کی صدہا شاخین پھوٹین۔ اور ان سے ہزارون قبائل اور بطون بن گئے۔

قضاعہ نسل قضاعہ کے عرب بدویت کی سادگی اور بے تکلفانہ شان سے ریگزار عرب مین زندگی بسر کرتے تھے۔ جن کے اندر سے بیسون قبائل نکلے۔ اور چارون طرف پھیلنے لگے ابتداءً یہ شہر نجران مین حکمران تھے۔ بنی عم حملہ آورون سے شکست کھا کے علاقہ نجران مین آئے اور وہین سکونت پذیر ہو گئے۔ اور آخر جب کہلانیون نے وہان سے بھی نکالا تو ارض حجاز مین آ کے آباد ہو گئے۔ بعض علماے انساب سے جو یہ غلطی ہو گئی کہ ان کو نسل اسماعیل مین

شامل کر دیا۔ اسکی وجہ یہی تھی کہ یہ لوگ ارض حجاز مین رہتے نظر آئے جو خاص بنی اسمٰعیل کی سرزمین تھی۔

حمیر قرون اولی مین سب سے زیادہ نامور اور باعظمت حمیر تھے۔ اس لیے کہ زبردست سلطنتین انھین مین قائم ہوئین۔ تبابعہ سے پہلے حکمران بھی اسی نسل سے تھے۔ اور خود ملوک تبابعہ بھی اسی خاندان سے۔ اور بعد کی نسلون مین ان کے بہت سے قبائل اطراف عرب مین پھیلے ہوے تھے۔

کہلان بنی کہلان نے جب دیکھا کہ تمام آباد مقامات کی حکومت و سلطنت حمیر کے ہاتھ مین چلی گئی تو اُنھون نے آبادیون کو چھوڑ کے صحراؤن اور ریگستانون کی سکونت اختیار کی۔ اب وہ غیر آباد ملک کے خودسر بادشاہ تھے۔ اور اسی وجہ سے عشرت پرستی کے تباہ کرنے والے نتائج جو ہمیشہ متمدن قوم کو خراب کیا کرتے ہین ان مین بہت مدت کے بعد پیدا ہوئے۔ اور یہی خوبی تھی جس کی بدولت ان کے مختلف قبائل جزیرہ نمائے عرب کے اطراف و جوانب مین پھیل کے حکمرانی و تاجداری کے درجے کو پہونچ گئے۔ جن کی حکومتین ظہور اسلام کے زمانے تک قائم تھین۔ اگر سچ پوچھیے تو اس تیسرے دور یعنی عرب تابعہ کے عہد ابتدائی ہیرو یہی لوگ ہین ظہور اسلام کے بعد بے شک ان کو ضرر پہونچ گیا۔ مگر اس سے پہلے ہر طرف انھین کا دور دورہ تھا۔ اور انھین کی حکومتین تھین۔

ان کی سلطنتین زبردست قبائل لخم اور سب اسی خاندان سے تھے جن مین سے آل منذر نے آخر کو حیرہ کی سلطنت قائم کی۔ انھین مین سے بنی کندہ تھے جن کی حکومت اطراف حجاز سے حدود حیرہ تک تھی۔ سرزمین شام مین بنی غسان کی جو زبردست طاقت ایک زمانے تک ترقی اسلام کی مزاحم رہی وہ بھی انھین کہلانیون کی یادگار تھی۔ خاص ارض یثرب یعنی مدینہ طیبہ مین بھی انھین کے دو قبیلے اوس و خزرج حکمران تھے۔ اور یہی قبائل تھے جنھون نے سب کے پہلے اسلام کا خیر مقدم ادا کیا۔ اور انصار کے معزز خطاب سے نامزد ہوئے۔

یہان مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہم عرب تابعہ کی مذکورہ سلطنتون کا مختصر حال بیان کر دین۔ پھر اس کے بعد مبارک نسل عدنان کی طرف توجہ کرین گے جو قدیم الایام سے نور نبوت کی حامل چلی آتی تھی۔

حیرہ کی سلطنت حیرہ عرب کا وہ شہر ہے جو شمالی و مشرقی کونے پر علاقۂ عراق سے ملا ہوا ہے
یہ حصۂ عرب چونکہ دولت ساسانی کی سرحد پر تھا۔ لہذا یہان کے لوگون اور ایرانیون مین
ہمیشہ کچھ نہ کچھ تعلقات ضرور رہے۔ عام اس سے کہ وہ تعلقات اتحاد و یکجہتی کے
ہون یا اختلاف و دشمنی کے پہلے دور یعنی عرب عاربہ کے زمانے مین یہ ملک بالکل
گمنامی مین تھا۔ اور سوا اس کے کہ بابل و آسیریا کے مفرور اسی سرزمین سے گذر کے
ریگستان عرب مین آئے ہون گے اور کچھ نہین کہا جا سکتا۔ یہ بھی قرائن سے معلوم ہوتا ہے
کہ یہان قوم عاد اور عمالقہ کی حکومت تھی۔ اور ایرانی تاریخ کا مشہور فاتح ضحاک تازی
انھین لوگون مین سے تھا۔[ع۴]

جب بخت نصر کا عروج ہوا تو اس نے قدیم الایام کے بعض قبائل عرب کو
اس علاقے مین آباد کیا۔ لیکن اس کے مرتے ہی یہ قبائل اس ملک کو چھوڑ کے انبار مین
چلے گئے۔ اور یہ سرزمین ویران و غیر آباد پڑی رہ گئی۔ اب عدنانی قبائل اپنی کثرت کی
باعث ارض حجاز کو چھوڑ چھوڑ کے اطراف مین پھیلنے لگے تھے۔ ان کے چند خاندان
جا کے بحرین مین آباد ہوے۔ جہان تھوڑے دنون مین قضاعہ کہلان اور حمیر کی
تنوخی قبائل کی اصلیت بعض نسلین بھی ان سے آملین۔ اور عربون کی ایک جدید ملی جماعت
قائم ہو گئی جس کی قوت باہمی یکجہتی و اتحاد کی وجہ سے روز بروز بڑھتی جاتی تھی
مختلف عربی نسلون کی ان جدا جدا شاخون نے چونکہ تنوخ نام ایک مقام مین باہمی اتحاد
و ہمدردی پر قسم کھائی تھی لہذا "تنوخی" کے لقب سے نامزد ہو گئے۔

ان تنوخیون کی قوت جب زیادہ بڑھی۔ اور توالد و تناسل نے انھین پھیلنے پر مجبور کیا
تو بجاے اس کے کہ صحراے عرب کی طرف رخ کرین۔ انھون نے مملکت ایران کی طرف توجہ
کی۔ جہان ان دنون ملوک طوائف[ع۵] کا زمانہ تھا اور ارمنی جو علاقۂ عراق پر قابض تھے اپنے
بعض دشمنون سے لڑتے بھڑتے رہا کرتے تھے۔ تنوخیون مین سب سے پہلا سردار جس نے ارمنیون
حیقار بن حنق کو نکال کر جنوبی عراق پر قبضہ کر لیا وہ حیقار بن حنق تھا جو نسل عدنان سے تھا۔
اور بنی اسمٰعیل کی ایک قابل قدر یادگار تھا۔[ع۶]

ع۴ ابن خلدون۔ ع۵ ملوک طوائف ایران کے وہ بادشاہ کہلاتے ہین جو سکندر کے بعد مملکت ایران کے مختلف ٹکڑون پر
جدا جدا حکومت کرتے تھے چونکہ ان دنون کوئی بڑی سلطنت ایران مین نہ تھی اور ہر علاقہ کا جدا بادشاہ تھا اور
ہر گروہ نیا سر اٹھا رکھتا تھا لہذا یہ زمانہ ملوک طوائف کا زمانہ کہلاتا ہے۔ ع۶ ابن اثیر

مالک بن فہم لیکن حیقاد کے بعد تنوخیون کا دوسرا حملہ ہوا۔ اس نئے حملہ آور گروہ کا سردار مالک بن فہم بن تیم اللہ تھا۔ جو بنی قضاعہ مین سے تھا۔ مالک نے عراق کے بعض جنوبی علاقون کو فتح کر کے ایک تلمی عربی سلطنت قائم کر دی۔ جس کا پہلا بادشاہ خود وہی تھا۔ اسکے بعد اسکا بھائی

عمرو بن فہم عمرو بن فہم حکمران ہوا۔ اور جب دنیا نے اُسے بھی رخصت کیا تو تیسرے بھائی جذیمہ نے

جذیمہ تاج شاہی اپنے سر پر رکھا۔ جذیمہ حضرت عیسیٰؑ کے تیس برس بعد تخت نشین ہوا تھا۔ اور اس کے کارنامے بتا رہے ہین کہ زبردست بادشاہ تھا۔ اس کے ملک کی حدین دریاے فرات کے مغربی کنارے تک پھیلی ہوئی تھین۔ جن کے مقابل دریا کے اس پار عمرو بن ظرب نام ایک دوسرا حکمران فرمان روا تھا۔ جذیمہ اور عمرو مین متعدد لڑائیان ہوئین۔ جن مین سے کسی میدان مین عمرو مارا گیا۔ اور اسکی بیٹی زبا۔ اپنی لیاقت و دانائی کی بدولت سریر آراے سلطنت ہوئی۔ اس ملکہ کا نام نائلہ تھا۔ مگر زیادہ تر "زبا" کے لقب سے یاد کی جاتی تھی۔

ملکۂ زبا زبا تخت پہ بیٹھتے ہی بڑے جوش و خروش سے اپنے باپ کا انتقام لینے پر آمادہ ہوئی۔ مگر قضاعی نژاد فرمان روا جذیمہ کے مقابلہ مین اس بلند حوصلہ اور اولو العزم ملکہ کو بھی دبنا پڑا۔ وہی ایک معرکون نے ایسا رنگ دکھایا کہ اس نے سرحدی مقامات سے بھاگ کے کسی دور کے زبردست اور مضبوط قلعے مین پناہ لی۔[۵]

جذیمہ کا خوبرو ساقی عدی بن نصر انھین دنون اتفاقاً کسی نے جذیمہ سے بیان کیا کہ بنی لخم مین جو نسل کہلان سے ہین عدی بن نصر نام ایک ایسا حسین و صاحب جمال لڑکا ہے کہ اس سے زیادہ خوبصورت شخص کہین نہین نظر آ سکتا۔ جذیمہ نے یہ سنتے ہی بنی لخم کی طرف کوچ کر دیا۔ بنی لخم جانتے تھے کہ ایسے زبردست فاتح سے مقابلہ کر کے کامیاب ہونا امکان سے باہر ہے۔ لہذا جذیمہ کا حملہ روکنے کے لیے انھون نے ایک اور تدبیر کی وہ یہ کہ اپنے کسی شخص کو سکھا پڑھا کے روانہ کیا۔ جس نے تنوخیون کے دار السلطنت مین آ کے جذیمہ کے دو بت چرا لیے اور بھاگ کے پھر اپنے قبیلے مین ہو رہا۔ یہ بت ضیزان کے لقب سے مشہور تھے۔ اور جذیمہ انھین کی پرستش کیا کرتا تھا۔ جب اُسے خبر ہوئی کہ دونون بتون کو بنی لخم نے چرایا ہے تو پریشان ہوا۔ اور ایک سفارت بھیج کے اپنے وہ بت طلب کیے۔ بنی لخم نے جواب دیا کہ بت تو ہم دیدینگے۔ مگر بادشاہ وعدہ کرے کہ پھر ہم پر حملہ کرنے کا ارادہ نہ کرے گا۔ جذیمہ نے

[۵] ابن خلدون۔

ان کی یہ شرط منظور کی لیکن اتنی زیادتی کے ساتھ کہ بنی لخم اپنی قوم کے خوبصورت نوجوان عدی کو بھی اس کے پاس بھیجدین۔ یہ شرطین دونون جانب سے منظور ہوئین۔ بنی لخم نے دونون بتون اور عدی بن نصر کو جذیمہ کے پاس بھیجا۔ اور جذیمہ اُن پہ تاخت کرنے سے باز آیا۔ عدی جب تنوخی فرمان روا کے پاس آیا تو اُسے ساقی بننے کی عزت دی گئی اور شراب پلانے کی خدمت اسی کے سپرد ہوئی۔

جذیمہ کی بہن رقاش

جذیمہ ایک دن عدی کے ہاتھ سے جام شراب لے کے پی رہا تھا کہ اُسکی بہن رقاش آگئی۔ بھائی کی صحبت مین عدی کے ایسے خوبصورت نوجوان کو دیکھا تو رقاش کا دل بے اختیار قابو سے نکل گیا۔ چار آنکھین ہوتے ہی وہ اُسکی صورت پر عاشق ہو گئی۔ اور گھر جا کے نکاح کا پیام بھیجا۔

رقاش و عدی کی شادی

شاہزادی کی خلاف امید توجہ نے عدی کو سر سے پاؤن تک لرزا دیا۔ وہ بہت ڈرا۔ اور کہلا بھیجا "بادشاہ کو خبر ہو گئی تو مجھے مار ہی ڈالین گے۔" مگر اس کے بعد رقاش ہی کی بتائی ہوئی تدبیر کے مطابق عدی نے اپنی آرزو سے دلی یون حاصل کی کہ جذیمہ کو شراب پلا کے بدمست کر دیا۔ اور عین اس حالت مین جبکہ بادشاہ دریا دل ساقی کی ایک ایک بات پر جان دینے کو تیار تھا رقاش کی آرزو ظاہر کی گئی۔ اور اس نے بے تکلف منظور کر لیا۔ جذیمہ تو اجازت دے کے بالکل از خود رفتہ ہو گیا۔ اور عدی نے بلا تامل رقاش سے شادی کر لی۔ اور اسی رات عروسی کا بھی سامان ہو گیا۔ صبح کو جذیمہ نے عدی کے کپڑون مین عطر کی خوشبو سونگھ کے پوچھا "یہ خوشبو کیسی؟" جواب ملا "آج میری شادی تھی۔" پوچھا "کس کے ساتھ؟" عدی نے کہا "رقاش کے ساتھ"۔ یہ خلاف امید جواب سنتے ہی جذیمہ کی پیشانی پر بل آ گیا۔ اس نے نہایت برہمی کے ساتھ پوچھا "کس کی اجازت سے؟" عدی نے کہا "خود بادشاہ کے حکم سے۔" یہ جواب جذیمہ کے دل پر ایک زہر آلود تیر سے کم اثر نہ رکھتا تھا۔ مگر بظاہر قائل ہو کے خاموش ہو رہا۔ تاہم جو غبار دل مین پیدا ہو گیا تھا اس کے چشم و ابرو سے صاف نمایان تھا۔ عدی بادشاہ کے تیورون سے سمجھ گیا کہ انتقام کے لیے کوئی بہانہ ڈھونڈھ رہا ہے۔ جس سے بچنے کو سوا اس کے

عدی کی غریب الوطنی

اور کوئی تدبیر نہ نظر آئی کہ بھاگ کے کہین اور چلا گیا۔ جذیمہ نے اس کی بہت جستجو کی اور جب کہین پتہ نہ لگا تو اپنی بہن کو بھی لعنت ملامت کی اور کہا "تو نے ایک غلام سے شادی کر لی" رقاش بولی "غلام نہین۔ مین نے تو آپ کے حکم سے ایک معزز اور شریف نوجوان عرب کے ساتھ نکاح کیا ہے۔"

اور موت

عدی کسی ایسی گھڑی مین اپنی نئی دولھن کے آغوش سے جدا ہوا تھا کہ پھر آنا نصیب ہوا۔ دشت و در مین پھرتے پھرتے کسی گھاٹی مین پیوند زمین ہو گیا۔ رقاش اسکے بعد ایک

لڑکے کی ماں ہوئی جس کا نام عمرو رکھا گیا۔ جذیمہ اگرچہ پہلے برہم تھا۔ مگر چند روز بعد بہن کے صدمات اور اس کے دائمی رنج والم سے ایسا متاثر ہوا کہ دل دہی و ہمدردی پر آمادہ ہو گیا اور رقاش کے بیٹے عمرو بن عدی سے بے انتہا محبت کرنے لگا۔ اسکو شاہزادہ بنا کے اپنے بیٹوں کے ساتھ رکھا۔ اور روز بروز اس کے حال پر زیادہ مہربان ہوتا گیا۔

ملکہ زباء کا فریب اب ملکہ زباء اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے فوج کشی کا سامان کر رہی تھی کہ کسی سہیلی نے کہا جذیمہ کے مقابلہ مین یون جنگ و پیکار سے کامیابی نہین ہو سکتی۔ بہتر یہ ہوگا کہ آپ اظہار اطاعت کے ساتھ شادی کا پیام دین۔ اور جب اس طرح فقرے مین آجائے تو اپنے قلعے مین بلا کے قتل کر ڈالین۔ زباء کو یہ راے بہت پسند آئی۔ فوراً شادی کی درخواست کی گئی۔ اور مکار ملکہ کے ایلچی جذیمہ کے دربار مین پہونچے۔ دنیا مین بہت کم ایسے لوگ ہین جو عورت کے فریب سے بچ سکتے ہون۔ جذیمہ اس بات کو بالکل بھول گیا کہ زباء کا باپ اسی کے ہاتھ سے مارا گیا ہے۔ اور اس کی درخواست منظور کر لی۔ اس کا عقلمند و ہوشیار مشیر قصیر مخالف تھا۔ مگر اُسکی ایک نہ چلی۔ اور جذیمہ چند دوستون کو اپنے جلو مین لے کے زباء کے قلعہ کی طرف روانہ ہوا۔

حجلۂ عروسی اور مقتل! زباء کو جب جذیمہ کے آپہونچنے کی خبر ہوئی تو اسے اپنے قلعہ کے اندر بلوایا۔ پھر ایک نہایت ہی پر تکلف حجلۂ عروسی تیار ہوا۔ جہان جذیمہ تن تنہا اپنی سنگدل دولھن کے سامنے لا کے بٹھایا گیا۔ دولھن چند معمولی باتون کے بعد بولی "آپ کو معلوم ہوگا کہ بادشاہون کا خون اس شخص کے لیے اکسیر ہے جسے کتے نے کاٹا ہو"۔ اس جملے کے ساتھ ہی جذیمہ کرسئی چرمے کے زیر انداز پر ایک طشت لا کے رکھ دیا گیا۔ اور اس کے دونون ہاتھون کی نبضین کھول دی گئین۔ خون بہتا جاتا تھا اور وہ ناتوان ہوتا جاتا تھا۔ اتفاقاً خون کے چند قطرے طشت کے باہر گرے تو زباء نے اپنے لوگون کو ڈانٹا کہ "دیکھو ہوشیار۔ بادشاہون کا خون ضائع نہ کرنا چاہیے"۔ جذیمہ ابھی تک اپنے ہوش مین تھا۔ بولا۔ "اس خون کو ضائع ہی ہونے دو جس کی قدر خود اس کے لوگون نے نہ کی"۔ آخر اسی طرح خون بہتے بہتے جذیمہ گر کے بے ہوش ہو گیا۔ اور ملکہ زباء کی چالاکیون سے حجلۂ عروسی مین بٹھا کے مارا گیا۔

عمرو بن عدی یہ خبر جب اس کے ہمراہیون کو ہوئی تو سب منتشر ہو گئے۔ قصیر بھی جذیمہ کے ساتھ گیا ہوا تھا۔ جب اُس نے زباء کی بیوفائی کا حال سنا تو انتقام لینے پر آمادہ ہو گیا

جس غرض کی تکمیل کے لیے گیا وہ ملکہ کی قلمرو سے نکل کے اپنے ملک مین آیا۔ جہان اب
حکمرانی کا تاج رقاش کے بیٹے عمرو بن عدی کے سر پہ تھا۔ عمرو کو اگرچہ جذیمہ ہی کے سلسلے
مین بادشاہی نصیب ہوئی تھی مگر اس کی تخت نشینی کے ساتھ ہی تنوخیون کی سلطنت قبیلۂ
لخم مین چلی گئی جو بنی کہلان سے تھے۔ قصیر نے عمرو کو انتقام لینے پہ آمادہ کیا۔ اور کوشش
کی کہ دغابازی کا بدلہ بھی دغا سے لیا جاے۔ اس نے اپنی ناک کاٹ ڈالی۔ اپنی پیٹھ زخمی کرلی۔

انتقام کی تدبیر

اور نہایت شکستہ حالی کے ساتھ بھاگتا ہوا زبا کے پاس گیا اور کہا عمرو بن
عدی کے ہاتھ کا مظلوم ہون۔ وہ سمجھتا ہے کہ اسکے ماموں جذیمہ کو مین ہی نے مار ڈالا میری یہ
گت بنادی۔ اور پھر بھی قتل کے درپے ہے ایسی نازک حالت مین آپ کے سوا اور کہان
پناہ مل سکتی ہے۔ زبا نے ترس کھا کے اپنے پاس رکھا اور بڑی قدر و منزلت کی۔ قصیر نے
چند ہی روز مین اسکے مزاج مین اتنا دخل پیدا کر لیا کہ اپنے وطن سے گران بہا مال تجارت
کا ایک قافلہ لانے کی اجازت حاصل کی جس کی ممانعت تھی۔ یون اجازت حاصل کر کے
وہ دو دفعہ اپنے وطن مین آیا۔ عمرو بن عدی کی مدد سے بہت کچھ سامان تجارت اور
قیمتی اسباب فراہم کر کے بڑی بڑی کاروانین زبا کے قلعہ مین لے گیا۔ اور اس کی
فیاضی و عنایات سے بہرہ یاب ہوا۔ مگر جب تیسرا قافلہ گیا تو اس مین بھی اگرچہ سب
لوگون کی صورت و وضع تاجرون کی سی تھی لیکن ہر صندوق مین اسباب کے عوض
جنگ جو سپاہی بیٹھے ہوے تھے۔ اور خود عمرو بن عدی قافلہ سالار تھا۔ زبا نے
حسب معمول اس کاروان کو بھی آنے کی اجازت دی۔ اور خود اپنے محل سے نکل کے
قافلے کے قلعے مین داخل ہونے کا تماشا دیکھنے لگی۔ اسکے دیکھتے ہی یکایک سوداگران
کا قافلہ ایک جرار لشکر بن گیا۔ اور قلعے کے لوگون پر ہر طرف سے تلوارین بلند ہوگئین

ملکۂ زبا کی موت

زبا نے گھبرا کے ارادہ کیا کہ ایک خفیہ سرنگ کے راستے سے بھاگ جائے
مگر قصیر کی رہبری سے عمرو زبا کے پہونچنے سے پہلے ہی سرنگ کے دہانے پہ قابض
ہوگیا تھا۔ زبا نے جب وہان پہونچ کے عمرو کی صورت دیکھی اور اسے پہچانا تو
اپنی انگوٹھی کا ہیرا کھا گئی۔ اور چلائی کہ "مرونگی بھی تو تیرے ہاتھ سے نہین
بلکہ خود اپنے ہاتھ سے"۔ مگر اس کی یہ آرزو نہین پوری ہو سکی۔ عمرو نے جیسے ہی
اس کی آواز سنی اور اسے پہچانا تلوار لیکے جھپٹا۔ اور چلا کر کہا کہ تیری

یہ آخری آرزو پوری نہیں ہو سکتی۔ بلکہ تجھے میری تلوار کا مزہ چکھنا ہوگا یہ کہہ کر اسے گرفتار کر لیا۔ اور قبل اس کے کہ زہر کے اثر سے اس کا دم نکلے۔ اسے عمرو کی تلوار کا مزہ چکھ ہی لینا پڑا۔

اردشیر بابکان

عمرو بن عدی کارنامے ثبوت دے رہے ہیں کہ وہ ایک زبردست بادشاہ تھا۔ اور اگر زمانہ مساعدت کرتا تو غالباً اپنی سلطنت کو دور دور تک پھیلا دیتا۔ مگر خرابی یہ ہوئی کہ اسی کے عہد میں ایران میں ایک عظیم الشان انقلاب ہو گیا۔ اردشیر بابکان نے جو ساسان اول کہلاتا ہے اپنی قوت یکا یک اس قدر بڑھائی کہ ایران کی طوائف الملوکی ختم ہو گئی اور ساسانی سلطنت قائم ہو گئی۔

حیرہ ایران کا ایک صوبہ تھا

اردشیر بابکان نے جہاں گرد و پیش کی تمام قوتیں توڑیں وہاں عراق کی حکومت کو بھی دبا یا۔ عمرو کو اس موقع پر یہی مناسب معلوم ہوا کہ نئے فتحمند تاجدار ایران کے آگے سر اطاعت جھکا دے۔ چنانچہ اس کی طرف سے اظہار فرمانبرداری ہوا اور اردشیر نے اسے اپنی طرف سے جنوبی عراق کا والی یا حکمران تسلیم کر لیا۔[۱]

مگر باوجود ان تعلقات کے عمرو نے ایرانیوں کا مذہب نہیں اختیار کیا تھا اور نہ تنوخیوں میں مذہب زرتشتی کا رواج

حیرہ دار السلطنت قرار پایا

شروع ہوا تھا عمرو سے پہلے یہاں کے فرمانروا کسی اور مقام میں رہا کرتے تھے یہی پہلا بادشاہ ہے جس نے شہر حیرہ کو اپنا مستقر قرار دیا۔ اور اُسکی رونق بڑھانی شروع کی۔[۲]

امراء القیس

عمرو ایک طولانی عمر پا کے آغوش لحد میں لیٹا۔ اور اُس کا بیٹا امراء القیس باپ کے تاج و تخت کا وارث ہوا جس کی حکومت صحرا عراق اور الجزیرہ سے لے کے سرزمین حجاز تک پھیلی ہوئی تھی امراء القیس نے بعض مسیحی راہبوں کی صحبت سے دین عیسوی اختیار کر لیا۔ اور اپنے تمام علاقے میں مسیحیت کو پھیلانے لگا۔ امراء القیس کے بعد تیس برس

اوس بن قلام

تک اس کا بیٹا عمرو ابن امراء القیس حیرہ کا بادشاہ رہا۔ مگر اس کے بعد اوس بن قلام

---

[۱] ابن خلدون۔ [۲] ابن اثیر۔

نام ایک غیر شخص جو عمالقہ کے قدیم خاندانون سے تعلق رکھتا تھا حیرہ کی قسمت کا مالک ہو گیا غالباً دولت ساسانی نے کسی بات پر لخمی خاندان سے ناراض ہو کے اس نئے شخص کو والی حیرہ مقرر کر دیا تھا۔ مگر وہ پانچ ہی سال حکومت کرنے پایا تھا کہ تنوخیون مین برہمی پیدا ہوئی۔ اور جحجب نام ایک لخمی نژاد شخص نے حملہ کر کے حیرہ کی حکومت اپنے قبضے مین کی اور کہلانیون کو پھر حکمران قوم بنا دیا۔ جحجب لخمی تاجدار ایران بہرام بن شاپور کے عہد مین مرا مگر اس کے مرتے ہی حیرہ کی حکومت پھر قدیم شاہی خاندان کے قبضۂ تصرف مین آگئی۔

جحجب

اور عمرو بن امراء القیس کا بیٹا امراء القیس ثانی تنوخیون کا بادشاہ قرار پایا۔ لیکن امراء القیس کے بعد جب اس کا بیٹا نعمان بن امراء القیس جو نعمان اول کہلاتا ہے آبائی تاج و تخت کا وارث ہوا تو حیرہ کی سلطنت یکایک بہت ترقی کر گئی۔ اس لیے کہ اس عربی بادشاہ نے دربار ایران سے بے انتہا تعلقات پیدا کر لیے تھے۔ وہ شاہنشاہان ایران کا بہت بڑا دوست تھا۔ اور اس پر یہان تک اعتماد کیا جاتا کہ ولی عہد ایران بہرام گور خاص اس کی تربیت و نگرانی مین دے دیا گیا تھا۔ اسی نعمان کے اہتمام سے ایران کا مشہور قصر خورنق تعمیر ہوا تھا۔ یہ عجیب و غریب عمارت سنمار نام ایک طباع و چابکدست مہندس کی اعلیٰ کاریگری کا نمونہ تھی۔ اور تعمیر کے بعد ایسی بےمثل و بےنظیر ثابت ہوئی کہ بجائے اس کے کہ سنمار کو محنت کا صلہ ملے اس وحشیانہ طریقے سے اس کی لیاقت کی داد دی گئی کہ قتل کر ڈالا گیا۔ تاکہ ایسی کوئی اور عمارت صفحۂ ارض پر بنا کے ایرانی شوکت و غرور کو صدمہ نہ پہونچا دے۔ سنمار و قصر خورنق عربی فارسی اور اردو شاعری مین بہت مشہور ہین۔ اور اپنی نوعیت پر ضرب المثل قرار پا گئے ہین۔ ایران کے دربار سے نعمان اول نے صرف خود ہی فائدہ نہین اٹھایا بلکہ دولت ایران پر بھی اس کے بڑے بڑے احسان ہین۔ اس نے ساسانی ولی عہد بہرام گور کو تعلیم ہی نہین دلائی بلکہ خاندانی سلطنت بھی اسے نعمان ہی کی جوانمردی سے نصیب ہوئی۔ زمانے نے جس وقت بہرام کے لیے تخت سلطنت کو خالی کیا ہے۔ اس وقت تمام ارکان دولت اس کے خلاف تھے۔ اور کسی اور شاہزادے کو بادشاہ بنانا چاہتے تھے۔ بہرام تاج و تخت سے محروم ہو چکا تھا کہ نعمان اپنی فوجین لے کے

امراء القیس ثانی

نعمان اول

اس کا عروج

ہونچا۔ مخالف گروہ کو فاش شکست دی اور اپنے شاگرد کو محض اپنی قوت بازو سے آبائی تاج و تخت کا وارث بنا دیا۔

اور زوال نعمان اول کے انجام کے متعلق مورخین عرب مختلف ہین بعض کہتے ہین کہ تیس سال تک حکومت کا مزہ اٹھا کے سلطنت اپنے بیٹے منذر کے سپرد کی اور خود رہبانیت اختیار کر کے کسی ایسے گوشۂ تنہائی مین جا بیٹھا کہ پتہ بھی نہ چلا کہ کیا ہوا اور کہان گیا۔ مگر صحیح اور زیادہ قابل وثوق یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے زمانے مین تبابعہ کے زبردست فرمان روا تبع بن حسان کی طرف سے حارث بن عمرو بن حجر کندی نے حیرہ پر حملہ کیا۔ ایک سخت لڑائی ہوئی جس مین نعمان اول مارا گیا۔ مگر شاہان ایران کے خوف سے حارث حیرہ کی سلطنت اپنے ہاتھ مین نہ لے سکا۔ اس لیے کہ نعمان کے بعد سلطنت کا وارث اس کا بیٹا منذر ہی ہوا۔ اگرچہ اس کی سلطنت

منذر بہت ضعیف تھی۔ منذر ابن نعمان ہی کے زمانے مین دارائے

مزدکی مذہب ایران قباد نے مزدک کا شرمناک مذہب اختیار کر لیا تھا جس کی رو سے ہر عورت ہر شخص پر حلال کر دی گئی تھی۔ قباد نے بادشاہ حیرہ کو بھی اس نئے مذہب کی طرف بلایا۔ مگر یہان ایسے بے حیائی کے اصول اختیار کرنے سے انکار کیا گیا۔ جس پر برہم ہو کے قباد نے حارث بن عمرو بن حجر کندی کو والی حیرہ مقرر کر دیا جس نے اس کا دین قبول کر لیا تھا۔ مگر جب قباد کے بعد نوشیروان عادل بادشاہ ہوا اور مزدکی ہر جگہ مارے جانے لگے تو ان لوگون کی بھی قدر کیگئی جو استقلال و پامردی سے اپنے قدیم مذہب پر قائم رہے تھے اس انقلاب مین حارث موقوف ہوا۔ اور منذر بن نعمان دوبارہ بادشاہ حیرہ بنایا گیا۔

یوم حلیمہ اسی منذر کے زمانے مین بنی غسان کے بادشاہ حارث اعرج نے حملہ کیا تھا اور عرب کی وہ مشہور لڑائی ہوئی تھی جو یوم حلیمہ کے نام سے مشہور ہے بعض مورخین اس لڑائی

اسود بن منذر کا زمانہ بعد قرار دیتے ہین منذر کے بعد اسکا بیٹا اسود بن منذر بادشاہ ہوا پھر اسکا بھائی منذر بن منذر اور جب دنیا نے اسے بھی رخصت کیا تو نعمان بن اسود جس کی ما

نعمان بن اسود حارث بن عمرو کندی کی بہن تھی اس نعمان کے بعد ابو یعفر جو شتی لخم مین سے تھا اس شاہی خاندان کے بجاے تخت نشین ہو کر حکومت کرنے لگا۔

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۳۱

مولانا مولوی عبد الحلیم صاحب شرر مرحوم و مغفور

کی یادگار

رسالہ

دلگداز

نمبر ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ - ماہ ستمبر تا دسمبر ۱۹۳۱ء ؛ جلد ۳۱

مرتبہ

محمد صدیق حسن ایڈیٹر

باہتمام

خاکسار حکیم محمد سراج الحق مینیجر اور پرنٹر و پبلشر دلگداز

دلگداز پریس محلہ گڑبز کن بگجان لکھنؤ میں

چھپ کر شائع ہوا

چندہ سالانہ (۴عہ) مع محصول ڈاک

یہ حیرہ کا آخری تاجدار تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تخت نشین ہوا۔ اس کی شان و شوکت اور اسکی فیاضی و دریا دلی کی ہر جگہ دھوم تھی۔ شعراے عرب اس کے پاس آ کے اپنے قصیدے سناتے تھے اور مختلف قبائل میں اس کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ باوجود ان باتوں کے اپنے طرز عمل سے یہ ظالم بدنفس اور بد مزاج ثابت ہوا ہے۔ اس کے مظالم کا آخر یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ شمالی عرب کے اس قدیم خاندان کی حکومت اسی پر ختم ہو گئی۔ اور وجہ یہ ہوئی کہ

عدی بن زید — حیرہ کا ایک نامور شاعر عدی بن زید ایک عربی شاعر عالم و فاضل ساسانی دربار میں عربی کی خدمت پر مامور تھا اور کہتے ہیں کہ یہ خدمت کئی پشت سے اسی کے خاندان میں چلی آتی تھی۔ عدی فارسی و عربی دونوں زبانوں میں کامل دستگاہ رکھتا تھا۔ نعمان کے باپ منذر میں اور اس میں بہت کچھ دوستانہ تعلقات تھے۔ اور منذر خواہ ایرانی دربار کے تعلقات کی بنا پر یا ذاتی محبت و یکجہتی کی وجہ سے ہمیشہ اس کی دوستی کا دم بھرتا تھا۔ آخر باہمی ربط و ضبط یہاں تک بڑھا کہ منذر نے اپنے بیٹے نعمان کو عدی کی گود میں دے دیا۔ اور اس کی تعلیم و تربیت بھی اسی کی رائے پر چھوڑ دی۔ عدی نے اسے پالا۔ لکھایا پڑھایا۔ فنون جنگ سکھائے۔ اور جب بڑا ہوا تو حیرہ میں منذر کے پاس بھیجدیا۔

نعمان کے باپ کا مرض موت — چند روز بعد منذر نے اپنے آپ کو مرض موت میں مبتلا پایا اس حالت میں وہ سوچنے لگا کہ میرے بعد حیرہ کی حکومت کس کے ہاتھ میں دی جائے

دشواری یہ تھی کہ بغیر تاجدار ایران کی منظوری کے کوئی شخص حیرہ کے تخت پر نہ بیٹھ سکتا تھا۔ اور اسے اتنے دنون زندہ رہنے کی امید بھی نہ تھی کہ دربار ایران سے کسی بیٹے کے لیے منظوری حاصل کرے۔ آخر اپنی سلطنت اور اپنے تمام معاملات سردار قبیلہ بنی طے ایاس بن قبیصہ طائی کے سپرد کیے۔ اور خود آغوش لحد مین جا لیٹا۔ سردار بنی طے کے وصی کرنے کی یہ وجہ تھی کہ اول تو اس سے تعلقات قرابت تھے۔ دوسرے بنی طے نے بہرام گور کے مقابلے مین خسرو پرویز کو مدد دے کے اس عظیم الشان دربار کی بے انتہا خوشنودی حاصل کر لی تھی۔

نعمان کی تخت نشینی کے لیے عدی کی کوشش

منذر کے مرنے کی خبر جب ایران مین پہونچی تو پرویز متردد ہوا۔ کہ اپنے عربی علاقون کی حکومت آیندہ کے لیے کس کے سپرد کرے بار بار عدی سے مشورہ کرتا اور کوئی بات نہ بن پڑتی۔ عدی اپنے ذاتی تعلقات کی وجہ سے نعمان ہی کا طرفدار تھا۔ مگر کھلی جانبداری کرنا خلاف مصلحت سمجھ کے اس نے راے دی کہ منذر کے سب بیٹے یہان دربار مین بلائے جائین۔ اور بادشاہ بلا واسطہ ملاحظہ فرما کے اور ایک ایک کا الگ الگ امتحان لے کے جسے مناسب سمجھے حکمران بنا دے پرویز کو یہ راے پسند آئی۔ اور منذر کے سب بیٹے دار السلطنت ایران مین بلوائے گئے۔

منذر کی اولاد

نعمان بلا کے منذر کے کل گیارہ بیٹے تھے۔ اور سوا نعمان کے سب خوبصورت وجیہ اور سرخ و سفید تھے۔ بخلاف ان کے نعمان نہایت ہی کمزور اور بدصورت واقع ہوا تھا۔ یہ سب عربی شاہزادے ایران مین پہونچے۔ اور عدی چونکہ خود ہی لے جا کے پیش کرنے والا تھا۔ لہذا ایک ایک کو الگ لے جا کے بتایا کہ جب بادشاہ کے سامنے جانا تو کس ادب سے جانا اور کیا گفتگو کرنا۔ سب کو سمجھا دیا کہ اگر بادشاہ پوچھے تم اہل عرب کو مطیع رکھ سکو گے۔ تو کہنا سوا اپنے بھائی نعمان کے ہم سب کو دبا دین گے۔ مگر نعمان کو بتایا کہ

نعمان کی تخت نشینی

تم کہنا اگر اپنے بھائیون ہی کو مطیع و منقاد نہ رکھ سکا تو پھر کسے مغلوب کر سکون گا۔ عدی کے اس مشورے پر کسی بھائی کو بدگمانی بھی نہ ہوئی۔ اس لیے کہ سب سمجھے نعمان کی شکایت سے یہ فائدہ ہوگا کہ بادشاہ اسے یہین قتل کر ڈالے گا۔ مگر عدی نے بادشاہ کو بھی سمجھا رکھا تھا۔ جب سب بھائی اس کی نظر سے گذر لیے

اور اس نے سب کی باتیں سن لیں تو بولا بے شک نعمان ہی انتظام کر سکے گا۔ فوراً سب بھائی تخت سے محروم کر دیے گئے۔ ساٹھ ہزار دینار کا قیمتی تاج لے کے نعمان کے سر پہ رکھا گیا۔ اور وہ عرب کا حکمران بن کے اپنے شہر حیرہ میں واپس آیا۔

لیکن اس کارروائی کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ عدی کے دل میں نعمان کی کوئی وقعت نہ تھی۔ وہ سمجھتا کہ میں ہی نے اسے بادشاہ بنایا ہے۔ اور اسی وجہ سے اُس کی کچھ قدر و منزلت بھی نہ کرتا۔ نعمان نے تخت پہ بیٹھ کے جب سلطنت کا مزہ اٹھایا۔ حکومت کی شان دیکھی۔ اور کبر و نخوت نے دماغ میں خودسری و خودپسندی کا مادہ پیدا کیا تو اسے عدی کا یہ برتاؤ گراں گزرنے لگا۔ اسی خیال سے اس نے عدی کو ایک دوستانہ خط لکھ کے اپنے پاس حیرہ میں بلایا۔ مگر اس کا پہونچنا تھا کہ گرفتار کر کے قیدخانے میں ڈال دیا گیا۔ اس مصیبت میں مبتلا ہونے کے بعد عدی نے کوئی تدبیر کر کے قیدخانے سے اپنی خبرگیری کی ایک درخواست اور چند پر درد شعر اپنے بھائی کے پاس بھیجے جو ایران میں تھا اور بادشاہ تک پہونچ سکتا تھا۔ اس کی کوشش سے خسرو پرویز کو عدی کی گرفتاری کا حال معلوم ہوا۔ اور فوراً ایک شاہی قاصد روانہ ہوا کہ عدی کو آزادی دلائے جس وقت یہ قاصد حیرہ میں پہونچا نعمان اپنے دارالسلطنت سے غائب تھا۔ لہذا وہ موقع پا کے سیدھا قیدخانے میں چلا گیا اور عدی سے مل کے حال پوچھا۔ عدی نے اس سے خواہش کی کہ بادشاہ کا خط نعمان کے پاس بھیجو اور خود یہاں میرے پاس ٹھہرے رہو ورنہ وہ مجھے مار ڈالے گا۔ ایرانی سفیر نے کہا "یہ نہیں ممکن کہ نعمان ایسا خموشی کے ساتھ مار ڈالے۔ اور رخصت ہو کے چلا آیا"

جاسوسوں نے ان تمام واقعات کی خبر نعمان کو کی اس نے برہم ہو کے کسی شخص کو قیدخانے میں بھیج کے عدی کو نہایت خموشی کے ساتھ قتل کرا ڈالا۔ اس کے بعد حیرہ میں آیا تو ایرانی سفیر سے ملاقات ہوئی۔ جس نے شاہی سفارش کا حال بیان کیا۔ نعمان نے اس کی بڑی خاطر و تواضع کی۔ اور بہت ہی بے تکلفی کے ساتھ کہا شہنشاہ کے حکم میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ آپ ابھی خود جا کے عدی کو قیدخانے سے نکال لائیے۔ ایرانی سفیر خوش خوش قیدخانے میں گیا۔ مگر وہاں جا کے دیکھا

تو عدی غائب تھا۔ پوچھنے سے معلوم ہوا کہ کئی دن ہوئے مرگیا۔ سفیر یہیں سے ساتھ پھر نعمان کے پاس آیا۔ اور کہا "جب میں پہلے گیا ہوں اُس وقت تک زندہ تھا اور اچھا خاصہ تھا۔ مگر آج سنتا ہوں مرگیا!"، نعمان نے اُسے بہت کچھ رشوت دے کے راضی کر لیا۔ اور اس بات کا بھی اقرار لے لیا کہ بادشاہ سے اپنے پہلی مرتبہ جانے اور زندہ پانے کا حال نہ بیان کرے۔

اس طریقے سے نعمان نے اپنے سر سے بلا تو ٹال دی۔ مگر جب دیکھا کہ عدی کے طرفدار بدنام کر رہے ہیں اور اندیشہ ہے کہ اصلی واقعہ کہیں بادشاہ کے گوش گذار ہو جائے تو دل میں ڈرا۔ اور لوگوں کے دکھانے کے لیے اپنی اس محسن کشی پر پچھتانے لگا۔ انھیں دنوں اتفاقاً ایک شکار کے موقع پر جبکہ وہ شہر کے باہر دشت و دمن میں پھر رہا تھا ایک نہایت ہی ذہین و خوش

عدی کا بیٹا زید — اخلاق نوجوان ملا جس سے معلوم ہوا کہ عدی کا بیٹا زید ہے۔ نعمان سنتے ہی گویا خوشی سے اچھل پڑا۔ اس کے باپ کے قتل کرنے پر اپنی ندامت ظاہر کی۔ اور کہا میرے دل پر سے ندامت کا بوجھ یوں ہلکا ہوگا کہ تمھارے ساتھ کوئی بہتر سلوک کروں۔ یہ کہہ کے وہ زید بن عدی کو اپنے ساتھ حیرہ

نعمان کے ذریعے سے خسرو پرویز کے دربار میں پہونچتا ہے — میں لے آیا۔ اور زید نے مستعدی و اطاعت کیشی کے ایسے ثبوت دیے کہ ناعاقبت اندیش بادشاہ حیرہ اس کا گرویدہ ہو گیا۔ آخر زید بن عدی نعمان ہی کے سفارش سے ایران کے دربار میں پہونچا اور اپنے باپ کی خدمت پر مامور ہو گیا۔

زید نے جس طرح یہاں نعمان کو اپنا گرویدہ بنایا تھا اسی طرح ایران کے خسرو پرویز کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ وہاں وہ ظاہر میں تو نعمان کا دست زور بندہ احسان معلوم ہوتا تھا۔ مگر اس کے دل میں یہ کانٹا رہ رہ کے کھٹکتا تھا کہ اسی نے میرے باپ کی جان لی ہے اور انتقام کے لیے

انتقام — کوئی مناسب موقع ڈھونڈھ رہا تھا۔ خسرو پرویز عشرت پسند اور شہوت پرست بادشاہ تھا۔ تخت نشینی کے بعد چندروز تک تو البتہ انتظام مملکت اور ملک گیری کی طرف توجہ رہی لیکن اس کے بعد جب عشرت سرا میں

بیٹھا تو سوا میکشی و شاہد پرستی کے کوئی مشغلہ نہ تھا۔ دربار میں ہمولاً حسن و عشق کی کہانیان بیان کیجاتین۔ اور شیرین و شکر کی سی کوہ قاف کی پریان ہر وقت صحبت مین رہتین۔ ایک دن حسن کے متعلق تذکرہ ہوا کہ کیا چیز ہے۔ اور کیسی عورت کو حسین و صاحب جمال کہنا چاہیے۔ کسی نے کہا حسن کی پوری پوری تعریف تو نعمان اول نے جو بہرام گور کا مشیر خاص تھا لکھ کے رکھ دی ہے اور خزانۂ شاہی مین موجود ہے۔ پرویز نے نہایت ہی اشتیاق سے اس تحریر کو نکلوا کے اپنے سامنے پڑھوایا۔ اور جب وہ سب اوصاف پڑھے جا چکے تو بولا "ایسی عورت تو شاید دنیا بھر مین نہ مل سکے گی" اس موقع پر زید بن عدی نے بڑھ کے ادب سے عرض کیا کہ "مین تو نعمان بن منذر کی بیٹیون اور خاص اس کے خاندان مین بیس سے زیادہ ایسی لڑکیان دیکھ چکا ہون جن مین یہ تمام اوصاف جمع ہین" خسرو نے بے تکلف حکم دیا "نعمان کو لکھو کہ اپنے خاندان کی کوئی لڑکی بھیج دے" یہ سن کے زید خاموش ہو گیا۔ اور جب عاسانی تاجدار نے سکوت کا سبب پوچھا تو نہایت

خسرو پرویز کی حرم سرا کے لیے نعمان کے خاندان کی لڑکی طلب ہوتی ہے

ادب کے ساتھ عرض کیا "عربون کی یہ عجیب شرارت ہے کہ اپنے آپ کو ایرانیون سے زیادہ شریف و معزز خیال کرتے ہین۔ یہ بہت مشکل ہے کہ نعمان اپنی بیٹی یہان بھیجے" خسرو پرویز اس پر کسی قدر برہم ہو چلا تھا۔ مگر خود ہی غصہ کو روک کے بولا "نہین وہ بھیجدے گا تم ہی اس کے پاس میرا پیغام لے جاؤ" زید نعمان کے حالات سے واقف تھا بولا "مین جانے کو حاضر ہون۔ مگر کوئی معزز ایرانی سردار بھی میرے ہمراہ کر دیا جائے تاکہ جو کچھ واقعات گذرین ان کو یہان آکے ٹھیک ٹھیک عرض کر دے" پرویز نے یہ درخواست بھی منظور کر لی۔ اور زید بن عدی ایک عجمی سردار کو ساتھ لیے ہوئے حیرہ پہونچا۔

نعمان کا انکار

پرویز کی یہ آبرو ریز اور غیر معمولی درخواست نعمان کو نہایت ناگوار گزری۔ مگر اپنی بے بسی کے خیال سے خاموش ہو رہا۔ پھر حسن و جمال کے وہ اوصاف اپنے سامنے پڑھوا کے سُنے۔ اور بولا "ایسے صفات کی عورت تو نہ عرب مین مل سکتی ہے۔ نہ عراق مین" اس کے بعد اُس نے بادشاہ کے سامنے پیش کرنے کے لیے ایک عریضہ لکھا جس مین ظاہر کیا تھا کہ "عرب کی کالی

کلوٹی اور وحشی عورتیں ساسانی حرم سرا کی لیاقت نہیں رکھتیں"۔ عدی سے بھی خوشامد کر کے درخواست کی کہ جہان تک ہو سکے بادشاہ کا خیال اس طرف سے پھیرنا۔ اور میری تائید کرنا" عدی یہ جواب اور عرضداشت لے کے پھر ایران مین واپس آیا۔ اور بادشاہ کے سامنے جا کے کہا۔ مین پہلے ہی عرض کر چکا تھا کہ "اہل عرب کا غرور اس معاملے مین بہت بڑھا ہوا ہے" یہ خلاف امید جواب سننا تھا کہ پرویز کے خشم و غضب کی کوئی انتہا نہ تھی۔

تاجدار ایران اس وقت تو خاموش ہو رہا۔ مگر چند ہی روز بعد ایک فرمان کے ذریعے سے نعمان کو اپنے دار السلطنت مین حاضر ہونے کا حکم دیا۔ نعمان سمجھ گیا کہ کیون بلوایا گیا ہون اور وہان جا کے کیا روز بد دیکھنا نصیب ہو گا۔ سوا اس کے اور کوئی تدبیر نہ بن پڑی کہ اپنے تمام اہل و عیال اور اپنی چار سو قیمتی زرہون کو لے کے حیرہ سے نکلا۔ اور عرب کے ریگزارون کی راہ لی۔ پہلے وہ قبیلہ طے مین گیا اور درخواست کی کہ کوئی اس کے اہل و عیال کو پناہ دے۔

قبائل عرب مین پناہ ڈھونڈھی جاتی ہے

مگر بنی طے ایرانیون کے طرفدار تھے۔ اور دولت ایران کی فوجون سے ڈرتے تھے۔ کسی نے حامی نہ بھری۔ یہان سے ناکام ہو کے آگے بڑھا۔ اور دیگر قبائل عرب مین جا جا کے اپنے اہل بچون کے لیے پناہ مانگنے لگا۔ مگر ایرانیون کے خلاف مدد کا وعدہ کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی سب کے دل مین جمی ہوئی تھی کہ دولت ساسانی کی فوجون سے لڑنا عربی قبائل کی قوت سے بالا ہے۔ آخر پھرتے پھرتے وہ بنی شیبان مین پہونچا۔ اور ان کے سردار ہانی بن مسعود کے سامنے بھی یہی درخواست پیش کی۔ ہانی نے نعمان کی درخواست قبول کی زرہین بھی اپنی امانت مین رکھ لین اور اس کے اہل و عیال کو بھی اپنی حفاظت مین لے لیا۔

ایران مین نعمان کی حاضری

یون تمام متعلقین کی طرف سے اطمنان کر کے اور بالکل جریدہ بن کے نعمان فارس کی طرف چلا کہ شاہنشاہ ایران کے دربار مین حاضر ہو ساباط کے پل پر پہونچا تھا کہ زید سے ملاقات ہوئی۔ اور اسکی صورت دیکھتے ہی بے اختیار بھی کہہ اٹھا "یہ تمھارا ہی کام ہے۔ اگر مجھے نجات مل گئی تو خدا کی قسم ان ہاتھون تمھارا

وہی حشر ہوگا جو تمھارے باپ کا ہوا تھا۔" زید نے جواب دیا "مین نے ایسا کھیل نہین کھیلا ہے کہ تم کبھی بھی جان بر ہو سکو۔" اس گفتگو کے بعد نعمان

اور گرفتاری

قصر شاہی کے دروازے پر پہونچا۔ اور پہونچتے ہی گرفتار کر لیا گیا۔ یہ گرفتاری اس قیامت کی تھی کہ گویا زمانہ ہی اُسے بالکل بھول گیا۔ پرویز کو کسی طرح رحم نہ آنا تھا نہ آیا وہ قید خانے ہی مین پڑے پڑے مرض طاعون کا شکار بن گیا۔

اس کی لڑکیاں اہل عرب سے مانگی جاتی ہین۔

نعمان کے گرفتار کرنے کے بعد خسرو پرویز نے آیاس بن قبیصہ طائی سردار قبیلہ طے کو حیرہ کا حکمران مقرر کر دیا تھا۔ مگر جب نعمان مرگیا تو اس نے بادشاہ حیرہ کے نام حکم بھیجا کہ نعمان کے اہل وعیال اور اسکی زرہین کو جہان کہین ہون فراہم کرکے روانہ کر دو۔ آیاس کو جب معلوم ہو گیا کہ یہ سب چیزین بنی شیبان مین ہین تو ہانی کے پاس پیام بھیجا کہ نعمان کی اہل وعیال اور زرہین یہان روانہ کر دو۔ اس لیے کہ تاجدار ایران کو ان کی ضرورت ہے۔ ہانی نے جواب مین قطعاً انکار کیا۔ اور کہا اہل عرب کسی کو پناہ دے کے اس کے ساتھ دغا نہین کرتے۔

عربون کی وفاداری

یوم ذی قار

بنی شیبان کے انکار کرنے کی خبر جب خسرو پرویز کو پہونچی تو اس نے غصہ مین آکے حملے اور فوج کشی کا حکم دے دیا۔ مگر بعض عربی درباردارون نے راے دی کہ عربون سے اگر لڑنا ہے تو اس کے لیے یہ زمانہ مناسب نہین۔ چند روز بعد جب ذی قار کی جھیل کے کنارے تمام قبائل عرب جمع ہون گے۔ اس وقت بہت آسانی سے ممکن ہو گا کہ چارون طرف سے گھیر لیے جائین۔ پرویز نے یہ تجویز پسند کی۔ اور فوجون کے فراہم کرنے کا سامان ہونے لگا۔ آخر وہ موسم آگیا جب اُس تالاب پر عربون کا مجمع ہوا کرتا تھا۔ ہر قبیلہ کے گروہ اس جھیل کے کنارے پڑاؤ ڈالے ہوے تھے کہ ناگہان ایرانیون کی طرف سے پیام پہونچا "یا تو نعمان بن منذر کی امانت اور اس کے اہل وعیال کو حوالے کر دو۔ یا اپنے وطن اور گھربار سے دست بردار ہو۔ یا ہمارے سامنے آکے صف آرا ہو۔ اور مقابلہ کرو۔" کل قبائل کے معزز لوگون نے اس کا جواب ایک نامی گرامی سردار عرب حنظلہ بن ثعلبہ پر منحصر کر دیا۔ حنظلہ نے ذرا سوچ کے بے تکلف لڑائی کی راے دیدی

ایرانی فوج کا سپہ سالار ایاس بن قبیصہ طائی تھا۔ اس کے ساتھ بنی طے کے نامور دلاوران اور حیرہ کے بہادروں کے علاوہ ایک بڑا گروہ عجمی عمائد اور پہلوانوں کا بھی تھا جن کے سامنے مختلف قبائل عرب نے اپنی صفین جمائین اور ایک بڑی معرکے کی لڑائی ہوئی۔ دونوں طرف کے نبرد آزما بڑی دلیری و شجاعت سے لڑ رہے تھے معرکۂ کارزار ساعت بہ ساعت رنگ بدل رہا تھا۔ کبھی معلوم ہوتا کہ عربون کو شکست ہوا چاہتی ہے۔ اور کبھی نظر آتا کہ ایرانی میدان چھوڑا چاہتے ہین۔ مگر آخر مین عربون کی حالت نازک ہونے لگی تھی کہ ناگہان ایک شیبانیہ لڑکی نے میدان مین نکل کے ایک ایسا پرجوش اور غیرت دلانے والا شعر پڑھا کہ سنتے ہی جوانان عرب کے دلون مین آتش غیرت یکایک بھڑک اٹھی۔ اور سات سو شیبانیون نے اپنی قباؤن کی آستینین توڑ کے پھینک دین کہ شمشیرزنی مین نہ الجھین۔ بس عربون کے اسی حملے نے لڑائی کا خاتمہ کر دیا۔ اور ایرانیون کو ایسی فاش شکست ہوئی کہ عربون کے مقابلہ مین اس سے پیشتر کبھی اتنے ذلیل نہین ہوئے تھے۔ یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے بعد پیش آیا تھا۔ چنانچہ جب آپ کو عربون کی فتح کی خبر پہنچی تو فرمایا "یہی پہلا دن ہے جبکہ عربون نے ایرانیون سے اپنا حق حاصل کر لیا۔ اور یہ فتح صرف میرے موجود ہونے کی وجہ سے حاصل ہوئی"

ایرانیون کی فاش شکست

جاہلیت عرب کی لڑائیان جو ایام عرب کے نام سے مشہور ہین اُن مین سب سے آخری لڑائی یہی ہے جو یوم ذی قار کے نام سے یاد کی جاتی ہے قبیصہ طائی میدان ذی قار مین شکست کھا کے بڑی حسرتون کے ساتھ حیرہ کو واپس گیا اور اس کے ساتھ انہون نے بھی کچھ ایسی ہمت ہار دی تھی کہ پھر کبھی نہ قبیصہ ہی کو عربون پر حملہ کرنے کی جرأت ہوئی۔ اور نہ کسی تاجدار ایران کو۔ قبیصہ جو دہ سال تک حیرہ کا حکمران رہا۔ اس کی حکمرانی کے ابتدائی زمانے ہی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے۔ قبیصہ کے مرنے پر خسرو پرویز نے حیرہ کی حکومت عربون کے ہاتھ سے نکال لی یہان کا قدیم شاہی خاندان محروم ہو گیا۔ اور آزادبہ نام ایک عجمی سردار عراقی

حیرہ پر قبیصہ طائی کی حکومت

آزادبہ عجمی فرمان روائے حیرہ

عربون کی قسمت کی مالک بنگیا۔ آزادبہ ہی کا زمانہ تھا کہ تخت ایران اس طرح خالی ہوا کہ سریر سلطنت کے لیے کوئی وارث نہ ملتا تھا۔ ارکان دولت نے مجبور ہو کے تاج شاہی خسرو پرویز کی بیٹی پوراندخت کے سر پر رکھا۔ پوراندخت کو حیرہ کے قدیم شاہی خاندان کے ساتھ ہمدردی تھی اور یہی سبب تھا کہ آزادبہ کے

منذر بن نعمان

مرتے ہی اس نے نعمان بن منذر کے بیٹے منذر کو حیرہ کا بادشاہ بنا دیا منذر بن نعمان عربون مین نہایت ہی مغرور و متکبر مشہور تھا۔ اور اسی پر اس

حیرہ مین علم اسلام

چھوٹی عربی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔ اسلیے کہ اسی کے زمانے مین خالد بن ولید عساکر اسلام کو لیے ہوے حدود عراق مین پہونچے۔ اسکی جن بیٹون کے لیے آپ ذی قار کے کنارے خون کا سیلاب بہ گیا تھا۔ ان مین سے ایک مغیرہ بن شعبہ کی بیوی بنی اور ایک سعد بن ابی وقاص کی۔ اور ۲۰۰ برس کی سلطنت ایک ہی خاندان کے ۲۰ حکمرانون کی شان و شوکت کا سمان دکھا کے خلافت اسلامیہ کی وسیع قلمرو مین غائب ہوگئی۔ شاہی خاندان کی تباہی کے تھوڑے دنون بعد شہر حیرہ بھی دامن فنا مین آگیا۔

بنی کندہ

ملوک حیرہ کے پڑوس اور عراق ہی کی حدود مین چندروز تک انھین کملانیون کی ایک اور سلطنت بھی قائم رہی تھی جس کے فرمانروا بنی کندہ

ان کی ابتدا

کہلاتے تھے۔ کندی بادشاہون نے حیرہ ہی کی قلمرو کو بانٹ کے اپنے تخت کے لیے جگہ نکالی تھی۔ اس سلطنت کی ابتدا یون ہوئی کہ یمن کے اولوالعزم شاہان تبابعہ کا معمول تھا کہ عربی والیان ملک اور عمائد سلطنت کے بیٹے اُن کے دارالسلطنت مین حاضر رہتے۔ اور قصر شاہی کی مختلف خدمتین اُن کے سپرد کی جاتین۔ حسان بن تبع نے جب ارض حجاز کو فتح کیا تو اپنے اخیافی بھائی حجر کو وہان کا والی مقرر کر دیا جو قوم کندہ کا پہلا سردار تھا اور اپنی شجاعت و بہادری کے سبب سے اکل المرار کے لقب سے مشہور تھا۔ اس کا بیٹا عمرو بن

باپ کی زندگی تک تو حسب معمول خاص یمن مین رہ کے بادشاہ کی خدمت بجا لاتا رہا۔ مگر اس کے بعد شاہی اجازت سے ارض حجاز مین گیا۔ اور باپ کی حکومت اپنے ہاتھ مین لی۔

عمرو جب حمیری دربار کو چھوڑ کے اپنی ولایت مین آیا تو یمن کی سلطنت بدل گئی۔ حسان کو اس کے بھائی عمرو نے قتل کر ڈالا۔ اور تخت سلطنت پر قابض ہو گیا۔ مگر ڈرا کہ کہین عمرو بن حجر اپنے مربی چچا کے خون کا بدلہ لینے پر نہ آمادہ ہو جائے۔ محض اسی خیال سے اس نے استمالت و خاطر داری کے لیے حسان کی بیٹی عمرو بن حجر کے نکاح مین دے دی۔ اور اس کو اپنی طرف سے بھی والی حجاز تسلیم کر لیا۔ اگرچہ یہ شادی حمیری رؤسا کو ناگوار گذری اس لیے کہ اس سے پیشتر کبھی شاہی خون کہلانیون کی نسل سے نہین ملا تھا۔ مگر تاجدار یمن نے اپنی نظر عنایت سے سب کو موافق بنا لیا۔ اور اہل یمن کی ناراضی اندر ہی اندر دب گئی۔ چندروز بعد اُس یمنیہ شاہزادی کے بطن سے حارث بن عمرو بن حجر پیدا ہوا جو کندیون کا پہلا مستقل بادشاہ عراق ہے۔

حارث بن عمرو

حسان کے بھائی عمرو کے بعد جب اُس کا بیٹا تبع بن حسان یمن کے سریر سلطنت پر بیٹھا تو اس نے اپنے بھانجے حارث بن عمرو کے حال پر بڑی مہربانی کی اور ایک بڑا لشکر ہمراہ کر کے اسے شمالی عرب کی طرف روانہ کیا۔ حارث اپنے جرار سپاہیون کو لے کے علاقۂ عراق مین پہونچا۔ اور حیرہ پر حملہ آور ہوا سلطنت حیرہ کے حال مین ہم بیان کر چکے ہین کہ اس لڑائی نے وہان کی قدیم سلطنت کی قسمت پلٹ دی تھی۔ نعمان اول عین معرکۂ کارزار مین مارا گیا۔ اس کی فوج نہایت بے ترتیبی سے بھاگی۔ اور اس کے بیٹے منذر نے جب دیکھا کہ یہان جان بچانا بھی مشکل ہے تو بھاگ کے ایران مین ہو رہا۔ اور

(حاشیہ صفحہ ۱۳۰) ۵؎ مرار کڑوے درخت کو کہتے ہین۔ آکل المرار یعنی سخت کڑوی چیز کھانے والا اس شخص کو یہ خطاب اس لیے دیا گیا کہ معرکۂ کارزار کی تلخیون کو خیال مین نہ لاتا تھا۔ اور لڑائی کے ہچکولون مین اس کے پاؤن کو کبھی لغزش نہ ہوتی تھی۔

شہنشاہ ایران قباد کے دامن میں چھپا۔ مگر جب منذر نے آبائی تخت حاصل کرنے کے لیے قباد سے مدد مانگی تو ساسانی سلطنت کی طرف سے صاف انکار کیا گیا۔ ادھر سے مایوس ہو کے اُس نے خود اپنے عربی دشمن حارث کی طرف توجہ کی۔ اور پیام بھیجا کہ مین مصیبت مین مبتلا اور آپ کی ہمدردی کا امیدوار ہون۔ حارث کو ان عاجزانہ جملون پر ترس آگیا۔ فوراً قاصد بھیج کے اپنے پاس بلوایا۔ بڑی قدر و منزلت کی۔ اور اپنی بیٹی ہند اُس کے عقد نکاح مین دیدی۔ ساسانی تاجدار قباد کے نہ ملتفت ہونے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اُس نے مزدک کا مذہب اختیار کر لیا تھا۔ اور بغیر ہم مذہب بنا سے کسی کے ساتھ کچھ مراعات نہ کرتا تھا۔ منذر نے اس مذہب کے اختیار کرنے سے انکار کیا۔ اور حارث نے باوجودیکہ ملوک تبابعہ کے متعلقین مین تھا دربار ایران کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے یہ نیا شہوت پرستی کا مذہب قبول کر لیا۔ قباد نے اس پر خوش ہو کے حارث کو اپنی طرف سے بھی جائز حکمران حیرہ تسلیم کر لیا۔ قباد کے بعد نوشیروان عادل نے جب مزدک کے اصول سے انکار کیا اور اس کے پیروؤن کی بیخ کنی شروع کی تو حارث کی معزولی کے ساتھ منذر اپنے باپ کا وارث اور حیرہ کا فرمان روا قرار پایا۔ مگر اب حارث و منذر مین قرابت اور دیگر تعلقات کی وجہ سے ایسی محبت پیدا ہو گئی تھی کہ منذر نے اپنے محسن

بنی کندہ کی تقسیم

خسر کو کسی قسم کا ضرر نہ پہونچنے دیا۔ بلکہ تمام قلمرو اپنے اور اس کے درمیان مین تقسیم کر کے ایک سلطنت کی دو سلطنتین بنا دین۔ اُس زمانے سے یہ ہوا کہ حارث عراق کے اس حصے پر حکومت کرتا جو دریاے فرات کے مشرق جانب تھا۔ اور منذر اس علاقے پر جو دریاے ندر کو رہ کے مغربی کنارے سے شروع ہوتا تھا۔

حارث کے بیٹے

اگر معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے بہت سے اندرونی قبائل اب بھی حارث کے تابع فرمان تھے۔ اس لیے کہ آخر عہد مین اس نے اپنے ملک کو اپنے چار بیٹون پر یون تقسیم کیا تھا کہ حجر کو بنی اسد پر۔ شرجیل کو بنی سعد پر۔ سلمہ کو بکر و تغلب پر معدی کرب کو قیس دکنانہ پر حکمران بنا دیا۔ لیکن خود سری و حسد نے بھائیون ان کی باہمی خونریزیان مین جھگڑے پیدا کیے۔ چنانچہ شرجیل و سلمہ مین میدان کا سامنا

جو یامہ سے سات منزل ہے ایک سخت لڑائی ہوئی۔ گر دن بھر قتل و خون کا بازار گرم
رہنے پر بھی کسی طرف سے شکست کے آثار نہ نظر آتے تھے کہ ناگہان سلمہ کی طرف
سے کسی شخص نے پکار کے کہا جو شرجبیل کو قتل کرے گا اسے انعام مین سو اونٹ
ملین گے۔ عربی خانہ بدوشون کے لیے اونٹون سے بڑی کون دولت ہوسکتی
تھی! ہر شخص اس انعام کے حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ آخر عُصیم نام
ایک تغلبی شخص نے یہ بے بہا دولت حاصل کی۔ اور سلمہ کی طرف خوشی کے
نعرے بلند ہونے لگے۔ اس معرکے کی خبر سے تیسرے بھائی معدی کرب کو جو شرجبیل
کا سچا دوست تھا ایسا صدمۂ عظیم ہوا کہ وہ فوراً الم سے بیمار ہو گیا۔ اور چند روز
بچھونے پر پڑ کے مر گیا۔ خود سلمہ جس نے حکومت کے نشہ مین بیخود ہو کر اپنے بھائی کے
خون کے دھبے اپنے دامن مین لگا لیے تھے وہ بھی زیادہ زمانے تک زندہ
نہ رہ سکا۔ فتح پر اچھی طرح خوشیان بھی نہین منانے پایا تھا کہ دنیا نے فالج مین
مبتلا کر کے اسے بھی رخصت کر دیا۔

حجر بن حارث — اب صرف چوتھا بھائی حُجر باقی تھا جو آخر تک بنی اسد پر حکمران رہا
اور بعض وہ قبائل بھی اس کے تابع فرمان ہو گئے۔ جو اُس کے مرحوم بھائیون
کے سپرد کیے گئے تھے۔ مگر اتفاق سے بنی اسد ہی سرتابی پر آمادہ ہو گئے جن کی
حکومت باپ کی تقسیم کے مطابق خاص اُس کے حصے مین آئی تھی۔ ان لوگون نے
خراج دینے سے انکار کیا۔ اور اُس کے والیون اور تحصیلدارون کو مار پیٹ
کے نکال دیا۔ یہ حالت دیکھ کے حُجر نے قبائل ربیعہ و قیس و کنانہ کو ہمراہ لے کے
بنی اسد پہ حملہ کیا۔ انھین شکست دی ان کے بہت سے معزز سرگروہ

اس کا قتل — قتل کر ڈالے اور بہتون کو گرفتار کر لیا۔ لیکن اس فتح کے بعد
وہ اچھی طرح اطمینان سے نہین بیٹھنے پایا تھا کہ باغیون نے خود اس کے
قصر کو گھیر لیا۔ اور علباء نام ایک شخص نے جس کا باپ حُجر کے ہاتھ سے مارا گیا
تھا اندر گھس کے حجر کی زندگی کا چراغ بھی گل کر دیا۔ یون دنیا چار دن
بھائیون سے خالی ہو گئی۔

امرؤ القیس بن حجر مشہور شاعر عرب اور دولت بنی کندہ کا وارث — اس واقعے کی خبر جب حجر کے بیٹے امرؤ القیس کو

پہونچی تو نوری صدمے سے بیتاب ہو کے قسم کھا گیا کہ جب تک اپنے باپ کے خون کا بدلہ نہ لونگا کسی عیش سے لطف نہ اٹھاؤنگا۔ اس کی اس قسم کا حال مشہور ہوا تو قبائل بکر و

اس کی ناکامیان

تغلب اس کی مدد پر آمادہ ہو گئے جن کی تعداد و قوت بہت زیادہ تھی۔ جب یہ خبر بنی اسد کو پہونچی تو انھون نے حیرہ کے بادشاہ منذر بن امراء القیس سے مدد مانگی۔ اور خونریزی کا ایک سلسلہ جاری ہو گیا جو ایک زمانے تک قائم رہا۔ مختلف مقامات پر لڑائیان ہوئین۔ مگر امراء القیس اپنے باپ کا انتقام نہ لے سکا۔ آخر قبائل بکر و تغلب لڑتے لڑتے تھک گئے۔ اور انھون نے اس کندی خاندان کے آخری وارث کا ساتھ چھوڑ دیا۔ تب امراء القیس بھاگتا ہوا یمن مین پہونچا اور بادشاہ حمیر سے مدد مانگی جس نے صرف اتنا کیا کہ اپنے ملک کے پانچ سو آدمی اس کے ہمراہ کر دیے۔ اس چھوٹی فوج کو لے کے وہ چلا تھا کہ مختلف قبائل کے اور عرب بھی اُس کے جھنڈے کے نیچے آکے جمع ہو گئے۔ حیرہ کے بادشاہ نے جب سنا کہ امراء القیس کی مدد یمن والون نے کی ہے تو اُس نے ساسانی دربار مین درخواست بھیج کے عجمی فوج اپنے ملک مین منگوائی۔ پھر ایک بڑی بھاری لڑائی ہوئی اور امراء القیس پھر بدنصیبی سے شکست کھا کے بھاگا مگر اس مرتبہ منذر نے دور تک اُس کا تعاقب کیا۔

امراء القیس کا سفر روم

اب امراء القیس کو عربون سے کوئی امید نہین رہی تھی دولت عجم خود اس کے دشمنون کا ساتھ دے رہی تھی۔ مجبوراً شہنشاہ روم کی طرف توجہ کی اور عرب کے صحراؤن سے نکل کے قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوا کہ وہان سے مدد لے کے اپنے آبائی ملک کو حاصل کرے۔ قیصر شاید امراء القیس کو مدد دیتا۔ مگر وہان کسی نے یہ خبر مشہور کر دی کہ امراء القیس خود تاجدار دولت روم کی بیٹی کے عشق کا دم بھرتا ہے یہ امر لوگون نے خود شہنشاہ کے بھی گوش گذار کر دیا۔ اور اس نے برہم ہو کے کسی اور شخص کے ذریعہ سے زہر دلوا کے امراء القیس کی زندگی ہی تمام کر دی۔ اس طرح

اور غریب الوطنی کی موت

وہ عرب کا ناکام و نامراد شاہزادہ اور شاعر اپنی تمام آرزوؤن اور حسرتون کے ساتھ شہر انگورہ مین آغوش لحد کے سپرد کیا گیا۔ یہی امراء القیس عرب کا وہ مشہور اور گرامی قدر شاعر ہے جس کے قصیدے کو سبعۂ معلقہ[1] مین سب اول جگہ دی گئی ہے۔

[1] جاہلیت عرب کے سات مشہور قصیدون کو سبعۂ معلقہ کا خطاب دیا گیا جو طرز ادا اور شاعرانہ خوبیون

اپنے چچا شرجبیل کی بیٹی عنیزہ کے عشق کا دم بھرتا تھا۔ جس کی مزے دار صحبتوں کا تذکرہ اس نے اپنے قصیدے میں عجیب لطف اور دلچسپی کے ساتھ کیا ہے۔ یہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت سے تقریباً چالیس سال پیشتر تھا۔

قیس بن معدیکرب | امراء القیس ہی پر اس کے خاندان کی سلطنت ختم ہو گئی۔ جس کے بعد جبلہ بن عدی کی اولاد ان ممالک پر حکومت کرنے لگی۔ قیس بن معدی کرب اس آخری خاندان کا نہایت مشہور و نامور حکمران تھا۔ اور اعشیٰ اسی نسل کے ناموروں میں تھا جو پہلے اسلام لایا۔ مگر بعد مرتد ہو کے حضرت ابو بکر صدیق رضی کی فوجوں سے لڑا۔ جبکہ اس کے ساتھ اس کی بیٹی عمرہ بھی بڑی بہادری سے لڑی تھی۔ عمرہ کے بھائی اشعث نے مدینہ طیبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کے اسلام قبول کیا تھا۔ اور اس کی یہاں تک قدر و منزلت کی گئی تھی کہ حضرت ابو بکر صدیق رض کی بہن ام فروہ کا شوہر بنا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی معجزانہ پیش بینی سے اسے ام فروہ کو ساتھ لے جانے کی اجازت نہ دی اور فرمایا۔ جب دوبارہ مدینے میں آؤ گے تب لے جانا۔ اشعث کے واپس جاتے ہی حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر آخرت کیا۔ اور وہ اپنے باپ اور بہن کے ساتھ مرتد ہو گیا۔ عساکر خلافت نے جب ان مرتدوں کو شکستیں دیں تو اشعث مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو کے پھر مدینہ طیبہ میں لایا گیا۔ اور جناب صدیق اکبر کے سامنے پیش ہوا۔ آپ قتل کا فتویٰ دینے کو تھے کہ اس نے عاجزی سے رحم کی التجا کی۔ ہمیشہ وفاداری و صدق دل سے مسلمان رہنے کا وعدہ کیا۔ اور یہ بھی کہا کہ میری بی بی کو میرے حوالے کر دیجیے۔ پھر مجھ سے کبھی ایسی سرتابی نہ ہوگی۔ آخر اس کی جان بخشی کی گئی اور وہ حضرت صدیق اکبر رض کا بہنوئی بن کے ایک معزز حیثیت سے رہنے لگا۔ ایک اور اشعث کا خاندان جو بنی امیہ کے دور میں بہت ممتاز تھا۔ اسی اشعث کی نسل سے تھا۔

(بقیہ صفحہ ۱۴۱) کے لحاظ سے بے مثل اور لاجواب تسلیم کیے گئے تھے۔ مقبولیت عامہ نے انھیں یہاں تک عزت دی تھی کہ لکھ کے خاص خانۂ کعبہ میں لٹکا دیے گئے تھے۔ اور اسی سبب سے معلقات یعنی "لٹکائے ہوئے" کہے جاتے ہیں۔

بنی غسان

از مولانا شرر مرحوم مغفور

بنی غسان | کہلانیون کی ایک اور تیسری سلطنت شام و عرب کے سرحدی علاقون مین قائم تھی۔ دنیا کے ابتدائی دور مین سارا ملک شام عمالقہ سے بھرا ہوا تھا جن کا ذکر عرب عاربہ کے بیان مین آچکا ہے۔ بنی اسرائیل نے ان کو متواتر شکستین دے کے ارض فلسطین اور دیگر شمالی حصہ تو اپنے قبضے مین کر لیے تھے مگر تھوڑا سا جنوبی حصہ جو جزیرہ نما عرب مین شامل سمجھا جاتا ہے بنی اسرائیل کی ترقیون کے زمانے مین بھی انھین عمالقہ کے قبضہ مین رہ گیا۔ یہی وہ لوگ تھے جن سے حیرہ کے بادشاہون سے اکثر لڑائیان ہوئین۔ ملکۂ تدمر جس کے کارنامے گذر چکے وہ بھی عمالقہ کے اسی باقی ماندہ گروہ کی یادگار تھی۔ غالبًا یہی وہ ملکہ ہے جسے رومی مورخین زنوبیہ کے نام سے یاد کرتے مگر اس کے جو حالات اُنھون نے بیان کیے ہین وہ عربون کے بیان سے بالکل جدا ہین۔ پہلا خاندان تدمر ہی پر ختم ہو گیا تھا۔ اس کے بعد بنی قرعہ مین سے بعض لوگ اس ملک کی قسمت کے مالک ہو گئے۔ جو حیرہ و بحرین کے تنوخیون مین سے تھے اُن کے تین بادشاہون نے یہان تاجداری و حکمرانی کی عزت حاصل کی۔ نعمان بن عمرو

بنی غسان سے پہلے فرمان روا | پھر اُس کا بیٹا عمرو ابن نعمان۔ پھر نعمان کا بھائی حوار بن عمرو یہ تینون حکمران دولت روم کے تابع فرمان تھے۔ حوار کے عہد مین عرب قضاعہ نے حملہ کیا اور اُن کا ایک سردار جس کا نام تو عمرو بن حلوان تھا۔ مگر سلیح کے لقب سے

سلیح اور دین مسیحی | یاد کیا جاتا تھا۔ بادشاہ بن گیا۔ اسی سلیح کے زمانے سے یہان کے عربون نے دین مسیحی اختیار کیا۔ اور حضرت مسیح کی شریعت شمالی سرحدون سے گذر کے ریگزار عرب مین داخل ہونے لگی۔ سلیح کے بعد سے سلطنت اسی کی نسل مین شروع ہوئی۔ اور اسی خاندان کے وارث حکمران ہوتے جاتے تھے۔ یہان تک کہ زیاد بن ہبولا نے تاج شاہی سر پر رکھا جو اس نسل کا آخری تاجدار ہے۔

بنی غسان کی ابتدا | ان سلیحی فرمان رواؤن کے عہد مین کہلانی قبائل ریگزار عرب مین پھرتے پھراتے یہان آئے۔ اور آباد ہونے لگے۔ جو اپنی جماعت کی زیادتی

اتفاق اور اپنی ذاتی جفاکشی کی وجہ سے روز بروز زیادہ قوت پکڑتے جاتے تھے انھین مین سے عمرو بن مزیقیا نام ایک بہادر و جری سردار توم کے قریب ایک قصبے مین آکے سکونت پذیر ہوا جو ثراۃ کے نام سے مشہور تھا۔ پھر بنی نصر بن ازد عمران کاہن اور عدی بن حارثہ بھی آکے وہین اتر پڑے۔ چند روز بعد یہ سب لوگ یہان سے بھی چلے۔ اور اشعریون کے علاقے مین ایک جھیل کے کنارے پہونچ کے ٹھیرے۔ اور پانی پیا۔ یہ جھیل چونکہ غسان کے نام سے یاد کی جاتی تھی۔ لہذا اُس کا پانی پینے کی بدولت یہ لوگ بھی غسان کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ جس طرح تنوخیون کو تنوخ نام ایک گاؤن نے تنوخی بنایا تھا اسی طرح ان لوگون کو اس جھیل نے غسانی بنا دیا۔

یہان عدنانی قبائل سے اور ان سے لڑائیان ہوئین | وہ رعیت سے بادشاہ بنتے ہین

عدنانیون نے ان کو فاش شکست دی۔ اور یہ ترک اُٹھا کے سیدھے شام کی طرف بھاگے۔ اور سلیحیون کی قلمرو مین آباد ہو گئے۔ سلیحیون نے ان کو اپنے ملک مین پناہ تو دی مگر اس شرط سے کہ ان خوش باش آفاقیون کا ہر شخص جزیے کے طریقے پر سلطنت کو دو دینار ادا کیا کرے۔ ان پناہ گزینون نے یہ شرط بھی منظور کر لی۔ مگر چند ہی روز مین اُن کی قوت اس قدر بڑھ گئی کہ یہ نئے خوش باش آفاقی سلطنت پر دباؤ ڈالنے لگے۔ اور یہان تک نوبت پہونچی کہ سبطہ بن منذر سلیحی جو بنی سلیح کے آخری فرمان روا زیاد بن ہبولا کے زمانے مین ان غسانیون سے خراج وصول کیا کرتا تھا تقاضا کرنے کو جذع بن عمر غسانی کے پاس گیا تو جذع اسے دروازے پر ٹھہرا کے گھر کے اندر گیا۔ پھر باہر نکلا تو دیناروں کے عوض اس کے ہاتھ مین تلوار تھی۔ جس کے ایک ہی وار نے اس شاہی تحصیلدار کا کام تمام کر دیا اسی وقت سے تمام بنی غسان نے علانیہ بغاوت کر دی۔ اور خراج ادا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔[۵] آخر حاکم اور محکوم قوم مین لڑائی ہوئی۔ غسانیون کے جوش نے شاہی فوجون کو پسپا کر دیا۔ زیاد بن ہبولا شکست کھا کے ارض حجاز کی طرف بھاگا۔ جہان وہ تبابعہ کے والی حجر آکل المرار کے ہاتھ سے مارا گیا اور عربی علاقۂ شام کی حکومت پر بنی غسان متصرف ہو گئے۔

---

[۵] ابن خلدون و ابن اثیر [۵] مجمع الامثال میدانی۔

بنی غسان کے حکمران

بنی غسان کا پہلا حکمران ثعلبہ بن عمرو ہوا جسے حکومت روم نے بھی آپنا حریف شاہ تسلیم کر لیا اور اس بنی غسانی سلطنت اور دولت روم مین یہ معاہدہ ہو گیا کہ اگر قبائل عرب غسانیون پر حملہ آور ہون تو دولت روم چالیس ہزار فوج سے اُن کی مدد کرے گی۔ اور اگر دولت روم کو کوئی مہم پیش آئے تو بنی غسان بیس ہزار کی جماعت سے اس کا ساتھ دین گے اس معاہدے نے غسانیون کی حکومت اور زیادہ مضبوط کر دی اور اطراف و جوانب کے عربی قبائل ان سے دبنے لگے۔ اس لیے کہ بنی الاحمر یعنی رومیون کی دوستی عربون مین بڑی قیمتی اور قابل فخر چیز سمجھی جاتی تھی۔

آل جفنہ یعنی خاندان عمرو بن مزیقیا ثعلبہ بن عمرو کے مرنے پر یہ سلطنت اس کی اولاد کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اور ایک دوسرا ثعلبہ تخت پر بیٹھا جو عمرو مزیقیا کی نسل سے تھا۔ اس کا سلسلۂ نسب یون ہے کہ ثعلبہ بن عمرو بن جفنہ بن عمرو مزیقیا۔ اس خاندان کے تمام بادشاہون کا سلسلہ چونکہ عمرو مزیقیا کے بیٹے جفنہ سے ملتا تھا۔ لہذا سب شاہان آل جفنہ کہلاتے تھے

حارث اعرج اب اس کے بعد برابر اسی خاندان کے لوگ حکمران ہوتے چلے جاتے تھے یہان تک کہ حارث بن ابی شمر بادشاہ ہوا جو لنگڑے ہونے کے باعث اعرج کے نام سے مشہور تھا۔ آل جفنہ مین سب سے اولو العزم اور نامور بادشاہ یہی تھا۔ اسکی مان ماریۂ ذات القرطین بھی عرب مین مشہور تھی جو اپنے دونون گوشوارون کے دو بے بہا موتیون کی وجہ سے ذات القرطین کے لقب سے یاد کی جاتی تھی۔ اور قبائل عرب مین کوئی نہ تھا جس کی زبان پر اس ملکہ کا نام بار بار نہ آتا ہو۔

یوم حلیمہ حارث اعرج کے زمانے مین حیرہ کے بادشاہ منذر نے ایک لاکھ فوج سے

بنی غسان پر حملہ کیا تھا۔ اور وہ عظیم الشان لڑائی پیش آئی جو یوم حلیمہ کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس مین اسی غسانی بادشاہ کی بیٹی حلیمہ کے جری عاشق نے اپنی بے صبری اور جوش محبت دونون باتون کا عجیب و غریب اور پورا ثبوت دیا تھا۔

دیگر فرمان روایان آل جفنہ | حارث اعرج کے چند روز بعد ہم اُس کے پوتے جفنہ کو بنی غسان کا فرمان روا پاتے ہین۔ پھر اسی نسل کا ایک اور شخص حکمران ہوا جس کا نام نعمان بن عمرو بن منذر بتایا جاتا ہے۔ یہی وہ نعمان ہے جو قصر سویدا کا بانی ہے۔ پھر اس کا بیٹا جبلہ بن نعمان حکمران ہوا۔ جبلہ کے بعد برابر اسی نسل اور اسی خاندان کے نو حکمران ہوے۔ جن کا دسوان جانشین ابوکرب نعمان بن حارث تھا۔ اسی نعمان بن حارث کا مرثیہ نابغہ ذبیانی نے لکھا ہے جو جاہلیت کا بہت بڑا مشہور جادو بیان اور مسلم الثبوت شاعر تھا۔ نعمان کے بعد ایہم بن جبلہ بن حارث تخت سلطنت پر بیٹھا۔ یہ کوئی اور ایہم تھا۔ اس لیے کہ اس کے بعد جب پانچ بادشاہ فرمان فرمائی کر چکے۔ تب جبلہ بن ایہم کی باری آئی جو اس خاندان کا آخری بادشاہ تھا۔

جبلہ بن ایہم | جبلہ بن ایہم ہی کے زمانے مین صحابۂ کبار علم اسلام لیے ہوے اُسکی سرحد مین داخل ہوے۔ حجازی دین کی مافوق العادت ترقیان دیکھ کے وہ بھی حضرت رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا پر ایمان لایا۔ اور امیر المومنین فاروق اعظمؓ کی زیارت کے لیے خاص مدینۂ طیبہ مین حاضر ہوا۔ | اس کا ورود مدینۂ طیبہ مین

ملوک غسان کی عرب مین بڑی شہرت تھی۔ اور ان کی دولت و حشمت کے افسانے ہر بدوی خیمے مین بڑی دلچسپی کے ساتھ بیان کیے جاتے تھے۔ اسی سبب سے اہل حجاز کو اپنی فتحمندیون کا جس قدر ثبوت اس عربی بادشاہ کے حاضر دار الخلافت ہونے سے ملا۔ نہ رومیون کو شکست دینے سے مل سکتا تھا۔ اور نہ ایرانیون کے پامال کرنے سے۔ جبلہ جب مدینے مین داخل ہوا ہے تو اس کے آنے سے پہلے ہی مدینے کی گلی کوچون مین ایک دھوم مچ گئی تھی۔ اس کی سواری دیکھنے کے شوق مین بچون نے کھیل چھوڑ دیے تھے۔ اور عورتین اپنے مکانون پر سے جھانک جھانک کے دیکھ رہی تھین۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس سے بہ اخلاق پیش آئے

اور خلاف عادت اتنی تعظیم کی جتنی کہ کسی بڑے سے بڑے اور معزز سے معزز مہاجری کی کی جا سکتی تھی۔

اسکی متکبرانہ وضع اور ایک صحابی کی آزاد مشربی

مگر اسلام کی سچی آزادی و اخوت اور صحابۂ کبار کی بے ریا و بے لوث دینداری نے ایک عجیب گل کھلایا۔ جبلہ مدینے کی گلیون مین گزر رہا تھا۔ اور اس کی ازار (تہمت) کے کونے زمین پر لوٹتے جاتے تھے۔ جو عرب مین نہایت ہی متکبرانہ وضع سمجھی جاتی اس لیے کہ جاہلیت عرب کے فرعون منش امرا اسی وضع سے اپنے کبر و نخوت کو ظاہر کیا کرتے تھے۔ اور اسی سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وضع کو ناجائز بتایا تھا۔ جبلہ بن ایہم جب اس ممنوع و غیر مشروع وضع مین نظر آیا تو ایک صحابی جو بنی سلیم مین سے تھے اپنی راست بازی اور اپنے دینی جوش کو نہ ضبط کر سکے بے تکلف آگے بڑھے۔ اور ایسا ہاتھ مارا کہ متکبر بادشاہ کی ازار کھل کے گر پڑی۔ جبلہ ان کی اس حرکت پر نہایت برہم ہوا۔ اور غصے سے مغلوب ہو کے بے تحاشا ایک تھپڑ مار بیٹھا۔ صحابی نے اس کی شکایت

حضرت عمر کا بے لگاؤ فیصلہ

عمرؓ کے سادے دربار مین کی۔ آپ نے فیصلہ کیا کہ صحابی نے جو کچھ کیا نیک نیتی سے تھا۔ مگر بادشاہ غسان کا غصہ صرف نفس پرستی کی وجہ سے تھا۔ لہذا ان صحابی کو حق ہے کہ جبلہ کو ایک تھپڑ مار لین۔ جبلہ کو اس فیصلہ پہ حیرت ہو گئی اور تعجب سے بولا "مین بادشاہ ہون۔ اور یہ ایک معمولی شخص ہے!" حضرت عمرؓ نے فرمایا "اسلام نے وہ جاہلیت کی تفریقین مٹا دین۔ امیر و فقیر اور بادشاہ و رعایا یہان سب برابر ہین" جبلہ نے کہا "اگر اسلام سے میری عزت مین فرق آتا ہے تو مجھے اپنے پرانے دین پر قائم رہنا اور پھر عیسائی ہو جانا منظور ہے۔ مگر یہ گوارا نہین ہو سکتا کہ ایک ادنی شخص مجھے تھپڑ مارے" حضرت عمرؓ نے جواب دیا "اگر اب تم نے اسلام کو چھوڑا تو ہم تمھارے قتل پہ مجبور ہون گے۔ اس لیے کہ مرتد کی سزا ہمارے یہان صرف موت ہے" یہ جواب سن کے جبلہ دل مین ڈرا اور تھپڑ کھانے کے لیے رات بھر کی مہلت مانگی۔ یہ درخواست حضرت عمرؓ نے منظور کر لی۔ اس طریقے سے جبلہ جان بچا کے اپنی فرودگاہ مین آیا

جبلہ پھر عیسائی ہوتا ہے | اور صبح ہونے سے پہلے ہی چھپ کے بھاگ گیا۔ جبلہ نے مدینے سے توپس جا کے پھر دین عیسوی قبول کر لیا۔ اور رومیون سے جا ملا پہلے تو وہ رومی فوجوں کے ہمراہ عساکر اسلام سے لڑتا رہا۔ اور جب سارا ملک شام مسلمانون کے قبضہ مین آ گیا تو بھاگ کے قسطنطنیہ مین جان بچائی۔ بعض مورخین کہتے ہین کہ مرتد ہو جانے

اس کی موت | اسے بڑی ندامت ہوئی۔ عربون کی ترقیان اور صحابۂ کبار کے فتوحات کو دیکھتا اور اپنے دل مین پچھتاتا تھا کہ افسوس مین باوجود عرب ہونے کے ان فتوحات کی برکتون سے محروم ہون۔ آخر اسی طرح پچھتاتے پچھتاتے قسطنطنیہ مین مر گیا۔ اور وہین کی خاک مین آغوش لحد کے سپرد کیا گیا۔

اوس و خزرج

عرب بائدہ مین سے کہلانیون کی تمام معزز با سطوت اور زبردست شاہانہ سلطنتون کا حال ہم بیان کر چکے مگر ابھی ایک اور چھوٹی کہلانی گروہ کا تذکرہ باقی ہے جس نے ارض حجاز کے شمالی بلاد کو اپنا مرکز اور ملجا و ماوی قرار دے لیا تھا۔ اس سے انصار کے قبائل اوس و خزرج مراد ہین جو مدینۂ طیبہ مین آباد تھے۔ ہجرت نبوی سے پہلے اسی مقدس شہر کو یثرب کہتے تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مدینے کے نام سے نامزد کر دیا۔ جس متبرک نام سے کہ آج تک مشہور رہے۔

ان سے پیشتر کے حالات | ہم بیان کر چکے ہین کہ ارض یثرب مین سب سے پہلے عمالقہ آباد تھے جن کا شمار عرب عاربہ مین تھا۔ اور ان کے ایک حکمران کا نام ارقم بتایا گیا ہے۔ مگر

بنی اسرائیل کا پہلا ورود مدینے مین | جب بنی اسرائیل نے مصر سے آ کے عمالقہ کو شکستین دینی شروع کین تو ان کی فتوحات کا سیلاب بعض اوقات چند اسرائیلی گروہون کو اس شہر کی طرف بھی بہا لایا۔ کہتے ہین کہ اولاد یعقوب کی سب سے پہلی جماعت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی ہی مین یہان آ گئی تھی۔ اس کے بعد حضرت داؤد کی نسبت بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اسرائیلیون کی ایک سرتابی کے وقت آپ سبط یہودا کے ساتھ یہان آ کے سات سال تک اسی شہر یثرب مین فروکش رہے تھے۔ تیسرا زمانہ ان کے آنے کا وہ ہے جب بنی اسرائیل پہ بخت نصر نے حملہ کیا تھا اور بنی اسرائیل کو کسی جگہ پناہ نہ ملتی تھی۔ مگر سب کے بعد جب ادومین نے

اڈریانوس قیصر اور طیطوس کے زمانے مین اولاد یعقوب کا قلع و قمع کیا ہے اور ان کی پوری قوم کے فنا کر دینے کی کوشش کی ہے۔ اس وقت ان کے بہت سے گروہ بھاگ بھاگ کے یہان پناہ گزین ہوے تھے۔ اور یہ ایسا زمانہ تھا جس کے بعد سے یہودیون کو اپنے وطن مین کبھی اطمینان سے بیٹھنا نہ نصیب ہوا۔ اُن کے ادھر آنے کا سلسلہ آخر تک قائم رہا۔ اور یثرب اور اُس کے حوالی مین مندرجۂ ذیل قبائل یہود آباد ہو گئے تھے۔

یثرب کے اسرائیلی قبائل | بنی شقمہ۔ بنی ثعلبہ۔ بنی زرعہ۔ بنی قینقاع۔ بنی یزید۔ بنی نضیر بنی قریظہ۔ بنی بہدل۔ بنی عوف۔ اور بنی عصعص۔

یثرب اور اُس کے اطراف و جوانب کی حکومت یہود کے ہاتھ مین تھی کہ یمن مین ایک سیلاب عظیم آیا۔ یمن کے قبائل اپنے ملک سے بھاگ بھاگ کے اطراف عرب مین پھیلے۔ اور ہر طرف پھر پھر کے اپنے لیے سرسبز زمینین اور منزل و موطن ڈھونڈھنے لگے۔ انھین مین سے بنی غسان شام کے سرحدی علاقون مین ہو کے

غسانی شاہزادے اوس و خزرج | کے آباد ہو گئے تھے اور جیسا کہ بیان ہو چکا چندروز بعد وہان کے تاج و تخت کے بھی وہی مالک تھے ان کے ابتدائی دور کے بادشاہ حارثہ بن ثعلبہ کے دو بیٹے تھے۔ اوس و خزرج جن کی ماں قیلہ بنت ارقم بن عمرو بن جفنہ بھی اسی شاہی خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ یہ دونون نجیب الطرفین غسانی شاہزادے کسی خاندانی نزاع پر گھر چھوڑ کے جنوب کی طرف چلے اور

ان کی نسل | یثرب مین آ کے آباد ہو گئے۔ رفتہ رفتہ ان کی نسل یہان بڑھنے لگی۔ اور آخر وہ مستقل گروہ بن گئے۔ جن کا شمار تو روز بروز بڑھتا جاتا تھا مگر ذرائع معاش کم تھے۔ اس لیے کہ یثرب کی دولت و حکومت یہود کے ہاتھ مین تھی۔ اور یہ اُن کے مقابلے مین نہایت ہی فلاکت و تنگدستی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ یہودیون کی قوت ایسی غالب تھی کہ اس نئی نسل کو کبھی سر اٹھانے یا وطنی حقوق حاصل کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔ لہذا اسرائیلیون سے مل جل کے رہتے اور ان کی دوستی و نظر عنایت ہی کو بڑی کامیابی و مقصد وری تصور کرتے۔

اور اسکی ترقی آخر ان قبائل اوس وخزرج کی جماعت اتنی بڑھی کہ وہ شمار مین یہودیون سے بڑھ گئے۔ انھین دنون اُن مین ایک اولوالعزم اور صاحب ہمت

مالک بن عجلان شخص پیدا ہوا۔ جس کا نام مالک بن عجلان تھا۔ اس نے اپنی قومی حالت پر نظر ڈالی۔ یہودیون کی چیرہ دستی دیکھی۔ اور اس امر پر بھی غور کیا کہ قبائل اوس وخزرج باوجود کثرت اور زیادتی کے اس قدر دبے ہوے ہین کہ اُن کو ابھارنا اور اُن مین جرأت پیدا کرنا امکان سے باہر ہے۔ آخر اس سے سوا اس کے

غسانی بادشاہ اعانت کرتا ہے اور کوئی تدبیر نہ بن پڑی کہ اہل وطن سے رخصت ہو کے شام کی طرف روانہ ہوا۔ اور اپنے بنی عم غسانیون کے دربار مین فریاد کی۔ اُس وقت کے بادشاہ غسان نے جو جُبیلہ کے نام سے مشہور تھا۔ مالک کی فریاد سُن کے تعجب کیا اور کہا "حیرت کی بات ہے کہ باوجود اپنی کثرت وقوت کے تم لوگ محکومی وغلامی کی ذلت اُٹھا رہے ہو! ہم ہی کو دیکھو کہ تھوڑے ہی زمانے مین یہان کی حکومت اپنے ہاتھ مین لے لی۔ اور قدیم حکام کو مار کے نکال دیا" یہ کہہ کے اس نے مدد کی امید دلائی۔ اور وعدہ کیا کہ خود آکے یہودیون کی قوت توڑ دون گا۔ مالک بن عجلان یہ مژدہ لے کے اپنی قوم مین پہونچا۔ سب کو خوشخبری سنائی۔ اور اوس وخزرج مین سے ہر شخص منتظر ہو گیا کہ کب بادشاہ غسان آئے گا۔ اور ہم اس سرزمین کے مالک بنین گے۔

یہودی دغا سے مارے گئے مالک کی واپسی کے تھوڑے ہی دنون بعد جُبیلہ اپنی فوج لے کے ارض یثرب مین آیا۔ جس کی مہمانداری کے لیے بڑے بڑے سامان ہوے۔ اور تمام معززین یہود کو بھی دعوت دی گئی کہ آئین اور بادشاہ غسان کا خیر مقدم ادا کرین۔ یہودیون کو اس کی خبر نہ تھی کہ جبیلہ کیون آیا ہے اور اوس وخزرج کے کیا ارادے ہین۔ وہ قدیم تعلقات کے خیال سے بے تکلف چلے آئے۔ مگر یہان اُن کے زک دینے کا پورا سامان کر لیا گیا تھا۔ جب سب سرداران یہود آچکے تو کمال بے حمیتی کے ساتھ گرفتار کر لیے گئے۔ اور جُبیلہ کے حکم سے سب قتل ہوئے۔ ان لوگون کو قتل کرا کے اس نے اوس وخزرج سے کہا تمھاری مدد کے لیے بس اسی قدر کافی ہے۔ یہان کے تمام معززا اور صاحب اثر اسرائیلیون سے دنیا خالی

ہو گئی۔ اور ان کو اتنا بڑا صدمہ پہونچ چکا ہے کہ تم مین اگر ذرا بھی دم ہے تو اُن کو پسپا کر سکتے ہو۔ اب اس کے بعد بھی اگر تم یہان اپنی حکومت نہ حاصل کر سکے تو مجھ سے بڑا کوئی تمھارا دشمن نہ ہو گا۔ اور جان رکھو کہ یہان آ کے مین تم سب کو زندہ جلا دون گا۔ اتنی دھمکی دے کے بادشاہ غسان نے تو اپنے ملک کی راہ لی۔ اور یہان سب حیران رہ گئے کہ کیا کرین۔

یہودیون نے اس کارروائی کا کوئی انتقام نہین لیا۔ غالباً ان دونون قبائل کی کثرت دیکھ کے وہ بھی دل مین خاموش ہو رہے۔ مگر اب وہ اگلی سی صفائی اور دوستی نہ تھی۔ اور یہودی ان کی طرف سے بدظن ہو گئے تھے۔ چند روز بعد مالک بن عجلان نے پھر ایک دعوت کی۔ اور پھر یہودیون کو بلایا۔ یہودیون نے ان سے پھر دوبارہ فریب کیا گیا عذر کیا کہ تم ایک دفعہ دغا دے چکے ہو۔ مگر مالک نے بڑے قول و اقرار کے ساتھ اطمینان دلایا۔ اور یہودیون نے اس کے قول و قسم کا یقین کر لیا۔ خلاصہ یہ کہ دعوت ہوئی۔ اور بنی اسرائیل کے سب ائمہ و سرگروہ آ کے موجود ہوے۔ لیکن پھر پہلی طرح دغا بازی کی گئی۔ اور جتنے آ سکے تھے سب بے دریغ قتل کر ڈالے گئے۔ یہودیون کو جب دوسری دغا بازی کی خبر ہوئی تو بہت پریشان ہوے مگر غالباً ان کی پولیٹکل قوت اتنی کمزور ہو گئی تھی کہ کسی قسم کا انتقام اب بھی نہ لے سکے۔ اپنے غصے کو جس ذلیل طریقے سے اُنھون نے ظاہر کیا یہ تھا کہ مالک بن عجلان کی تصویرین پہاڑون مین یہودیون کے تعصب کا نمونہ ذلیل وضعون سے بنائین۔ اور جب اُس کا نام آتا گالیان دیتے اور لعنت بھیجتے۔

اس آخری غدر نے یہودیون کی قوت بالکل توڑ دی۔ اور اب وہ دبنے لگے تھے۔ اور اوس و خزرج کی دہشت سب کے دلون مین سما گئی تھی۔ اسی سبب سے اب وہ ان کہلائی قبائل کے ملانے کی کوشش کرتے۔ اور بظاہر دوست بنے ہوے تھے۔ آخر بنی اوس و خزرج نے اپنے اس رعب سے فائدہ اٹھایا اور زمانہ ایسا منقلب ہوا کہ حکومت و قوت یہودیون کے ہاتھ سے نکل کے اُن دونون محکوم قبائل کے ہاتھ مین چلی گئی۔ اور یہود اُن کے تابع فرمان بن کے رعایا کی

حیثیت سے بسر کرنے لگے۔

اوس وخزرج کے باہمی جھگڑے عہد قدیم مین زمانے کا معمول تھا کہ کسی قوم و ملک کو کبھی اطمینان و امن کی حالت مین نہ رہنے دیتا تھا۔ یہودیون کے مغلوب کرنے کے بعد اوس وخزرج نے جب حکومت اپنے ہاتھ مین لی۔ اور عربی اسرائیلیون نے بغیر کسی جھگڑے یا فساد کے محکومی قبول کر لی تو چاہیے تھا کہ چندروز تک وہ اطمینان سے بیٹھتے۔ مگر نہین اب وہ خود آپس مین ایک دوسرے کے حریف و رقیب تھے ان کے ماتحت بیسیون گھرانے اور بطون پیدا ہو گئے تھے۔ جو اپنی مجموعی قوت سے اوس وخزرج نام کی دو بڑی بڑی جماعتون مین بٹے ہوے تھے۔ دونون طرف کے ماتحت قبائل باہم دوست رہتے۔ اور اپنی قوت بڑھانے کے لیے قضاعہ عدنان اور حمیر کے دیگر قبائل کو بھی اپنا حلیف بنانے کی کوشش کرتے۔ تاکہ

باہمی قتل وخونریزی بنی عم حریفون کے مقابلے مین اپنی قوت بڑھا لین اس رقابت اور مقابلے نے دشمنی کو روز بروز زیادہ ترقی دلائی۔ یہان تک کہ قتل وخون کا بازار گرم ہو گیا۔ ایام عرب مین بہت سی لڑائیان وہ ہین جو خاص ان دونون قبائل سے تعلق رکھتی ہین۔ جن مین سب سے پچھلا اور غالباً سب سے بڑا وہ معرکہ ہے جو یوم بعاث کے نام سے مشہور ہے۔ تمام اسرائیلی قبائل بھی اس میدان جنگ مین موجود تھے۔ جو اپنی دوستی و تعلقات کے لحاظ سے یا تو اوس کے جھنڈے کے نیچے تھے یا خزرجیون کے ساتھ۔ صبح کو جب لڑائی شروع ہوئی ہے اس وقت تو خزرج کا غلبہ نظر آتا تھا۔ مگر تیسرے پہر کو میدان کا رنگ بدل گیا۔ بنی اوس میدان جنگ سے قدم ہٹانے کے بعد یکایک پلٹ پڑے اور ایسا سخت حملہ کیا کہ خزرج کو فاش شکست ہو گئی اور ان کا سردار عمرو بن نعمان عین معرکۂ کارزار مین مارا گیا۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے درود سے ان لڑائیون کا خاتمہ اس لڑائی کے بعد اوس وخزرج دونون قتل وخون سے عاجز آ گئے تھے۔ اور باہم تجویز قرار پا گئی تھی کہ دونون عبداللہ بن ابی سلول نام ایک معزز یہودی کو اپنا بادشاہ و حکمران بنا لین۔ مگر ہنوز اس کی نوبت نہین آنے پائی تھی کہ موسم حج مین اوس وخزرج کے بعض عمائد مکۂ معظمہ مین آئے۔ یہان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موثر

آوازان کے کانون مین پہونچی۔ آہ توحید و خداپرستی کا نعرہ اُن کے دلون پہ اثر کر گیا۔ آپ پہ ایمان لائے۔ اور واپس جا کے اپنے ہم قومون کو بھی مسلمان بنا لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا شہر پیغمبر آخرالزمان علیہ السلام کا دارالہجرت تھا۔ اس کا نام یثرب سے مدینہ قرار پایا۔ اوس و خزرج انصار کے معزز و محترم خطاب سے مشہور ہوے اور مدینے کی حکومت عبداللہ بن ابی سلول کے عوض آپ کے مبارک ہاتھون مین آئی۔ ابن ابی سلول کے دل مین اسی وجہ سے آخر تک آپ کا بغض رہا۔ اور اسی عداوت کی بنا پر اس نے ہمیشہ فساد پیدا کرنے کی کوششین کین مسلمان ہونے پہ بھی اس کا دل صاف نہ تھا اور مرتے دم تک منافقون کا سردار بنا رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینے مین تشریف لائے ہین اسوقت قبائل اوس کے سردار سعد بن معاذ اور قبائل خزرج کے سرگروہ سعد بن عبادہ تھے۔ ان دونون سردارون کو اپنے مبارک نامون کے مطابق یہ خوش نصیبی اور سعادت حاصل ہوئی کہ انصار کے سردار اور آپ کے معزز و محترم صحابی بنے۔

آل عدنان

عرب تابعہ کے تمام معزز گروہون کا حال ہم بیان کر چکے۔ اب صرف بنی عدنان باقی ہین جن کا شمار تمام قبائل عرب سے بڑھ گیا تھا۔ اور اسی کثرت کی بدولت ان کے اندر اتنے قبائل اور بطون پیدا ہو گئے کہ اگر شمار کیا جاے تو شاید ہزارون سے بھی بڑھ جائین گے۔ یہی وہ عرب ہین جو حضرت اسمٰعیل کی اولاد اور بنی اسرائیل کے بنی عم ہونے پہ نازان ہین۔ درحقیقت اُنھین کی تاریخ سے اسلام کی بنیاد قائم ہوتی ہے اور انھین کی برکت سے اُن جانباز اور پرجوش سپاہیون کا لشکر مرتب ہوتا ہے جو بیت المقدس کی حکومت کے دعوے دار تھے۔ اور حروب صلیبیہ کے موقعون پہ سرفروش مسیحیون کے سامنے صف آرا ہوتے تھے۔ لہذا یون خیال کرنا چاہیے کہ حروب صلیبیہ کی تاریخ کے لیے مسیحیت کے تفصیلی حالات اگر پہلی تمہید کی حیثیت رکھتے تھے تو آل عدنان کی تاریخ دوسری تمہید خیال کیے جانے کے قابل ہے۔

ہم حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے حالات مین بیان کر آئے ہین کہ جناب سارہ کی شکستہ دلی و ناراضی کے خیال سے آپ ہاجرہ اور اپنے فرزند اسماعیل کو اس خشک و بے گیاہ وادی مین چھوڑ گئے تھے جہان اب مکہ آباد ہے۔ مسلمان مورخین اس بارے مین

حضرت اسمٰعیل کا ورود مکے مین مختلف ہین کہ جناب اسمٰعیل کس عمر مین اپنے مقدس باپ کے گھر سے نکالے گئے تھے۔ بعض کہتے ہین کہ بڑے ہو چکے تھے۔ اور حضرت سارہ کے بیٹے اسحٰق سے جھگڑے کے باعث جلاوطن ہوے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ آپ اس وقت بالکل معصوم بچے تھے توریت سے پہلے ہی خیال کی تصدیق ہوتی ہے عہ۵ اور مسلمان مورخین دوسرے بیان کے قائل ہین۔

آپ کی پیاس حضرت ابراہیم کے چلے جانے کے بعد جناب اسمٰعیل کو پیاس لگی اور تشنگی کی ایسی شدت ہوئی کہ زمین پر پڑے پڑے ایڑیان رگڑنے لگے۔ یہ مصیبت حسرت نصیب ماں سے نہ دیکھی گئی۔ انتہاے پریشانی و بے تابی کے ساتھ دوڑی ہوئی گئین۔ اور سامنے کے دو ٹیلون صفا و مروہ پر چڑھ چڑھ کے دیکھنے لگین کہ کہین پانی کا چشمہ ہو تو جان بلب لخت جگر کی پیاس بجھائین اس بے قراری کی حالت مین آپ اُن پہاڑیون پر سات دفعہ اس طرح دوڑین کہ کبھی صفا سے مروہ پر جاتین اور کبھی مروہ سے صفا پر یہی سنت ہے جسے آج تک حجاج کعبہ صفا و مروہ پر دوڑ کے زندہ رکھتے ہین۔

زمزم کی ابتدا جب پانی کہین نہ نظر آیا اور مایوس ہو کے واپس آئی تھین کہ خدا کے فرشتے نے آسمان سے پکارا۔ اور کہا "اے ہاجرہ تجھ کو کیا ہوا؟ مت ڈر کہ اس لڑکے کی آواز جہان وہ پڑا ہے خدا نے سنی۔ اُٹھ اور لڑکے کو اُٹھا۔ اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کہ مین اس کو ایک بڑی قوم بناؤن گا" پھر خدا نے ہاجرہ کی آنکھین کھولین اور انھون نے ایک کنوان دیکھا۔ فوراً اس سے جا کے پانی بھر لائین۔ اور اپنے لڑکے کو پلایا عہ۵۔ اہل اسلام کا بیان ہے کہ حضرت اسماعیل جہان زمین پر پاؤن رگڑ رہے تھے وہین آپ کے پاؤن کے نیچے سے یہ پاک و صاف چشمہ جاری ہوا۔ اور معتبر احادیث سے ثبوت ملتا ہے کہ حضرت جبرئیل نے خدا کے حکم سے اس چشمے کو جاری

عہ۵ دیکھو کتاب عہد قدیم۔ سفر پیدایش۔ باب ۲۱۔ آیت ۹ و ۱۰۔
عہ۵ کتاب عہد قدیم۔ پیدایش باب ۲۱۔ آیت ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔

کیا تھا۔ جس کی صورت دیکھتے ہی ہاجرہ خدا کا شکر بجا لائین۔ اسمعیل کی پیاس بجھائی اور اس چشمے کو ہاتھ سے روک کے فرمانے لگین "زم زم" (ٹھہر ٹھہر) بس اسی وقت سے اس چشمہ کا نام "زمزم" ہوگیا۔ جس کا مبارک پانی آج تک حاجیون کی معرفت اطراف عالم مین پہونچتا۔ اور نہایت ادب کے ساتھ بڑی برکت کی چیز سمجھ کے پیاد ر آنکھون سے لگایا جاتا ہے۔

نسل اسماعیل کی بابت بائبل کی بشارت یہ تمام واقعات اگرچہ محض ایک معمولی خانگی جھگڑے کے نتیجے مین ظاہر ہوے مگر ان مین خدا کی بڑی مصلحت تھی۔ اسی خاندانی نزاع نے قوم عرب کو ترقی دلائی اسی کے نتیجے مین حضرت رسول خدا (صلعم) پیدا ہوے اور مبارک دین اسلام دنیا مین نمودار ہوا۔ ان باتون کی طرف خدا نے پہلے ہی اشارہ کر دیا تھا۔ اس وقت جبکہ ہاجرہ ارض فلسطین مین تھین خدا کے فرشتے نے ان الفاظ مین ان کی دلدہی کی تھی "مین تیری اولاد کو بہت بڑھاؤن گا کہ وہ کثرت سے گنی نہ جائے گی"ع۴ اور اسی زمانے کے قریب خدا نے حضرت ابراہیم سے وعدہ کیا تھا "دیکھ مین اسے برکت دون گا۔ اور اسے بڑا پسند کرون گا۔ اور اسے بہت بڑھاؤن گا۔ اور اس سے بارہ سردار پیدا ہون گے۔ اور مین اس سے بڑی قوم بناؤن گا"ع۵

حضرت اسماعیلؑ کی برکت سے جب اس غیرآباد وادی مین چشمۂ زمزم جاری

جرہمیون کا ورود مکے مین ہوگیا تو فوراً روئیدگی اور سیرابی کے آثار نمایان ہوے بھجورون کے درخت اُگے۔ طیور اوپر منڈلانے لگے۔ اور حضرت اسماعیلؑ کو موقع ملا کہ شکار کے ذریعے سے قوت لایموت حاصل کرین۔ بس یہی ایک ذریعۂ معاش تھا جس پر ابتداءً حضرت ہاجرہ و اسمعیلؑ نے اپنی زندگی بسر کی۔ چند روز بعد جرہمی خانہ بدوشون کا ایک قافلہ پانی اور روئیدگی کی تلاش مین پھرتے پھرتے مکے کے پہاڑون کے نیچے اترا۔ طیور کو منڈلاتے دیکھ کے انھین کہین قریب پانی ملنے کی امید پیدا ہوئی۔ ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے اُس وادی مین پہونچے جہان حضرت ہاجرہ مع اپنے لخت جگر کے بیٹھی تھین۔ اور جب معلوم ہوا کہ چشمہ آپ ہی کی ملکیت ہے تو یہان ٹھہرنے کی اجازت

ع۴ عہد قدیم۔ پیدایش۔ باب ۱۶۔ آیت ۱۰۔

ع۵ عہد قدیم۔ پیدایش۔ باب ۱۷۔ آیت ۲۰۔

حاصل کی۔ اور اپنے تمام ہمراہیون کو بلا کے اسی وادی مین سکونت پذیر ہو گئے۔ ابا ہاجرہ و اسمٰعیل ع کی زندگی یون بسر ہوتی کہ اُن کے پانی سے جرہمی لوگ اپنی پیاس بجھاتے۔ اور جرہمیون کے کھانے سے یہ دونون غریب الوطن مان بیٹے اپنا پیٹ پالتے اس طریقے سے اس وادی مین چند گھر بن گئے۔ بلکہ یون کہنا چاہیے کہ مکے کے آباد ہونے کی بنیاد پڑی۔

ان کی اصل حقیقت ان جرہمی لوگون کا شمار عرب عاربہ مین ہے۔ یہ قوم عاد کے معاصر تھے قحطانیون سے پہلے یمن مین آباد تھے۔ اور مختلف مقامات عرب کی حکومت بھی ان کے ہاتھ مین تھی۔ یمن کو قدیم الایام مین ایک بہت بڑے سیلاب نے تباہ کر دیا تھا جو سیل عرم کے نام سے مشہور ہے۔ اس سیلاب کی مصیبت سے اکثر جرہمی خاندان خانمان برباد ہو کے عربی صحراؤن کی خاک چھاننے لگے تھے۔ انھین مین سے ایک یہ گروہ بھی تھا جو زمزم کے کنارے آکے آباد ہوا اور جسکے بچون کے ساتھ کھیل کود کے حضرت اسمٰعیل بڑے ہوئے تھے۔

وہ چند جرہمی جو مکے مین سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ اور جنھین جناب ہاجرہ کی برکت سے تپتی ہوئی چٹانون اور جلتی ہوئی بھوبل کے درمیان مین ایک پاکیزہ چشمہ مل گیا تھا۔ ان کی کامیابی و خوش نصیبی کی خبر جب ان کے وطنی بھائی بندون کو پہونچی تو اور بہت سے جرہمیون نے بھی ادھر آنے کی تیاریان کر دین۔ اور یہان آآکے فروکش ہو گئے۔

مضاض بن عمرو جرہمی ان پچھلے گروہون مین جرہمیون کا سردار مضاض بن عمرو بھی ارض مکہ مین آگیا تھا۔ ان جرہمیون کے آنے سے پیشتر اس وادی کے قرب و جوار مین قطورا نام ایک اور نسل آباد تھی جو عمالقہ مین سے تھی۔ جرہمی پہلے تو اس چھوٹے گروہ قطورا ہی کے مہمان تھے مگر چندے روز بعد اُن کا سردار مضاض بن عمرو بھی آگیا تو دونون جماعتون مین مخالفت شروع ہو گئی۔ اور آخر اس اختلاف نے یہان تک طول کھینچا کہ دونون طرف تلوار کھنچ گئی۔ پرانی قوم کا جوش پھیکا پڑ چکا تھا۔ اور نئے گروہ مین محنت پسندی و جفاکشی کے ساتھ شجاعت بھی زیادہ تھی۔ اس کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ مضاض کی دلیری نے قطورا والون کو شکست دیکے اور جو مہمان بن کے آئے تھے۔ گھر بار کے مالک ہو گئے۔ جرہمیون نے قطورا والون

پسپا کرکے اُن کو یہان تک دبایا اور پسپا کیا کہ یہ قوم قطورا بھی اپنی دیگر معاصر قومون کیطرح دامن فنا مین آگئی۔

جناب اسماعیل نے جرہمیون مین رہ کے اور ان سے مل جل کے عربی زبان سیکھی۔ تیراندازی و شکار افگنی کی مشق کی۔ اور جب بڑے ہوے تو جرہمیون کی ایک لڑکی سے جس کا نام عمارہ بنت سعد تھا۔ عقد نکاح کرلیا۔ع۱

حضرت ابراہیم بیٹے کے دیکھنے کو آتے ہین

حضرت ابراہیم اب بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ اور اپنے تنہا تھا ان بہ یاد اپنے بیٹے کو یاد کرکے اکثر بیتاب ہو جاتے۔ اس بیتابی کو دیکھ کے جناب سارہ نے دو مرتبہ اجازت دی کہ جائیے اور اپنے فرزند کو دیکھ آئیے۔ مگر اس شرط سے کہ کھڑے کھڑے باتین کیجیے اور اُنھین پاؤن واپس چلے آئیے۔ اس طرح جب آپ پہلی مرتبہ آئے ہین تو جناب ہاجرہ آغوش لحد مین آرام فرما چکی تھین۔ حضرت اسمٰعیل شکار کی تلاش مین باہر گئے ہوے تھے گھر مین صرف بہو کو پایا جو نہایت ہی سرد مہری سے پیش آئین۔ حضرت ابراہیمؑ نے نام اور پتہ پوچھنے کے بعد جب یقین کرلیا کہ اسماعیلؑ ہی کی منکوحہ ہین تو بغیر اس کے کہ اُنھین اپنا نام بھی بتائین کہا "تمھارے شوہر آئین تو اُن سے کہہ دینا کہ ایک پیرمرد آیا تھا۔ اور تمھین پیغام دے گیا ہے کہ تمھارا چوکھٹ خراب ہے اسے بدل ڈالو"۔ بھولی لڑکی اس معمے کا مطلب نہ سمجھی اور شام کو جب شوہر گھر مین آئے تو اجنبی پیرمرد کا پیام بے تکلف پہونچا دیا۔ حضرت اسمٰعیل سُن کے چونکے پیرمرد کا حلیہ پوچھا۔ اور جب یقین آگیا کہ وہ پیرمرد حضرت ابراہیمؑ ہی تھے تو اپنی بی بی کیطرف خطاب کرکے بولے "وہ میرے والد تھے۔ اور چوکھٹ سے مراد خود تم ہو۔ خدا جانے تم سے کیا گستاخی ہوئی کہ مجھے حکم دے گئے ہین کہ تمھین چھوڑ دون"۔ یہ کہہ کے حضرت اسمٰعیل نے عمارہ کو طلاق دے دی۔ اور ان

ع۱ توریۃ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل نے ایک مصریہ لڑکی اپنے عقد مین لی تھی۔ مگر اہل اسلام کی مذہبی روایات اور عربی مورخین کہتے ہین کہ آپ نے جرہمیون ہی مین نکاح کیا تھا۔ عربی روایات بمقابلہ توراۃ کے زیادہ قرین قیاس ہین اس لیے کہ حضرت اسمٰعیل جب جرہمیون مین رہتے سہتے تھے تو پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ اپنے لیے مصر سے کوئی لڑکی بلواتے۔ لیکن کہا جاسکتا ہے کہ جرہمی لوگون کا اصلی تعلق بھی مصر سے تھا اس لیے کہ وہ افریقہ ہی سے آکے عرب مین آباد ہوے تھے۔

حضرت اسمٰعیل کا عقد ثانی

بھتیجی یعنی ان کے بھائی کی بیٹی مامہ بنت مہلہل بن سعد سے نکاح کر لیا۔ چند روز بعد آپ نے ایک اور نکاح کیا۔ اور اس آخری نکاح ہی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جرہمیوں میں آپ کس عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اس لیے کہ آپ کی تیسری بیوی خاص جرہمیوں کے سردار اور مکے کے فرمانروا مضاض بن عمر کی بیٹی سیدہ تھیں حضرت ابراہیمؑ جب سارہ کی اجازت سے دوبارہ آئے ہیں تو سیدہ ہی کو جناب اسمٰعیل کے گھر بار کا مالک پایا۔ حضرت اسمٰعیلؑ اب کی بھی گھر سے غائب تھے۔ سیدہ ملیں۔ اور بتایا کہ میں اُن کی بی بی ہوں۔ آپ نے اِن نئی بہو کو بھی اپنا حال سے ناواقف رکھا اور اُن کی طبعی خوبیوں کا امتحان کرنے لگے۔ اور ان کے اخلاق کو جانچا۔ سیدہ اپنی ذاتی شرافت و نیک نفسی کی بدولت نہایت ہی اخلاق سے پیش آئیں۔ بڑی خاطر و تواضع کی اور خوشی سے دوڑ دوڑ کے خدمتگذاری کرنے لگیں۔ ان خوش نصیب بہو کا یہ نیا ضانہ برتاؤ دیکھ کے حضرت خلیل اللہ بہت خوش ہوئے۔ اور رخصت ہوتے وقت کہتے گئے "کہ اپنے شوہر سے کہہ دینا اب" تمہارا چوکھٹ بہت اچھا ہے۔ اسے اور زیادہ مضبوط کر دو"۔ جناب اسمٰعیل نے گھر میں آ کے جب پدر بزرگوار کا یہ نیا پیام سنا تو بہت خوش ہوئے اور سیدہ کو ان کی خوش قسمتی پہ مبارکباد[ع۵] دی۔

خانۂ کعبہ کی تعمیر

اس کے بعد تیسری مرتبہ حضرت خلیل اللہ بیت اللہ کعبہ کی تعمیر کے لیے تشریف لائے۔ اور اپنے دور افتادہ فرزند ارجمند سے ملے۔ اس وقت حضرت اسماعیلؑ کی عمر ۳۰ سال کی تھی۔ پدر بزرگوار سے مل کے بہت خوش ہوئے اور خانۂ خدا کے بنانے کا سامان کرنے لگے۔ اس کار خیر کے لیے نہ کوئی بہت بڑا اہتمام

بیت المقدس اور خانۂ کعبہ کا مقابلہ

کیا گیا۔ اور نہ ہو سکتا تھا۔ بیت المقدس مسجد اقصیٰ کی طرح یہ نہ کوئی قومی عمارت تھی اور نہ کسی قومی جوش نے اس کی تیاری میں اپنی شان و شوکت دکھانے کی کوشش کی تھی۔ یہاں تو صرف دو نیک نفس و خدا پرست پیمبروں کے خلوص کی معماری تھی جو ہمیشہ کے لیے اپنی برکت و دعا کو مضبوط پشتیبان بنا کے چھوڑ گئے۔

[ع۵] ابن خلدون۔

اور واقعی یہ تھوڑی حیرت کی بات نہین کہ کعبہ اپنی تعمیر کے بعد صدہا سال
تک بت پرستون کے قبضے مین رہنے کی صورت مین بھی ہمیشہ قومی مرجع و ماوی بنا رہا
اور اس کی سادی عمارت کو کبھی ضرر نہین پہونچا۔ مگر مسجد اقصی باوجودیکہ کعبے کے
بعد بنی اور بڑے اہتمام اور شان و شوکت کے ساتھ تعمیر ہوئی تھی کبھی ایک حال
پر نہ رہ سکی اور ہمیشہ یہ حالت رہی کہ کھدتی تھی اور پھر بنتی تھی۔ کعبے کی تعمیر کا بس

تعمیر کی شان اسی قدر مختصر حال ہمین معلوم ہو سکا ہے کہ جناب اسمٰعیل پتھر اُٹھا اُٹھا کے
دیتے جاتے تھے اور حضرت ابراہیم معماری کر رہے تھے دیوار تھوڑی ہی بلند ہونے پائی

حجر اسود تھی کہ حضرت ابراہیم نے ایک اچھا اور سڈول پتھر مانگا تاکہ بیرونی رخ پر
نصب کر دیا جائے۔ اور ایک یادگار کی حیثیت سے ہمیشہ قائم رہے۔ بعض مذہبی
روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر کوہ ابو قبیس نے اپنی زبان حال سے
پکار کے کہا، "یہ امانت ازل سے میرے سپرد ہے" الغرض اسی پہاڑ کا ایک مسطح اور چوکور
پتھر حضرت ابراہیم کی یادگار کے طریقہ پر نصب کر دیا گیا جو تقریباً چار ہزار سال کی مار
کھانے کے بعد آج بھی اُسی طرح اور اسی مقام پر قائم ہے۔ اور حجر اسود کے نام
سے مشہور ہو کے بڑے ادب سے چوما چاٹا جاتا ہے۔ اس کے بعد جب دیوارین
بلند ہو گئین تو آپ ایک بلند پتھر پر کھڑے ہو کے بنانے لگے۔ اور یہی وہ پتھر ہے
جو آج تک مقام ابراہیم کے نام سے مشہور ہے۔

کعبہ کے لیے برکت کی دعا اس طریقے سے جب یہ عمارت بن کے تیار ہو گئی تو دونون
مقبول الٰہی باپ بیٹے کھڑے ہو کے دعا مانگنے لگے کہ "خداوندا! ہماری اس محنت
کو قبول کر اور یہان سے ایک پیغمبر مبعوث کر جو تمام عالم کو ہدایت دے"۔ اس کے
بعد آپ نے لوگون کو عبادت الٰہی اور حج کا حکم دیا۔ اس کے طریقے اور قواعد بتائے
جو آج تک مسلمانون کی بدولت زندہ ہین۔ ان تمام امور کا انصرام کر کے حضرت
ابراہیم ارض فلسطین کو واپس گئے۔ اور جناب اسمٰعیل شرف نبوت سے ممتاز
ہو کے جرہمیون اور دیگر اقوام عرب کو توحید اور ملت حنیفیہ ابراہیمیہ کی طرف
دعوت کرنے لگے۔

بیٹے کی قربانی تعمیر بیت اللہ کے بعد پھر یہ مقدس باپ بیٹے قربانی کی غرض سے ملے

جس کی برکت سے یہود مین اور نیز مسلمانون مین اسکا آج تک رواج ہے - اور قیامت تک یہ سنت ابراہیمی زندہ رہیگی - اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو خدا وند جل و علا کی طرف سے اپنے ایک بیٹے کی قربانی کرنے کا حکم ہوا تھا - علماے اسلام اور محققین مورخین

کون ذبیح ہے اسحٰق یا اسماعیل

اس امر مین نہایت مختلف ہین کہ آپ کس بیٹے کو قربانی کے لیے میدان مین لے گئے تھے - عام مسلمانون مین مشہور ہے کہ یہ فضیلت حضرت اسماعیل کو حاصل ہوئی - متعدد علماے تابعین نے اس قول کو عبداللہ بن عباس کی جانب منسوب کیا ہے بخلاف اس کے محققین کی ایک جماعت کثیر دعوی کرتی ہے - کہ یہ شرف حضرت سارہ کے بیٹے اسحٰق کے لیے مخصوص تھا - صحابیون مین سے حضرت فاروق رضؓ جناب علی مرتضیٰؓ - اور عباس بن عبدالمطلب عم رسول اللہ کا یہی مذہب ہے - اور بعض راویون نے عبداللہ بن عباس کے ایک قول سے بھی اسی کی تائید ثابت کی ہے - توراۃ مین قربانی کا واقعہ حضرت اسحٰق ہی کی طرف منسوب کیا گیا ہے لیکن اصل یہ ہے کہ آل عدنان کی قومی روایات اور قرآن و حدیث کی غالب ارشادات سے یقطعاً ثابت ہے کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل تھے بعض صحابہ علماے تابعین کو اسرائیلی راویون نے شبہے مین ڈال کے یہ خیال دلایا کہ ذبیح اسحٰق تھے جو ناقابل اعتبار ہے -

قربانی کا مفصل واقعہ

اس قربانی کا اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے کوئی جیتا جاگتا فرزند ہونیکے تصدق سے پریشان ہو کے نذر مانی تھی کہ اگر مجھے خدا کوئی لڑکا دیگا تو اسے اسی کے نام پر قربانی کر دونگا - اس نذر کے مانے جانیکے بعد حضرت اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے چندے روز تک خلیل اللہ نے اپنی نذر کا خیال نہین کیا مگر جب اسمٰعیل بڑے ہوئے تو خدا نے ایک فرشتے کے ذریعے سے وہ خوفناک نذر یاد دلائی یہ پیام ربانی سنتے ہی آپ تیار ہو گئے اور خدا ہی کے حکم سے اپنے لخت جگر کو فاران کی پہاڑیون پر جہان بعد کے زمانے مین حضرت رسول آخر الزمانؐ کا ظہور ہونیوالا تھا لے گئے قربانی کا ان دنون یہ طریقہ تھا کہ لکڑیان چن کے ایک چتا بنائی جاتی اور جس جانور کی قربانی کرنا ہوتی وہ باندھ کے چتا پر رکھ دیا جاتا - پھر اسے ذبح کر کے لکڑیون مین آگ لگا دیجاتی چنانچہ اسی طریقہ سے چتا پر لٹا کے آپ نے اسمٰعیل کو خوب مضبوطی سے باندھ دیا - اور چھری ہاتھ مین لے کے گلے پر پھیرنے کو تھے کہ خدا نے پکار کے کہا "ابراہیم" اپنا ہاتھ روکو بس تمھارا امتحان ہو چکا اور قربانی کے لیے مینڈھا موجود ہے " آپ نے یہ پر جلال آواز سنتے ہی پلٹ کے دیکھا تو وہ خدا کا بھیجا ہوا مینڈھا کھڑا تھا اور اس کے سینگ ایک جھاڑی مین الجھے ہوئے تھے - آپ نے فوراً اسمٰعیل کے ہاتھ پاؤن کھول کے چتا پر سے اتار لیا اور ان کی جگہ اس مینڈھے کو لٹا کے ذبح کر ڈالا - یون خدا نے آپ کی نذر بھی پوری کر دی - اور خدا شناس بیٹے کو بھی بچا لیا -

---

عہ۱۵ ابن اثیر

مکے کے ابتدائی حکمران

حضرت اسماعیلؑ نے خانہ کعبہ کے گرد ایک احاطہ کھینچ کے اپنے مویشیون کو رکھا۔ جس کی حدین آج بھی حجر کے نام سے مشہور ہین اور جسے یہ شرف حاصل ہے کہ جناب ہاجرہ بھی اُسی مین دفن ہین اور جناب اسماعیل بھی اسی کی خاک کے نیچے آرام فرمارہے ہین۔ اس عبادت خانے کے بن جانے کے بعد آپ اکثر خدا کی پرستش مین مشغول رہتے اور چونکہ آپ کی نبوت سارے عرب مین عام تھی۔ لہذا کمے سے یمن تک کے قبائل مین آپ توحید و خدا پرستی کی تبلیغ کرتے۔ اور جو ایمان لاتا اسے رسوم حج سکھا کے مذہب ابراہیمی کو عرب کا عام مذہب بنانے کی کوشش کرتے۔ بہت سے لوگون نے آپ کی آواز حق سنی اور ایمان لائے اور بہتون نے خدائے واحد فردالجلال کے پوجنے سے انکار کیا۔ لیکن تبلیغ و ہدایت کی بے انتہا کوششون نے آپ کی زندگی ہی مین کعبہ کو مرجع خلائق بنادیا تھا۔ چنانچہ سارے عرب اور دور دور کے قبائل ین ملت حنفیہ ابراہیمی کے پیرو پیدا ہو گئے حج کے لیے لوگ آنے لگے تھے۔ اور تولیت کعبہ ایک قابل وقعت چیز بن گئی تھی۔

نسل اسمٰعیل

جناب اسمٰعیل کے اگرچہ بارہ بیٹے تھے لیکن ان کی نسل صرف دو ہی بیٹون نابت اور قیذار سے پھیلی ہے۔ آپ کے انتقال کے بعد کعبے کی تولیت نابت کو باپ کے ورثے مین ملی۔ لیکن نابت کے بعد اس دینی جاگیر پر اُن کے

تولیت کعبہ پر مضاض بن عمر جرہمی کا قبضہ

سنگدل نانا مضاض بن عمرو جرہمی نے قبضہ کرلیا۔ اسماعیل کی اولاد نے نانا کا یہ تصرف ناجائز دیکھ کے کوئی مخالفانہ کارروائی نہین کی اور ان کی عملی رضامندی نے مضاض کے قبضے کو

جس کی برکت سے یہود میں اور نیز مسلمانوں میں اس کا آج تک رواج ہے۔ اور قیامت تک یہ سنت ابراہیمی زندہ رہے گی۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو خداوند جل و علا کی طرف سے اپنے ایک بیٹے کی قربانی کرنے کا حکم ہوا تھا۔ علمائے اسلام اور محققین و مورخین

کون ذبیح ہے اسحٰق یا اسماعیل

اس امر میں نہایت مختلف ہیں کہ آپ کس بیٹے کو قربانی کے لیے میدان میں لے گئے تھے۔ عام مسلمانوں میں مشہور ہے کہ یہ فضیلت حضرت اسماعیل کو حاصل ہوئی۔ متعدد علمائے تابعین نے اس قول کو عبداللہ بن عباس کی جانب منسوب کیا ہے بخلاف اس کے محققین کی ایک جماعت کثیر دعوی کرتی ہے۔ کہ یہ شرف حضرت سارہ کے بیٹے اسحٰق کے لیے مخصوص تھا۔ صحابیوں میں سے حضرت فاروقؓ جناب علی مرتضیٰؓ۔ اور عباس بن عبدالمطلب عم رسول اللہ کا یہی مذہب ہے۔ اور بعض راویوں نے عبداللہ بن عباس کے ایک قول سے بھی اسی کی تائید ثابت کی ہے۔ توراۃ میں قربانی کا واقعہ حضرت اسحٰق ہی کی طرف منسوب کیا گیا ہے لیکن اصل یہ ہے کہ آل عدنان کی قومی روایات اور قرآن و حدیث کے غالب ارشادات سے یہ قطعاً ثابت ہے کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل تھے بعض صحابہ و علمائے تابعین کو اسرائیلی راویوں نے شبہہ میں ڈال کے یہ خیال دلایا کہ ذبیح اسحٰق تھے جو ناقابل اعتبار ہے۔

قربانی کا مفصل واقعہ

اس قربانی کا اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے کوئی جیتا جاگتا فرزند نہ ہونے کے صدمے سے پریشان ہو کے نذر مانی تھی کہ اگر مجھے خدا کوئی لڑکا دیگا تو اسے اسی کے نام پر قربانی کر دونگا۔ اس نذر کے مانے جانے کے بعد حضرت اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے چند روز تک خلیل اللہ نے اپنی نذر کا خیال نہیں کیا۔ مگر جب اسمٰعیل بڑے ہوئے تو خدا نے ایک فرشتے کے ذریعے سے وہ خوفناک نذر یاد دلائی۔ یہ پیام ربانی سنتے ہی آپ تیار ہو گئے اور خدا ہی کے حکم سے اپنے لخت جگر کو فاران کی پہاڑیوں پر جہاں بعد کے زمانے میں حضرت رسول آخر الزمانؐ کا ظہور ہونے والا تھا لے گئے۔ قربانی کا ان دنوں یہ طریقہ تھا کہ لکڑیوں کی ایک چتا بنائی جاتی اور جس جانور کی قربانی کرنا ہوتی وہ باندھ کے چتا پر رکھ دیا جاتا۔ پھر اسے ذبح کر کے لکڑیوں میں آگ لگا دی جاتی۔ چنانچہ اسی طریقے سے چتا پر لٹا کے آپ نے اسمٰعیل کو خوب مضبوطی سے باندھ دیا۔ اور چھری ہاتھ میں لے کے گلے پر پھیرنے کو تھے کہ خدا نے پکار کے کہا "ابراہیم" اپنا ہاتھ روکو بس تمھارا امتحان ہو چکا اور قربانی کے لیے مینڈھا موجود ہے۔" آپ نے یہ پر جلال آواز سنتے ہی پلٹ کے دیکھا تو وہ خدا کا بھیجا ہوا مینڈھا کھڑا تھا اور اس کے سینگ ایک جھاڑی میں الجھے ہوئے تھے۔ آپ نے فوراً اسمٰعیل کے ہاتھ پاؤں کھول کے چتا پر سے اتار لیا اور ان کی جگہ اس مینڈھے کو لٹا کے ذبح کر ڈالا۔ یوں خدا نے آپ کی نذر بھی پوری کر دی۔ اور خدا شناس بیٹے کو بھی بچا لیا۔

ع۱۵ ابن اثیر۔

مکے کے ابتدائی حکمران

حضرت اسمٰعیلؑ نے خانہ کعبہ کے گرد ایک احاطہ کھینچ کے اپنے مویشیون کو رکھا۔ جس کی حدین آج بھی حجر کے نام سے مشہور ہین اور جسے یہ شرف حاصل ہے کہ جناب ہاجرہ بھی اُسی مین دفن ہین اور جناب اسماعیل بھی اسی کی خاک کے نیچے آرام فرما رہے ہین۔ اس عبادت خانے کے بن جانے کے بعد آپ اکثر خدا کی پرستش مین مشغول رہتے اور چونکہ آپ کی نبوت سارے عرب مین عام تھی۔ لہذا مکے سے یمن تک کے قبائل مین آپ توحید و خدا پرستی کی تبلیغ کرتے۔ اور جو ایمان لاتا اسے رسوم حج سکھا کے مذہب ابراہیمی کو عرب کا عام مذہب بنانے کی کوشش کرتے۔ بہت سے لوگون نے آپ کی آواز حق سنی اور ایمان لائے اور بہتون نے خداے واحد ذوالجلال کے پوجنے سے انکار کیا۔ لیکن تبلیغ و ہدایت کی بے انتہا کوششون نے آپ کی زندگی ہی مین کعبہ کو مرجع خلائق بنا دیا تھا۔ چنانچہ سارے عرب اور دور دور کے قبائل مین ملت حنفیۂ ابراہیمی کے پیرو پیدا ہو گئے حج کے لیے لوگ آنے لگے تھے۔ اور تولیت کعبہ ایک قابل وقعت چیز بن گئی تھی۔

نسل اسمٰعیل

جناب اسمٰعیل کے اگرچہ بارہ بیٹے تھے لیکن ان کی نسل صرف دو ہی بیٹون نابت اور قیذار سے پھیلی ہے۔ آپ کے انتقال کے بعد کعبے کی تولیت نابت کو باپ کے ورثے مین ملی۔ لیکن نابت کے بعد اس دینی جاگیر پہ اُن کے

تولیت کعبہ پہ مضاض بن عمر جرہمی کا قبضہ

سنگدل نانا مضاض بن عمرو جرہمی نے قبضہ کر لیا۔ اسماعیل کی اولاد نے نانا کا یہ تصرف ناجائز دیکھ کے کوئی مخالفانہ کارروائی نہین کی اور ان کی عملی رضامندی نے مضاض کے قبضے کو

اور مضبوط کر دیا۔ اس طور پر تولیت مکہ نسل اسمٰعیلؑ کے قبضے سے نکل کے جرہم کے ہاتھ مین چلی گئی۔ اور مضاض بن عمرو جرہمی کے بعد برابر اسی کی نسل کے لوگ خانۂ کعبہ کے متولی اور مکے کے مالک ہوتے رہے۔

ہوتے ہوتے مدت کے بعد عمرو بن حرث جرہمی مکے کا حاکم ہوا جو مضاض

عمرو بن حرث جرہمی کا ناپاک عہد

بن عمرو کی اولاد مین تھا۔ اس شخص کے عہد مین جرہم نے بڑی بڑی زیادتیان شروع کر دی تھین۔ کعبہ کے آمدنی کھا جاتے۔ باہر کے آنیوالے زائرون اور اُدھر سے گزرنے والے مسافرون پر بے انتہا جور و ستم کرتے۔ علاوہ برین اخلاق اس قدر بگڑ گئے تھے کہ زنا گویا حلال ہو گیا تھا۔ اور وہ بھی اس جرات و بیباکی کے ساتھ کہ کسی جرہمی کو زنا کرنے کے لیے کوئی مناسب مقام نہ ملتا تو خانۂ کعبہ کے اندر جا کے روسیاہی حاصل کرتا۔

بنی خزاعہ کعبے کے متصرف ہین

جب یہان تک نوبت پہونچی تو قبیلۂ خزاعہ والون سے نہ رہا گیا۔ مخلوق پر ظلم اور خانہ خدا کی بے حرمتی ہوتے دیکھ کے بگڑ کھڑے ہوئے۔

عمرو بن لحی

جرہم کو نکال باہر کیا۔ اور تولیت کعبہ پر قابض ہو گئے۔ اب وہی لوگ ارکان حج کے محافظ تھے۔ اور انھین مین مکے کی حکومت تھی۔ خزاعہ مین سے سب سے پہلے جو شخص کعبہ پر قابض ہوا وہ عمرو بن لحی تھا۔ یہ پچھلے بدنصیب حکمران نسل جرہم عمرو بن حرث کا نواسہ تھا۔

اسکی ناموری اور فیاضی

عمرو بن لحی نے اہل عرب مین جو ناموری حاصل کی اور جو وقعت پیدا کی وہ کسی کو بہت کم نصیب ہوئی۔ وہ موسم حج مین حاجیون کی خوب دعوتین کیا کرتا تھا۔ اور پہلا شخص ہے جس نے اس بے جگری سے اپنی فیاضی کا ثبوت دیا۔ اس نے کئی مرتبہ موسم حج مین دعوت کی غرض سے دس دس ہزار اونٹ قربانی کر ڈالے۔ اور غریب حاجیون کو دس دس ہزار جوڑے تقسیم کر دیے۔

اس کا اثر ملک عرب پر

اس فیاضی نے عمرو ابن لحی کو تمام عرب مین ایسا ہر دلعزیز بنا دیا تھا کہ اس کی زبان سے جو لفظ نکلتا اہل عرب کا دین و ایمان بن جاتا اور جو رسم جاری کر دیتا وہ خود بخود سارے عرب مین پھیل جاتی۔

ملت ابراہیمی کا بگاڑ

افسوس ان فیاضیون اور اس مقبولیت کا نتیجہ اچھا نہ ہوا

آخر اپنی بے انتہا کامیابیوں کے زعم میں عمرو ابن لحی نے ملت ابراہیمی کے بدلنے کی کوشش کی۔ اس وقت تک تمام اہل عرب اسی شریعت ابراہیمی پر چلے جاتے تھے جو جناب اسماعیل کے ذریعہ سے اُن کو ملی تھی۔ اگرچہ بعض لوگ فاسقانہ حیثیت سے مرتکب گناہ ہو جاتے تھے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ کسی قسم کا اعتقادی تفرقہ نہیں پڑنے پایا تھا۔ عمرو بن لحی نے تمام ابراہیمی رسمیں بدل ڈالیں اور یہ تغیر بغیر کسی اختلاف یا عذر کے عرب میں مقبول و مروج ہو گیا۔ عرب کی گمراہیاں جن کے لیے آخر خدا کو ایک پیغمبر بھیجنے کی ضرورت ہوئی دراصل انھیں بزرگ کی سحر نما فیاضی کا نتیجہ تھیں۔

شرک کا رواج سب سے بدتر گمراہی یعنی شرک کا رواج بھی اسی شخص کے ہاتھوں ہوا۔ عمرو اپنے کسی ذاتی کام کے لیے سرزمین شام میں گیا ہوا تھا۔ ارض بلقا کے عمالقہ کو بت پرستی کرتے دیکھ کے سبب پوچھا تو ان لوگوں نے کہا یہ بت ہمارے دیوتا ہیں۔ ان سے ہر ہر بات میں مدد لیا کرتے ہیں۔ عمرو نے کہا ان میں سے ایک بت ہمیں نہیں دیتے کہ لے جا کے عرب میں بھی تمہارا دین جاری کر دیں۔ انھوں نے ایک بڑا بت عمرو کے حوالے کیا۔ جس کا نام ہبل تھا۔ اور غالباً فلسطین والوں کے بُت بعل کی نقل تھا۔ عمرو نے ہبل کو لا کے خاص کعبے کے اندر ایک گڑھے کے اوپر نصب کر دیا۔ اور اس کی پرستش ہونے لگی۔ اُس گڑھے میں کعبے کی نذریں اور آمدنی کی چیزیں ڈال دی جاتی تھیں۔ اور وہی گویا کعبے کا خزانہ تھا۔

اسکی پرستش اس وقت سے دستور ہو گیا کہ لوگ سفر سے واپس آ کے کعبے کا طواف کرتے پھر قبل اس کے کہ گھر جائیں ہبل کی پرستش کرتے اور اس کے پاس بیٹھ کے سر منڈاتے۔ ایک ہبل ہی پر کیا موقوف ہے بت اہل مکہ کو ایسے بھلے معلوم ہوئے کہ کعبے کے علاوہ گھر گھر میں جا بجا بت نصب ہو گئے۔ اور بت پرستی عرب کا عام مذہب بن گئی۔ الغرض تمام رسوم شرک جن کے مٹانے میں اسلام کو بڑی بڑی کوششیں کرنی پڑیں سب اسی عمرو ابن لحی کی قائم کی ہوئی تھیں۔

عمرو کا مشرکانہ دین تلبیہ یعنی صفا و مروہ پر جا کے لبیک پکارنا اس کے جناب ابراہیم کے وقت سے یہ خاص الفاظ چلے آتے تھے لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک

عمرو بن لحی نے اس پر حاشیہ چڑھایا۔ اور حکم دے دیا کہ آیندہ سے یہ کہا جایا کرے کہ "لبیک اللھم لبیک۔ لبیک لا شریک لک لبیک الا شریکاً ھو لک"
عرب مردار خوار نہ تھے۔ عمرو بن لحی نے مردار کا کھانا بھی حلال کر دیا۔ ان واقعات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آبا و اجداد اگرچہ برابر مکے اور عرب ہی مین سکونت پذیر رہے اور کعبہ ہمیشہ ان کا مرجع و ماوی رہا مگر دین ابراہیمی مین جو کچھ تغیرات ہوئے اُن کے ہاتھون نہین ہوئے۔

اس کا دور اسکی نسل کا عروج

عمرو ابن لحی کی عمر کی نسبت بہت مبالغہ کیا جاتا ہے۔ حتی کہ کہتے ہین وہ تین سو چالیس برس تک زندہ رہا۔ اور اس کی زندگی ہی مین خاص اسکی نسل کے ایک ہزار جنگ جو بہادر موجود تھے۔ چاہے ایسا ہو یا نہ ہو مگر اس مین شک نہین کہ عمرو ابن لحی ایک طولانی اور کامیاب زندگی بسر کر کے اور اپنی نسل کی ایک تعداد کثیر کو بڑی شوکت و قوت کی حالت مین چھوڑ کے مر گیا۔ تولیت و حکومت مکہ اس کے بعد پانچ سو برس تک برابر خزاعہ یعنی اس کی نسل مین رہی۔ اور اس کی نسل کا جو پچھلا شخص مکہ کا حکمران تھا۔ اس کا نام "حُلیل" تھا اب ہم سر دست کعبہ کی تولیت اور شہر مکہ کی حکمرانی کی داستان کو یہین چھوڑتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کیطرف توجہ کرتے ہین۔

آنحضرت صلعم کا نسب نامہ

نسل اسمٰعیل کے بارے مین مختلف علماے انساب کا اختلاف

نابت کے بعد نسل اسمٰعیل اس قدر بڑھی اور صدہا شاخون کی پھوٹنے سے کچھ ایسا اضطراب اور ایسی پیچیدگیان پیدا ہو گئین کہ اصلی سلسلۂ نسب مین بڑے بڑے اختلافات پڑ گئے حتی کہ یہ امر بھی ٹھیک طور پر نہین معلوم ہوتا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد مین عدنان نام کا جو نامی گرامی شخص گذرا ہے اس کے اور نابت بن اسمٰعیل کے درمیان مین کتنی پشتین گذرین۔ علماے انساب کو اس معمے کے حل کرنے مین

نسل اسمٰعیل کے مختلف علماے انساب کا اختلاف

بڑی بڑی دشوار یان پیش آئین۔ اور اختلاف نے ایسے شکوک پیدا کر دیے ہین کہ خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے عدنان سے پہلے نسب مین بحث کرنے کی ممانعت

فرمادی ہے۔ اگرچہ علماے انساب نے بڑی تفتیش و جستجو کے بعد آنحضرت (صلعم) کا سلسلۂ نسب جناب اسمٰعیل تک ملاکے پورا کردیا ہے۔ مگر ہم عدنان ہی سے شروع کرنا پسند کرتے ہیں اس لیے کہ خود سرور کائنات علیہ افضل الصلوات نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ عدنان آپ کے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد

اجداد کا سلسلۂ نسب یون شروع ہوتا ہے عدنان کے بعد معد پھر نزار پھر مضر پھر الیاس پھر عامر (جو مدرکہ کے لقب سے مشہور ہین) پھر خزیمہ پھر کنانہ پھر نضر پھر مالک پھر فہر پھر غالب۔ پھر لوی۔ پھر کعب۔ پھر مرہ۔ پھر کلاب۔ پھر قصی۔ مذکورہ اجداد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین سے سب بجاے خود بڑی عزت اور مرتبے کے لوگ تھے۔ اگرچہ کعبے کی تولیت و حکومت اُن کے ہاتھ مین نہ تھی۔ لیکن ان مین سے اکثر اپنے زمانے مین بہت کچھ وقعت و اثر رکھتے تھے۔

عدنان کا زمانہ

عرب کے قدیم ناموروں کے عہد اور زمانے کا پتہ لگانا دشوار ہے مگر اس امر کا اندازہ کہ عدنان کس دور مین تھے اس سے ہو سکتا ہے کہ انھین کے زمانے مین بخت نصر تاجدار نینوا بنی اسرائیل کی دنیا کو درہم و برہم کر رہا تھا۔ وہ ایک عذاب الٰہی کی شان سے ارض فلسطین مین آیا۔ بیت المقدس کو منہدم کر ڈالا۔ اور ساری قوم بنی اسرائیل کو گرفتار کر کے ارض بابل و نینوا مین لے گیا۔ جہان ان کو تقریباً پوری ایک صدی اسیری مین گذری۔

بخت نصر کا کعبے پر حملہ

نسل ابراہیم کی ایک شاخ یعنی بنی اسرائیل پر جب اس طرح بخت نصر کے ہاتھون عذاب الٰہی نازل ہوا تو خدا کو نہ منظور ہوا کہ دوسری شاخ یعنی اولاد اسمٰعیل اس مصیبت سے بالکل محفوظ رہ جاے۔ چنانچہ بیت المقدس کے بعد بخت نصر کعبے کی طرف بڑھا۔ کعبے والون کو ان کے گناہون اور ان کی زیادتیون کی سزا دی اور بے شک اس کی ضرورت بھی تھی۔ اس لیے کہ یہان جرہم کی حکومت تھی جو خانہ کعبہ کی سخت توہین کر رہے تھے۔ اور ان کے لیے کسی ایسے ہی سخت تازیانے کی ضرورت تھی۔

مگر خدا کی مشیت مین تھا کہ عدنان کی نسل سے پیغمبر آخر الزمان پیدا ہون گے لہذا ضرور تھا کہ یہ نسل اس شر فاگردی و قتل عام کے دور مین فنا نہ ہونے پائے۔ اس غرض کی تکمیل کے لیے حضرت برخیا و ارمیا پیغمبر جو بخت نصر کے مظالم کے بعد

ارض یہود کا مرثیہ پڑھنے اور رونے رُلانے کے لیے باقی رہ گئے تھے سفر کر کے مکے مین آئے۔ اور عدنان کے بیٹے معد کو اپنے ہمراہ شام کے شہر حرّان کی طرف بھگا لے گئے

معد بن عدنان

معدؑ کی عمر اس وقت صرف بارہ برس کی تھی۔ باپ نے مصلحت سمجھ کے لخت جگر کو تو اُن انبیاے کرام کے سپرد کیا۔ اور خود قومی لشکر مرتب کر کے بخت نصر کے مقابلہ کو تیار ہو گئے۔ لڑائی مین عدنان کو شکست ہوئی۔ اور ہزارہا عرب بخت نصر کی تلوار پر قربان ہو گئے۔ اس بابلی فاتح کی واپسی کے بعد انبیا نبی معد کو مکے مین پہونچا گئے۔ معد نے آ کے حرث بن مضاض جرہمی کی نسل کو ڈھونڈھنا شروع کیا جو لوگ یمن کی طرف

معد کا ورود مکہ اور عقد نکاح

بھاگ گئے تھے۔ آخر پتہ لگاتے لگاتے جوشم بن جلہمہ ملا جو اسی نسل سے تھا۔ معد نے اسکی بیٹی معانہ سے عقد کیا جس کے بطن سے نزار پیدا ہوئے۔

نزار

نزار کی نسبت بعض مورخین عرب کہتے ہین کہ خط عربی کو پہلے پہل انھین نے ایجاد کیا۔ اور عربی صحرانشینون کی آنکھین اُن سے پہلے کسی قسم کی تحریر سے آشنا نہ تھین۔ مگر یہ بات کچھ بے بنیاد سی معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے کہ قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک عموماً امی تھے۔ اور تحریر کا رواج جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہین۔ آپ کی ولادت کے بعد ہوا۔ لیکن ممکن ہے کہ نزار کے بعد تحریر کا رواج مٹ گیا ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین از سر نو اس کی بنیاد پڑی ہو۔

مضر کی خوش گلوئی کی عرب مین دھوم تھی۔ اہل عرب کو انسانی آواز کے

مضر

نغمون کا یہ چلتا جادو کہ اونٹ اس سے مست ہو کے زیادہ چلنے لگتا ہے اور خوب جھوم جھوم کے قطع مسافت کرتا ہے مضر ہی کی دل فریب آواز سے معلوم ہوا جس کی ابتدا یون ہو کہ مضر ایک مرتبہ اونٹ سے گر پڑے۔ اور درد کی شدت مین چلائے یا یداہ! یا یداہ! (ہاے ہاتھ! ہاے ہاتھ!) یہ آواز سنتے ہی اونٹ چرنا چھوڑ کے پاس چلے آئے۔ اسی وقت سے معلوم ہوا کہ انسانی نغمہ اونٹ کے دل پر کہان تک موثر ہے۔ الغرض حُدی خوانی جو عرب کے قافلون کا جرس اور صحرائی شتربانون کا رجز ہے دراصل ایک سنت مضری ہے جو قیامت

(۱) ابن اثیر عنہ دیکھو سیرۃ الحلبیہ جلد اول ص سیرۃ الحلبیہ

ان کے نام کو یاد دلاے گی۔ بعض علماے انساب کا خیال ہے کہ انھین کی نسل کا لقب قریش ہے۔

الیاس ایسے صاحب اثر تھے کہ تمام اہل مکہ ان کو اپنا سردار مانتے تھے

الیاس بغیر ان کے کسی امر کا تصفیہ ہی نہ ہو سکتا تھا۔ کعبے مین قربانی کے لیے اونٹ پہلے پہل انھین نے حاضر کیے، "مقام ابراہیم" یعنی وہ پتھر جس پہ کھڑے ہو کے حضرت ابراہیمؑ نے عمارت کعبہ تعمیر کی تھی خدا جانے کس کونے مین دبا پڑا تھا۔ الیاس نے اُسے ڈھونڈھ کے نکالا اور خانۂ کعبہ مین اس مقام پہ نصب کیا جہان آج تک موجود ہے۔ ان کی عقل و فراست کی اس قدر تعریف کی جاتی ہے کہ اس کی انتہا نہین حتیٰ کہ کہتے ہین جو مرتبہ کبھی جناب لقمان کا اپنی قوم مین تھا وہی مرتبہ اور وہی قبول عام اپنے زمانے مین الیاس کو حاصل تھا۔

عامر عامر بھی اپنے خاندان کی تمام شرافتون کا ثبوت دیتے تھے اور کہتے ہین کہ ان کا لقب مُدرکہ اسی وجہ سے ہو گیا کہ بزرگون کے تمام اوصاف ان کی ذات مین جمع ہو گئے تھے۔

کنانہ کنانہ اتنے بڑے رازدار مشہور تھے کہ اسی سبب سے اُن کا نام کنانہ مشہور ہو گیا تھا۔ اہل عرب کے دل مین ان کی اتنی وقعت تھی کہ فقط ان کی زیارت کو لوگ دُور دُور سے آتے تھے مہمان پروری اور فیاضی کی یہ حالت تھی کہ بے کسی دیے لقمہ حلق سے نہ اترتا تھا حتیٰ کہ ان کا یہ عجیب و غریب طرز عمل مشہور ہے کہ جب بالکل اکیلے ہوتے اور کوئی نہ ملتا تو ایک پتھر سامنے رکھ لیتے اور ایک نوالہ خود کھاتے تو دوسرا اس کے آگے توڑ کے ڈالدیتے جو جانورون کی غذا ہو جاتا تھا

نضر نضر کے حسن و جمال کی دور دور شہرت تھی۔ بعض محققین نے قریش کے معزز لقب کو انھین کی اولاد کی طرف منسوب کیا ہے۔

مالک مالک کی نسبت کہتے ہین کہ مالک اُن کا نام نہین لقب تھا۔ اس لیے کہ عرب لوگ اُن کو اپنا مالک اور سردار تسلیم کرتے تھے۔

فہر فہر اتنے بڑے فیاض تھے کہ وہ اور ان کے بیٹے مسافرون اور حاجتمندون کو ڈھونڈھتے پھرتے تھے کہ جہان کہین ملین ان کی ہمدردی اور خبرگیری کیا ے

اسی سبب سے ان کا لقب قریش مشہور ہو گیا تھا جس کے معنے حاجت روائی کے لیے محتاج کو ڈھونڈھنے والا۔ اور علماے انساب کی جماعت کثیر کی رائے مین انھین فہر کی اولاد قریش کہلاتی ہے۔ یا یون کہا جاے کہ اُنھین نے پہلے پہل اپنے ہم نسلون کی ایک خاص جماعت کو یکجا کیا جو ان کے لقب کی طرف منسوب ہو کے قریش کے نام سے مشہور ہو گئی۔ فہر کے زمانے مین حسان بن ابی کلال یمن سے فوج لے کے حرم آیا تھا کہ کعبے کے پتھر اکھاڑ کے یمن مین لیجاے اور وہان بھی ایک کعبہ بناے تاکہ لوگ اس کا بھی حج کیا کرین۔ فہر نے قبائل عرب کو جمع کر کے مقابلہ کیا اور حسان کو سخت شکست دے کے گرفتار کر لیا۔ جس کے بعد حسان نے جب تین سال تک فہر کی قید مین رہنے کا مزہ اُٹھا لیا تب بعد اداے فدیہ رہائی نصیب ہوئی۔ اس لڑائی نے عرب مین فہر کی دھاک بٹھا دی اور سب نے ان کے آگے سر اطاعت جھکا دیا۔

کعب — کعب کی وقعت کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ اہل عرب نے انھین کے انتقال کے وقت سے اپنا سنہ قائم کیا۔ واقعۂ فیل تک یہی سنہ مروج رہا۔ لیکن جب ابرہہ خانۂ کعبہ کی ڈھانے کی کوشش مین ناکام مارا گیا تو عربون نے اس واقعہ کو زیادہ اہم خیال کر کے اپنا سنہ اُسی وقت سے قائم کر دیا۔

کلاب — کلاب کا اصلی نام حکیم یا عروہ تھا۔ مگر چونکہ شکار کا بڑا شوق تھا اور شکاری کتے اکثر ہمراہ رہا کرتے تھے۔ اس لیے کلاب لقب پڑ گیا۔[عہ]

قصی — قصی کی داستان سب سے زیادہ عجیب و غریب ہے ان کا اصلی نام زید تھا ماں قبیلۂ قضاعہ کی ایک بیٹی تھین۔ بچے ہی تھے کہ پدر بزرگوار کلاب کا انتقال ہو گیا۔ ماں بچے کو لیے ہوے سرزمین شام مین چلی گئین جہان اُن کا میکہ تھا۔ قصی کا بنی قضاعہ مین ان کا نشو و نما ابھی دودھ بھی نہ بڑھایا گیا تھا کہ ماں نے قضاعہ کے ایک شخص ربیعہ بن حزام سے نکاح کر لیا۔ ربیعہ کے دوسری بی بی سے اور لڑکے بھی تھے قصی نے انھین مین پرورش پائی۔ اور ایک مدت تک ربیعہ ہی کو اپنا باپ سمجھتے رہے۔ بڑے ہوے تو ایک دن ان سے اور ربیعہ کے اور لڑکون سے تیراندازی مین مقابلہ ہوا۔

عہ سیرۃ الحلبیہ

قصی سب پر غالب آنے۔ بھائیوں کو حسد معلوم ہوا۔ ظاہر میں تو کچھ نہ کہہ سکے۔ مگر اپنی ندامت کا انتقام یوں لیا کہ بولے "تم خدا جانے کہاں کے ہو اور کون ہو۔ اپنے لوگوں مین جاکے کیون نہین رہتے ہو"۔ قصی نے یہ بالکل نئی بات سنی تھی۔ نہایت ناگوار ہوئی۔ دوڑے ہوے ماں کے پاس گئے اور اصل حال پوچھا۔ ماں نے کہا "ہان وہ اپنے نسب سے واقف ہوتے ہیں یا تم سے ان لڑکون سے کوئی نسبت نہین۔ تمھارا شہر ان کے شہر سے اچھا اور تمھاری قوم ان کی قوم سے شریف ہے۔ تمھارا باپ بڑا شریف شخص تھا تم نہین جانتے مگر سنو تم کلاب بن مرہ کے بیٹے ہو۔ اور تمھارا خاندان کے لوگ مکے مین خاص کعبے کے پاس رہتے ہین۔ جہان تمام عرب لوگ حج کو جایا کرتے ہین۔ مجھ سے ایک کاہن نے تمھاری نسبت کہا تھا کہ تمھارے ہاتھون بڑے بڑے کام ہون گے۔ اور تم بڑا نام پیدا کرو گے"۔

ان کا ورود مکہ مین یہ حالات سنتے ہی قصی نے سفر کی تیاریان کر دین۔ ماں نے سمجھایا اور کہا "اتنی جلدی نہ کرو۔ محرم کا مہینہ آنے دو۔ جس مین قتل و خون حرام ہے اس وقت قضاعہ کے حاجیون کے ساتھ مکے چلے جانا"۔ الغرض محرم کا مہینہ آیا اور قصی حجاج قضاعہ کے قافلے کے ساتھ مکے پہونچے۔

یہان آکے قصی نے مکے والون سے اپنی اصلیت و سرگذشت بیان کی تو انھون نے پہچانا۔ ہاتھون ہاتھ لیا۔ اور بڑی قدر و منزلت سے رکھا۔ اس سے زیادہ کیا قدر ہو گی کہ قبیلہ خزاعہ کا پچھلا شخص حلیل جو حکومت و تولیت مکہ کا وارث تھا اس نے اپنی بیٹی عقد نکاح مین دیدی۔ یہ وہی حلیل ہے جس کے بیان پر ہم نے حکومت مکہ کا تذکرہ چھوڑ کے نسب نبوی کی طرف توجہ کی تھی۔

مکہ زیر حکومت آل اسمٰعیل

قصی حلیل کے وصی حلیل کی بیٹی کو عقد مین لانے کے بعد قصی نے دوسری حیثیت اختیار کی۔ حوصلہ بڑھ گیا۔ جس کے ساتھ امیدون کو یون زیادہ وسعت حاصل ہوئی کہ حلیل نے مرتے وقت وصیت کر دی کہ میرے تمام معاملات کا انتظام قصی ہی اپنے

ہاتھ سے کرین۔" لیکن حلیل بہت سے بیٹے اور بہت کچھ مال و دولت چھوڑ کے مرا تھا اور ظاہر ہے کہ ایسی حالت مین بغیر قتل و خونریزی کے اس وصیت پر عملدرآمد نہین ہو سکتا تھا۔

حلیل کے بیٹون اور قصی مین لڑائی حلیل کی اولاد تولیت کعبہ مین مزاحم ہوئی تو قصی نے نسل قریش اور نسل کنانہ کے لوگون کو ایک جلسہ مین فراہم کیا۔ اور کہا "ہم لوگ خاص اسمٰعیل کی نسل سے ہین اور کعبہ در اصل ہمارا حق ہے۔ ہم خزاعہ والون سے زیادہ اس امر کے مستحق ہین کہ یہان حکومت کرین۔ اور امور حج ہمارے ہاتھون ہماری سربراہی سے سرانجام پائین۔" سبھون نے اس دعوے کی تصدیق کی۔ اور قصی نے بقوت قبضہ کرنے کا ارادہ کر دیا۔ ننہالی رشتہ دارون یعنی بنی قضاعہ نے بھی اس معرکے مین قصی کی مدد کی جن مین وہ نامہربان بھائی بھی موجود تھے۔ جنھون نے ذلیل کر کے شام سے نکالا تھا۔ لڑائی ہوئی دونون طرف بہت سے لوگ مارے گئے۔ مگر خزاعہ کا بہت زیا نقصان ہوا۔

لڑائی ہنوز کوئی فیصلہ نہین کرنے پائی تھی کہ دونون فریقون نے

یعمر بن عوف حکم بنا گیا ایک شریف عرب یعمر بن عوف کو حکم بنا دیا اور اقرار کیا کہ وہ جو فیصلہ کرے اسے منظور کر لین گے۔ یعمر نے قصی ہی کے موافق فیصلہ کیا۔ اور

اس کا فیصلہ بنی اسمٰعیل کی طرفداری مین یہان تک ترقی کی کہ کہہ دیا "خزاعہ کی طرف کے جو لوگ مارے گئے ان کے خون کا کوئی معاوضہ نہین۔ لیکن ہان جو لوگ قصی کی طرف مارے گئے ان کے خون کا معاوضہ قصی کو ملنا چاہیے۔"

قصی حکمران مکہ بنے اس طریقے سے قصی نے مکے اور بیت اللہ کی حکومت حاصل کی۔

اب تمام قریش نے باتفاق آرا قصی کو اپنا سردار تسلیم کر لیا۔ قصی نے قوت و حکومت حاصل کرنے کے بعد یہ خیال کر کے کہ خزاعہ کی موجودگی سے ہمیشہ

قبیلہ قریش کی ترتیب فساد ہو گا اُن کے تمام لوگون کو مکے سے نکال کے جلاوطن کر دیا۔ اور اس کی تفتیش شروع کی کہ فہر کی نسل کے لوگ کہان کہان ہین تاکہ جہان ملین وہان سے لا کے مکے مین آباد کیے جائین۔ اس جستجو مین اتنی سرگرمی سے کام لیا گیا۔ کہ فہر کی تمام اولاد کا پتہ لگ گیا اور سب بلا بلا کے مکے مین بسا دیے گئے

اس زمانے مین جو لوگ آکے بسے وہ قریش کہلائے اس لیے کہ فہر کی اولاد تھے۔ اور جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہین فہر کا لقب قریش تھا۔ قریش کے مجتمع کرنے ہی کی وجہ سے قصی کا لقب مُجَمِّع یعنی جمع کرنے والا رکھ دیا گیا۔

قریش کی اصلیت کی بابت اختلاف | نسّابین عرب اس باب مین مختلف ہین کہ قریش خاص کس کی اولاد ہین۔ اس مین پانچ رائین ہین۔ بعض تو قصی ہی کی اولاد کو قریش کہتے ہین بعض فِہر کی اولاد کو۔ بعض نَضر کی نسل کو۔ بعض الیاس کی نسل کو۔ اور بعض مُضَر کی اولاد کو لیکن صحیح اور قابل اعتبار یہ ہے کہ فہر کی اولاد کا لقب قریش ہے اور یہی غالب جماعت مورخین کا مذہب ہے۔

ان کے آباد ہونے کی شان | اب جو قریش ہر طرف سے سمٹ کے مکے مین جمع ہوئے تو اُن کے دل مین کعبے کی اس قدر عظمت تھی کہ اگرچہ رہنے کو ٹھکانہ تھے مگر بے ادبی کے خوف سے کعبے مین نہ سوتے رہنے کی تکلیف زیادہ ہوئی تو قصی نے حکم دیا کہ سب لوگ کعبے کے گرداگرد اپنے گھر بنالین۔ اس مین ایک تو یہ فائدہ منظور تھا کہ اُن نئے آباد ہونے والون کو آرام ملے گا۔ دوسرے یہ کہ کعبے کی حفاظت بھی بوجہ احسن ہو سکے گی۔ فوراً اس حکم کی تعمیل شروع ہوئی۔ کعبے کے گرد درختون کا ایک جنگل تھا۔ قریش بے ادبی کے خوف سے ان درختون کو کاٹتے ڈرتے تھے۔ قصی نے اس بارے مین بھی فیصلہ کیا کہ ہم ان درختون کو کچھ فساد و بے ادبی کی غرض سے نہین کاٹتے بلکہ محض نیک نیتی کی بنیاد پر کاٹتے ہین۔ لہٰذا ان کا کاٹنا ہمارے لیے جائز ہے۔ چنانچہ قصی اور ان کے مخصوص مصاحبون نے خود اپنے ہاتھ سے درختون کے کاٹنے کی ابتدائی تب اورون کو تبر چلانے کی جرأت ہوئی۔ الغرض اس طریقے سے جنگل کاٹ کے صاف کیا گیا۔ اور قریش نے اپنے لیے مکان بنائے۔ ان مکانون کی یہ وضع تھی کہ ہر گروہ نے اپنے احاطے کا دروازہ کعبے کی طرف نکالا۔ چنانچہ وہ دروازے اُنھین گروہون کے نام سے نامزد ہو گئے۔ ان مکانون اور کعبے کے درمیان مین ایک وسیع حلقہ طواف کی غرض سے چھوڑ دیا گیا تھا۔

قریش بطاح و قریش ظواہر | قریش جن دنون مکے مین جمع ہو کے آباد ہوے ہین ان دنون ان کے بارہ قبائل تھے۔ جن مین سے کچھ تو حرم کے اندر وادی جانب

آباد ہوئے اور کچھ بیرونی جانب جو لوگ اندر آباد ہوے تھے وہ تو قریش بطاح
کہلائے۔ اور جن کے مکان بیرونی رخ پہ قائم ہوے تھے ان کو قریش ظواہر کا
لقب دیا گیا۔ چند ہی روز مین یہ تفرق پیدا ہو گئی کہ قریش بطاح قربت حرم
کے لحاظ سے بمقابلہ قریش ظواہر کے افضل و اعلیٰ سمجھے جاتے تھے۔ بنی ہاشم انھین
قریش بطاح مین سے تھے۔

قصی کے پولیٹکل انتظامات

قصی نے صرف اتنا ہی نہین کیا۔ بلکہ سچ پوچھیے تو ان کے
ہاتھ سے بیت اللہ کی خدمت اور خلق اللہ کی ہمدردی کے متعلق بڑے بڑے
کارنمایان ہوے۔ حج کا موسم آیا تو قصی نے تمام قریش کو جمع کر کے کہا "جو
کارروائیان ہم نے کین ان کو تمام قبائل عرب جانتے ہین۔ اب ہمارا فرض
ہے کہ جہان تک ہو سکے حاجیون کی خدمت کرین۔ یہ بھی جانتے ہو کہ عرب
کے نزدیک کھانا کھلانے سے بڑھ کے کوئی بات نہین۔ لہذا اس کار خیر کے
لیے ہم سب مل کے یہ انتظام کرین کہ ہر شخص اپنے پاس سے کچھ سرمایہ لا کے جمع کرے
تاکہ یہ غرض پوری ہو" سب نے یہ راے پسند کی۔ اور اس کار خیر مین کل قریشیون
نے ایسی سرگرمی و مستعدی دکھائی کہ یہ کام بڑی کامیابی کے ساتھ جاری ہو گیا
حج کے شروع ہونے سے پہلے ہی مکے کے تمام ناکون پہ اور خاص مکہ مین بہت سے
اونٹ ذبح کیے گئے۔ تمام آنے والون کی دعوتین ہوئین۔ کشمش بھگو بھگو کے شربت
بنایا اور پلایا گیا۔ علی ہذا القیاس دودھ کی بھی دعوت کی گئی۔ ان دعوتون کا
سلسلہ اسوقت سے جاری ہوا تو آج تک قائم ہے۔ اسلام نے بھی اس نیک رسم
کو جائز رکھا۔ اور فی الحال غربا کی جو دعوت موسم حج مین کی جاتی ہے۔ وہ قصی
کی اس فیاضانہ کارروائی ہی کی یادگار ہے۔

اس وقت اگرچہ کعبے کے گرداگرد قریش ہی قریش آباد تھے۔ مگر بیت اللہ

خدمات بیت اللہ

کے مخصوص خدمات جو ہمیشہ اہل مکہ مین بلکہ تمام سرزمین عرب مین
باعث شرف سمجھے جاتے تھے قصی ہی کے ہاتھ مین تھے۔ اور وہ خدمات یہ تھے
سقایہ۔ رفادہ۔ حجابہ۔ ندوہ۔ لواء۔ قیادہ۔ یہ چھ خدمات تھے جن کی بنا پر قصی کو
صرف کعبے کا متولی نہین بلکہ سارے مکے کا حکمران کہنا چاہیے۔ مناسب ہوگا

کہ اِن خدمات کو ہم ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کر دین۔

سقایہ سقایہ - یعنی حاجیون کو پانی پلانا - چمڑے کے بنے ہوے بڑے بڑے حوض تھے جو صحن کعبہ مین لاکے ڈال دیے جاتے تھے۔ اور دُور دُور کے کنوؤن سے میٹھا پانی لاکے اُن مین بھر دیا جاتا تھا۔ اکثر اوقات اس مین کھجورین اور کشمش لاکے ڈال دیجاتی تھی۔ اور عام اجازت ہوتی تھی کہ جس کا جی چاہے پیے۔

رفادہ رفادہ یعنی کھانا کھلانا - یہ وہی طریقہ تھا جو قصی نے جاری کیا تھا کہ تمام قریش سے سرمایہ جمع کر کے غریب حاجیون کی دعوت کیجاے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں یہ دعوت عام تھی۔ لیکن بعد میں صرف محتاجون اور غربا کے لیے رہ گئی۔

حجابہ حجابہ سے مراد کعبے کی دربانی تھی۔ خانۂ کعبہ کے اندر جس قدر مذہبی رسوم ادا کیے جاتے تھے اُن کا انتظام اسی عہدے سے متعلق تھا۔

دار الندوہ اس سے مراد ایک گھر تھا جس کو خاص قصی نے بنایا تھا۔ جب کبھی کسی امر مین مشورہ کرنا ہوتا تو قریش اسی گھر مین آکے جمع ہوا کرتے تھے۔ نکاح بھی اسی مکان مین ہوتے تھے۔ لڑائی کے لیے جھنڈے بھی یہین بناے جاتے تھے۔ کوئی مرد جو چالیس سال سے کم کا ہو اس گھر مین جانے کا مجاز نہ تھا۔ اور ایک عجیب و غریب رسم یہ تھا کہ لڑکی بالغ ہوتے ہی اس گھر مین جاتی۔ اور قصی کے بیٹے عبد الدار کی نسل کا کوئی آدمی اس کی چادر چھین کے پھاڑ ڈالتا اور اپنی طرف سے کوئی اور چادر اڑھا دیتا۔ لڑکی وہ چادر اوڑھ کے واپس چلی جاتی اور اسی گھڑی سے اس کا شمار عاقل و بالغ عورتون مین ہوتا اور پردہ کرنے لگتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب مین کسی حد تک عہد جاہلیت مین پردہ موجود تھا۔

لوا لوا سے مراد لڑائی کے لیے جھنڈے بنانا تھا۔

قیادہ قیادہ یعنی لڑائی کے موقعون پر قریش کی سرداری اور سپہ سالاری کرنا۔

یہ امور تھے جن کی تعمیل خاص قصی کے ہاتھ مین تھی اور بعد بھی اسی خاندان مین رہی۔ اور ظاہر ہے کہ یہ خدمات صرف تولیت کعبہ ہی سے متعلق نہ تھے۔ بلکہ مکے کی پوری حکومت اسی شخص کے قبضۂ قدرت مین رہتی جو اُن کو بجا لاتا۔

قصی کی اولاد قصی کے کئی لڑکے تھے جن مین سب سے بڑا بیٹا عبدالدار تھا۔ لیکن یہ بڑائی صرف عمر ہی مین تھی۔ اس لیے کہ لیاقت اور تمام ذاتی خوبیون مین دوسرے بیٹے عبدمناف کا درجہ بہت بڑھا ہوا تھا۔ وہ تمام قریش مین معزز و محترم سمجھے جاتے اور جہان جاتے لوگ بڑی قدر و منزلت سے پیش آتے۔ بخلاف عبدالدار کے جن کو قوم کچھ زیادہ ادب و محبت کی نگاہ سے نہ دیکھتی تھی۔

قصی نے تمام خدمات کعبہ عبدالدار کو دیدے لیکن خود قصی کو اپنے بڑے بیٹے ہی سے بڑی محبت تھی۔ اس خیال سے ان کی کم لیاقتی اور عبدمناف کی ہوشیاری و دانائی دیکھ کے انھون نے ایک دن عبدالدار کو اپنے سامنے بلا کے کہا "بیٹا اگر تم مین وہ لیاقت نہین جو تمھارے چھوٹے بھائی مین ہے تو اپنا دل تھوڑا نہ کرو۔ مین ایسا انتظام کیے دیتا ہون کہ کل معاملات تمھارے ہی اختیار مین رہین گے۔ نہ تو بے تمھاری اجازت کے کوئی خانۂ کعبہ مین داخل ہو سکے گا۔ نہ جب تک تم نہ باندھو کوئی جھنڈا قریش کے سر دن پر لہرائے گا۔ نہ بے تمھارے پلائے کسی کو پانی ملے گا۔ نہ بے تمھارے کھلائے کسی کو کھانا نصیب ہو گا۔ نہ قریش کا کوئی معاملہ بے تمھارے گھر مین آئے طے ہو سکے گا۔ اور نہ تمھارے سوا کوئی شخص قریش کی سرداری کر سکے گا" یہ کہہ کے تمام خدمات مذکورہ عبدالدار کے سپرد کر دیے۔

عبدالدار اور عبدمناف کی اولاد مین جھگڑا باپ کی محبت نے اگرچہ یہ کل حقوق عبدالدار کے ہاتھ مین دیدیے مگر اس کا کیا علاج تھا کہ تمام قریش سمجھ رہے تھے کہ قصی کے جوش محبت نے ناانصافی کی۔ قصی کے بعد عبدالدار اور عبدمناف کی زندگی تک تو یہ خیال دبا رہا اس لیے کہ عبدمناف کو اپنے نامور باپ کی اطاعت اور ان کے حکم کی تعمیل مین کسی قسم کا عذر نہ تھا۔ لیکن عبدالدار اور عبدمناف کے مرتے ہی دونون کی اولاد مین جھگڑا شروع ہو گیا۔ عبدمناف کے لڑکون نے دعوی کیا کہ یہ تمام خدمات ہمارا حق ہین۔ اور عبدالدار کی اولاد نے اس سے انکار کیا۔ خلاصہ یہ کہ دونون فریق لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔

مطیبین۔ بنی عبدمناف عبدمناف کے بیٹون مین زیادہ تر مدعی ہاشم اور مطلب اور عبد شمس تھے۔ جو ایک ہی مان کے بطن سے تھے۔ پھر نوفل جو دوسری مان سے تھے

وہ بھی ہاشم کی ہمدردی پر آمادہ ہو گئے۔ نوفل نے فقہ قریش کو اپنی طرفداری کے لیے جمع کرنا شروع کیا اور طرفداران بنی عبدمناف کی ایک بڑی جماعت فراہم ہو گئی تو بنی عبدمناف ہی کی کسی لڑکی نے ایک تسلہ کسی خوشبودار عرق سے بھرا ہوا باب کعبہ کے سامنے لا کے رکھ دیا اور کہا "جو اس مین ہاتھ ڈالے وہ ہمارا ہے اور ہم اُس کے ہین" سبھون نے تسلے مین ہاتھ ڈبو ڈبو کے کعبے کی دیوار پر رکھے انھون نے گویا عہد کیا کہ ہم مین سے کوئی بیوفائی نہ کرے گا۔ قریش کے جو قبائل اس قسم مین شریک ہوے وہ مطیبین کہلاتے اور آخر تک اسی نام سے نامزد رہے

لعقۃ الدم۔ بنی عبدالدار | بنی عبدمناف کیطرف جب اس طرح قسم کھائی گئی تو عبدالدار نے بھی قریش کے بعض گروہون کو جمع کیا اور ایک خاص طریقے سے انھون نے بھی قسم کھائی اُن کی قسم اس طریقے پر تھی کہ ایک اونٹ ذبح کر کے اس کا خون ایک تسلے مین بھر لیا۔ جن جن لوگون کو عہد کرنا تھا انھون نے اپنے ہاتھ اس خون مین تر کیے اور تھوڑا تھوڑا خون چاٹ کے قسم کھائی کہ ہم عبدالدار کے خاندان کا ساتھ نہ چھوڑین گے۔ ان لوگون کا نام "احلاف" اور نیز "لعقۃ الدم" پڑ گیا۔[عہ]

خدمات کعبہ کی تقسیم | ابھی صرف یہ عہد وپیمان ہوے تھے کشت وخون کی نوبت نہین آنے پائی تھی کہ باہم صلح ہو گئی جس کے شرائط یہ تھے کہ خدمات متنازعہ دونون دعوے دارون مین تقسیم ہو جائین۔ چنانچہ پانی پلانا۔ کھانا کھلانا۔ اور سرداری عبدمناف کی اولاد کو ملی اور کعبے کی دربانی اور جھنڈا بنانا عبدالدار کی نسل کو ملا۔ اور دارالندوہ دونون مین مشترک رہا۔ غرض اس طور پر اس جھگڑے کا فیصلہ ہوا۔

عبدمناف | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ قصیّ کے بیٹون مین عبدمناف ہی سے چلتا ہی جنھون نے اس موقع پر قریش کو جمع کر کے اپنے حقوق حاصل کیے تھے۔ ان کا نام عبدمناف اس لیے رکھا گیا کہ مناف عہد جاہلیت کا ایک بت تھا ان نے پیارے بیٹے کو پیدا ہوتے ہی اس بت کے نام پر نذر کر دیا تھا۔

ہاشم | عبدمناف کے بعد نسب نبوی مین شریک ہونے کی عزت ہاشم کو حاصل

عہ سیرۃ ابن ہشام وابن اثیر عہ سیرۃ الحلبیہ۔

ہوئی۔ ہاشم اور عبد شمس دونون توام پیدا ہوے تھے صرف توام ہی نہین بلکہ باہم جڑے

بنی ہاشم و بنی امیہ کے جھگڑون کی ابتدا

ہوے اور وہ بھی اس طرح کہ عبد شمس کی پیشانی ہاشم کے پاؤن کی انگلی سے چسپان تھی۔ تلوار سے کاٹ کے دونون جدا کیے گیے۔ بنی ہاشم اور بنی عبد شمس مین جو بعد کو بنی امیہ ہوگئے جیسی جیسی خونریزیان ہوئین اُن کا حال پوشیدہ نہین کہتے ہین کہ اسکی وجہ یہی تھی کہ دونون کو پیدا ہوتے ہی تلوار نے خون بہا کے جدا کیا تھا۔

ہاشم نے بڑی بڑی فیاضیان کین۔ عام حجاج کو ثرید بنا بنا کے کھلاتے تھے

ہاشم کے کارنامے

کہتے ہین کہ قریش مین پہلے پہل جس نے ثرید تیار کر کے حجاج کے پیشکش کی وہ ہاشم ہی ہین ہاشم کا نام عمرو تھا لوگ ان کی بلند مرتبگی کی وجہ سے "عمرو علاء" اور "سید البطحا" کہا کرتے تھے۔ اور باپ کے ورثے مین مکے کی سقایہ اور رفادہ کی خدمتین بھی انھین کو ملی تھین جس کے ذریعے سے انہین اپنی فیاضیان دکھانے کا بہت عمدہ موقع مل گیا۔

ہاشم کا نکاح مدینے کے بنی نجار مین

ہاشم اکثر تبہ بغرض تجارت شام کو جاتے تھے راستے مین مدینہ پڑتا تھا وہان بنی نجار مین وہ عمرو نام ایک معزز و شریف شخص کے مہمان ہوے۔ اُسکی بیٹی سلمی اپنی خوبی اور شرافت پر اس قدر نازان تھی کہ کسی کو اپنا کفو نہ سمجھتی تھی۔ باپ نے شادی کا اختیار خود اسی کے ہاتھ مین دے کے اُسکا یہ دعوےٰ شرافت اور بڑھا دیا تھا۔ ہاشم جب مدینے مین فروکش ہوے تو سلمی ان کی صحیح النسبی کے حالات سن کے صرف انھین کو اپنے برابر کا اور ہم مرتبہ سمجھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلمی نے ہاشم کی درخواست پر اُن کے عقد نکاح مین آنا منظور کر لیا لیکن ان شرطون سے کہ جب میرا جی چاہیگا طلاق لے لونگی۔ اور حاملہ ہونے پر بھی اپنے میکے ہی مین رہونگی پہلی شرط کی متعلق ایام عرب کی روایتون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلمی ان شریف و بلند مرتبہ خاتونان عرب مین تھی جو نکاح کی بقا اور فسخ کو اپنے اختیار مین رکھا کرتی تھین۔ عقد ہو جانیکے بعد بھی جسوقت چاہتین شوہر کی قید سے آزادی حاصل کر لیتین جسطرح حاتم طائی کی بیوی نے اسے چھوڑ کے کسی اور معزز سردار عرب سے نکاح کر لیا تھا۔ ہاشم نے سلمی کی شرطین قبول کین اور اسے اپنے عقد نکاح مین لے لیا۔ نکاح کے بعد ہاشم چند ہی روز مدینے مین رہنے پائے تھے کہ تاجرانہ ضرورتین مجبوراً انھین رفتہ شام کی طرف لے گئین جس

اُن کی وفات

سفر مین شہر غزہ مین پہونچ کر انھون نے سفر آخرت کیا اور ان کی وفات کے بعد مدینے مین اس شریفہ خاتون سلمی بنت عمرو نے اپنے آپ کو حاملہ پایا۔

(از مولٰنا شرر مرحوم)

شیبہ بن ہاشم

مدینے مین ہاشم کی بیوی سلمی کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام "شیبہ" رکھا گیا۔ یہ لڑکا بچپن ہی سے باپ کی شرافت اور ماں کی نجابت کی خبر دیتا تھا۔ اسکی پیشانی سے خوش اقبالی کا نور چمک رہا تھا۔ چنانچہ جن دنون وہ مدینے کی گلیون مین کھیلا کرتا تھا کوئی شریف اور اہل مکہ کا تنا سا عرب ادھر ہو کے گذرا اور دیکھا کہ مدنی لڑکون کے گروہ مین ایک ایسا لڑکا ہے کہ جب گر پڑتا ہے یا چوٹ لگ جاتی ہے تو سب سے کہتا ہے "تم مجھے نہین جانتے۔ مین سید البطحا کا بیٹا ہون" اس شخص نے اسے پاس بلا کے پوچھا "کیون صاحبزادے تمھارا نام کیا ہے؟" اس نے جواب دیا "مین ہاشم بن عبد مناف کا بیٹا شیبہ ہون"

شیبہ کا ورود مکہ مین

شیبہ کی یہ بات اُس شخص نے یاد رکھی۔ اور مدینے سے روانہ ہو کے مکہ مین آیا۔ یہان آ کے معلوم ہوا کہ ہاشم تو سفر شام مین پیوند زمین ہو چکے مگر اُن کے قائم مقام ان کے عزیز بھائی مطلب ہین۔ یہ سن کے وہ مطلب کے پاس آیا اور کہا "آپ کے بھائی کا ایک لڑکا مدینے مین کھیلتا پھرتا ہے" اور ساری داستان جو شیبہ کے ساتھ گذری تھی کہہ سنائی۔ مطلب کو یہ حال سن کے بھتیجے کے دیکھنے کا شوق ہوا۔ اسی وقت سفر کی تیاریان کر دین۔ اور مدینے مین پہونچے۔ شیبہ کی صورت دیکھتے ہی مرحوم بھائی کی تصویر مطلب کی آنکھون کے سامنے پھر گئی دوڑ کے گود مین [illegible] خوب جی بھر کے پیار کیا۔ اور لڑ جھگڑ کے جس طرح بنا سلمی سے اجازت لی اور شیبہ [illegible] پر اپنے پیچھے بٹھا کے مکے مین لے آئے۔ اہل مکہ نے مطلب کے پیچھے ایک لڑکے کو [illegible]

یہ نہ ہوگا کہ زمزم کو اکیلے تم ہی نکال لو۔ اس نیکنامی میں ہم بھی شریک ہونا چاہتے ہین۔" عبدالمطلب نے جواب دیا۔ "یہ تو نہ ہوگا۔ اس امر کے لیے مین ہی مخصوص کیا گیا ہون۔" قریش نے کہا۔ "یون نہ مانوگے تو دیکھو فساد ہوگا۔ ہم بے لڑے نہ رہین گے۔" عبدالمطلب نے مجبوراً تقدیر آزمائی کے لیے ایک دوسرا پہلو اختیار کیا

ایک کاہنہ شام حکم قرار دیجاتی ہے اور سب کیطرف مخاطب ہو کے بولے "اچھا ایک کام کرو جس کسی کو مناسب سمجھو حکم بدو۔ اور وہ جو فیصلہ کردے اس پر تم بھی راضی ہوجاؤ اور مین بھی راضی ہوجاؤن۔" قریش نے اس تجویز کو پسند کیا۔ اور ایک کاہنہ کا نام لے کے جو بلندی شام مین رہتی تھی بولے اس کے فیصلے پر ہم سب راضی ہین۔ عبدالمطلب نے چار و ناچار اس امر کو قبول کیا۔ اور اس کاہنہ سے ملنے کے لیے سفر کی تیاریان کین۔

ریگزار شام آخر عبدالمطلب قریش کے ہر گروہ کے ایک ایک وکیل کو اپنے ہمراہ لے کے شام کیطرف روانہ ہوے۔ عرب اور شام کے درمیان مین جو عظیم الشان اور ناپیداکنار ریگستان ہے اس سے اہل جغرافیہ خوب واقف ہین اسی ریگزار کے قریب جناب موسیٰ کے عہد مین بنی اسرائیل کا قافلہ مدتون ٹکراتا پھرا تھا۔ پانی وہان کہین نام کو بھی نہین نصیب ہوتا۔ اور قافلے کے قافلے پانی ڈھونڈتے ڈھونڈتے فنا ہوجاتے ہین۔ عبدالمطلب اور وکلاے قریش بھی اس ریگزار مین پہونچ کے راستہ بھول گئے۔ پانی جو کچھ ساتھ تھا خرچ ہوگیا۔ سب کی یہ حالت ہوئی کہ مارے پیاس کے تڑپنے لگے۔ آخر سبھون نے عبدالمطلب کی طرف توجہ کی اور کہا "اب تمھاری کیا راے ہے؟" عبدالمطلب بولے "راے کیا پوچھتے ہو۔ موت تو اب سبھی کی قسمت مین لکھی ہے۔ لیکن افسوس ہے تو اس بات کا کہ سب کی لاشین بے گور و کفن کھلے میدان مین پڑے پڑے سڑین گی اور طیور نوچ نوچ کے کھائین گے بہتر یہ ہوتا کہ ہر شخص اپنے لیے ایک ایک گڑھا کھود لیتا اسکے بعد جس جس کا دم نکلتا جاے گا اسے زندہ رہنے والے اس کے گڑھے مین ڈال کے مٹی برابر کردین گے۔ اس تدبیر سے صرف ایک وہی شخص بے گور رہے گا جو سب کے آخر مین دم توڑے گا۔ سب لاشون کی بے حرمتی سے ایک لاش کی بے حرمتی اچھی معلوم ہوتی ہے۔" اس راے کو سب نے پسند کیا۔ اور ہر شخص اپنی قبر کھود کے موت کا

انتظار کرنے لگا

خود خدا نے فیصلہ کر دیا ہے

لیکن ظاہر ہے کہ ایسی حالت مین انسان سے خاموش بھی
نہین بیٹھا جاتا۔ بیٹھے بیٹھے تجویز ہوئی کہ یون ہاتھ پاؤن توڑ کے بیٹھ رہنا بڑی
نامردی کی موت ہے جس مین دم باقی ہو پھر ہاتھ پاؤن مارے حتی الامکان
پانی کی جستجو کرے۔ بیکار مرنے سے جستجو کی موت اچھی۔ اس راے پر عمل ہوا۔ اور
جہان دو چار آدمی پانی کی تلاش مین چلے وہان عبدالمطلب نے بھی اپنے اونٹ
پر سوار ہو کے بادیہ پیمائی کا ارادہ کیا۔ اتفاقاً ایک مقام پر اُن کے اونٹ کا
پاؤن زور سے پڑا زمین ذرا کھد گئی اور اس سے پانی کا ایک سوتا جاری ہوا
یہ قدرتی کرشمہ دیکھ کے عبدالمطلب نے نعرۂ مسرت بلند کیا۔ ہر شخص اُن کی طرف دوڑا
اور پانی کی صورت دیکھتے ہی سب کی جان مین جان آگئی۔ سبھون نے خوب سیر ہو کے
پیا۔ جانورون کو پلایا۔ اور مشکیزے بھر لیے۔

جب سیراب ہو چکے تو سب نے متفق اللفظ کہا "عبدالمطلب خدا ہی
نے تمھارے حق مین فیصلہ کر دیا۔ اب ہمین کوئی عذر نہین۔ چلو گھر کی طرف پلٹو۔ اب
تم شوق سے زمزم کو کھودو۔ ہماری طرف سے مزاحمت نہ ہو گی"

چاہ زمزم کھود کے نکالا گیا

ہر تقدیر بغیر اس کے کہ کاہنہ سے دریافت کرین سب گھر
مین واپس آئے۔ اور عبدالمطلب نے پھر زمزم کھودنا شروع کیا۔ جب تھوڑا
اور کھودا تو وہ دونون سونے کے ہرن اور تلوارین اور زرہین نکلین۔ حاسد
اہل مکہ نے ان چیزون کی تقسیم مین پھر جھگڑا شروع کیا۔ عبدالمطلب نے کہا "چلو
کعبے مین چل کے قرعہ ڈالین جو چیز جس کے نام نکلے وہ اس کی ہے" اس
تجویز پر قریش راضی ہوے۔ اور قرعہ ڈالا گیا۔ ہرنون پر کعبے کے نام کا قرعہ
پڑا تلوارون اور زرہون پر عبدالمطلب کے نام کا۔ اور قریش محروم رہ گئے۔
عبدالمطلب نے اس مسلمہ فیصلے کے مطابق ہرن کعبہ مین لٹکا دیے۔ اور زیادہ
فیاضی یون دکھائی کہ اپنے حصے کی تلوارین بھی کعبے کا دروازہ بنانے مین
صرف کر دینا۔

ان تمام جھگڑون سے نجات پا کے عبدالمطلب زمزم کو سوتے کی

حد تک کھودتے چلے گئے۔ اور پانی نکال لیا۔ زمزم کے کھودنے مین بڑی بڑی دقتین پیش آئین۔ لیکن اس بزرگ قوم کی مستقل مزاجی نے سب دقتون کو دفع کر دیا۔ زمزم کا سراغ لگانے کی وجہ سے عبدالمطلب کی بڑی قدر ہوئی۔ اور سمجھا گیا کہ خدا کی وہ خاص رحمت جو جناب اسمٰعیل پہ نازل ہوئی تھی ان کے ذریعے سے مخلوق کو پھر نصیب ہو گئی۔ اور عبدالمطلب کی یہ معجز نما کامیابی اہل عرب مین قریب قریب ویسی ہی سمجھی گئی جیسی کہ اس کے بعد اصحاب الفیل کی ہلاکت سے حاصل ہوئی تھی۔ ان کا یہ فخر ہمیشہ بڑے بڑے موقعون پر فخر و ناز کے ساتھ بیان کیا جاتا تھا۔

عبدالمطلب کے اخلاق وعقائد

عبدالمطلب نے مکے پر سرداری اور حکومت کرنے کے لیے بہت بڑی عمر پائی۔ ایک سو چالیس برس زندہ رہے اور یہ طولانی زندگی جاہلیت کے پرفتن دور مین ایسی احتیاط اور پرہیزگاری سے بسر کی جس کی کوئی انتہا نہین۔ شراب اپنے اوپر حرام کر لی تھی اور عمر بھر کبھی نہ پی۔ پرہیزگاری کا یہ نمایان اثر ہوا کہ تمام اہل عرب کو بخوبی یقین تھا کہ وہ جو دعا مانگتے ہین قبول ہو جاتی ہے۔

سخی اور مہمان پرور اتنے بڑے تھے کہ جناب ابراہیم کی مہمان نوازی انھین کے دم سے زندہ تھی جس کا ان تمام قبائل عرب پر اثر پڑتا جو حج کو مکے مین آتے۔ ان کی فیاضی کچھ انسانون ہی کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ ان کے خوان کرم کا ایک حصہ پہاڑون کی چوٹیون پر رکھ دیا جاتا تھا جس سے وحوش و طیور کا بھی پیٹ بھرتا تھا۔

بے تعصبی

بے تعصبی ایسی تھی کہ ابوسفیان کے والد حرب بن امیہ سے جو عبدالمطلب کے بہت بڑے دوست و ہمدم تھے کسی یہودی سے تہامہ کے ایک بازار مین کسی بات پر تکرار ہو گئی۔ حرب یہودی کی درشت زبانی کی تاب نہ لائے اور ایک شخص کے ذریعے سے اسے قتل کرا ڈالا۔ اس کی خبر جب عبدالمطلب کو ہوئی تو حرب کی دوستی سے دستبردار ہو گئے۔ اور جب تک خون بہا وصول کر کے اس یہودی کے بھتیجے کو نہ دے لی اُن سے نہ ملے۔

فراست و دانائی

فراست و دانائی مین اس پائے کے بزرگ تھے کہ اُن کا شمار قریش کے حکما مین ہے۔ عرب کی اخلاقی دنیا مین جو خرابیان پیدا ہو گئی تھین

اہل عرب مین ان کی اصلاحین

ان مین بہت سی باتون کی اصلاح وہ نزول شریعت اسلامیہ سے پہلے ہی کر چکے تھے۔ لوگ نذرین مانتے تھے۔ مگر اُن کا پورا کرنا چندان ضروری

نہ سمجھتے تھے عبد المطلب نے حکم دیا کہ جو نذر مانی جاے اس کو ضرور پورا کرنا چاہیے۔ محرمات ابدیہ کے ساتھ نکاح کرنا عرب مین معیوب نہ تھا۔ انھون نے پہلے پہل اس کی مخالفت کی۔ چوری کی کوئی سزا معین نہ تھی۔ ہاتھ کاٹنا[ف] پہلے پہل انھین نے تجویز کیا۔ لڑکیان زندہ دفن کر دی جاتی تھین۔ اس کی مخالفت بھی سب کے پہلے عبد المطلب نے کی۔ شراب حلال تھی انھون نے اس کو بھی غیر مستحسن خیال کیا۔ زنا کی تمام عرب مین گرم بازاری تھی بلکہ یون کہنا چاہیے کہ جائز سمجھا جاتا تھا۔ انھون نے اس کو بھی حرام بتایا۔ اکثر لوگ خانۂ کعبہ کے گرد ننگے مادرزاد طواف کیا کرتے تھے یہ بات بھی ان کو ناگوار تھی۔

نور نبوت اُن کے افعال سے ظاہر ہے

جناب عبد المطلب کی ان تجویزون کا رواج ان کے عہد مین بہت ہی محدود جماعت مین رہا۔ اور رسوم جاہلیت ان کے مٹائے نہ مٹ سکین۔ لیکن اس مین شک نہین کہ وہ حتی الامکان لوگون کو ان معاصی سے روکتے تھے ان تجویزون کا خیال کرکے جو احکام الٰہی کے بالکل مطابق تھین سوا اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ نور نبوت جو ان کی نسل سے ظاہر ہونے والا تھا اسی کے جذبات تھے جو عبد المطلب کے دل و دماغ سے ظاہر ہو رہے تھے۔

حضرت عبد اللہ

یعنی پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کے والد بزرگوار

عبد المطلب کی خوفناک نذر

ہم اوپر بیان کر آئے ہین کہ عبد المطلب نے زمزم کھودتے وقت کدال ہاتھ سے رکھ کے دکھے ہوے دل سے نذر مانی تھی کہ اگر دس بیٹے ہون گے تو ایک کو خدا کی درگاہ مین قربانی کرون گا" اس قسم کی نذرون کی حرمت اسلام نے بتائی۔ عہد جاہلیت مین جائز تھین۔ بلکہ یون کہنا چاہیے کہ گذشتہ

[ف] چور کے لیے ہاتھ کاٹنے کی سزا بہت قدیم زمانے مین فراعنۂ مصر کی قلمرو مین جاری تھی لہذا یہ نہین کہا جا سکتا کہ اس سزا کو عربون نے ایجاد کیا۔ مگر علماے سیر کے بیان سے اتنا پتہ ضرور چلتا ہے کہ اس کا رواج عرب مین جناب عبد المطلب ہی کے عہد سے ہوا۔

بھی اور خدا کی نازل کی ہوئی شریعتون کے مطابق تھین خصوص سرزمین عرب مین جہان بچہ بچہ ابراہیمی رسمون پہ جان دیتا تھا۔ اور صاف ظاہر ہے کہ خاک عرب کے ہر ٹیلے مین یہ خیال موجود تھا کہ ہمارے دادا ابراہیم نے اپنے پیارے فرزند اسمٰعیل کی قربانی کی تھی۔

الغرض عبد المطلب کی مذکورہ آرزو خدا نے پوری کی۔ اور وہ زمانہ آگیا کہ دس جوان بیٹے تجربہ کار اور سن رسیدہ باپ کی اطاعت کو حاضر رہتے تھے۔ اسوقت انھون نے ارادہ کیا کہ اپنی خوفناک نذر پوری کرین۔ دل مین ارادہ ہی کر رہے تھے کہ ایک خواب دیکھا جس نے اس نذر کو یاد دلا کے ان کے ارادے کو اور مضبوط کر دیا۔

آخر ایک دن بوڑھے باپ نے سب بیٹون کو جمع کیا اور اپنی نذر اُن کے سامنے

قرعہ انتخاب

بیان کی۔ سعادتمند بیٹون نے سر جھکا کے عرض کیا۔ ہم سب حاضر ہین جس کی چاہیے قربانی کر ڈالیے۔"

عبد المطلب نے جی کڑا کر کے کہا۔ یون نہین۔ مین خانہ کعبہ مین چل کے تم سب پر قرعہ ڈالتا ہون جس کے نام پر قرعہ پڑے گا۔ اُسے ذبح کرون گا۔ باپ کے اس طرز انتخاب کو سب بیٹون نے پسند کیا اور شکستہ باپ کے ہمراہ کعبہ کی راہ لی۔ کعبے مین معمول تھا کہ بڑے اور بڑا نے بت ہُبل کے آگے قرعہ اندازی ہوا کرتی تھی عبد المطلب اپنے بیٹون کو لیے ہوے ہُبل کے سامنے پہونچے اور قرعہ انداز کو حکم دیا کہ اُن پہ قرعہ ڈالے۔ قرعہ ڈالا گیا۔ اور باپ کی امید

عبد اللہ پہ قرعہ پڑتا ہے

اور آرزو کے خلاف عبد اللہ کے نام پہ نکلا۔ جو سب بھائیون مین چھوٹے تھے۔ اور عبد المطلب ہی نہین تمام قریش کو ان کے ساتھ بے انتہا محبت تھی۔

بیٹے کی قربانی کی تیاری

عبد اللہ کی عمر ابھی صرف اٹھارہ برس کی تھی جلوس نوشیروان عادل کے چوبیسوین سال پیدا ہوے تھے۔ اور ایسے خوش رو اور حسین نوجوان تھے کہ بہت سی شریف زادیان ان کے عقد نکاح مین آنے کی آرزومند تھین۔ ایسے ہر دلعزیز بیٹے کے نام پہ قرعہ پڑنے سے حسرتمند باپ کے دل پر جو کچھ گذری ہو گی ظاہر ہے۔ مگر عبد المطلب نے ان فطری جذبات کو دل ہی مین

دبا دیا۔ صبر کی ایک بڑی بھاری سِل سینے پر رکھی۔ اور بڑے استقلال کے ساتھ بڑھ کے خوبصورت و نوعمر بیٹے کا ہاتھ پکڑ لیا دوسرے ہاتھ مین چھری لی اور صفا و مروہ پر اساف و نائلہ کے درمیان مین جا پہونچے جہان عموماً اہل عرب قربانی کیا کرتے تھے۔ اور آمادہ ہو گئے کہ پیارے لخت جگر کو ذبح کر ڈالین

قریش کی مزاحمت

عبد المطلب کو مستعد دیکھ کر تمام قریش اپنی صحبتون سے اٹھ دوڑے اور سب سے زیادہ گھبراہٹ خود عبد المطلب کے بیٹون کے چہرون سے نمایان تھی جنھون نے چارون طرف سے باپ کو گھیر لیا۔ اور اُن کی خونریز نذر کسی طرح پوری نہ ہونے دیتے تھے۔ آخر بیٹون اور تمام حاضرین نے کہا، عبد اللہ کو ذبح نہ کیجیے۔ آپ کا یہ فعل قریش مین ایک ظالمانہ رسم پیدا کر دے گا۔ اور سلسلہ جاری ہو جائے گا کہ باپ بیٹون کے خون سے اپنے ہاتھ رنگا کرین۔

قریش روک ہی رہے تھے کہ مغیرہ بن عبد اللہ مخزومی آ گئے۔ جو عبد اللہ کے ننہالی رشتہ دار تھے۔ اس لیے کہ عبد اللہ فاطمہ بنت عمرو مخزومیہ کے بطن سے تھے اور ابو طالب جن کا اصلی نام عبد مناف تھا اور زبیر اور عبد الکعبہ اور عاتکہ اور امیہ اور برہ سب مان جائے بھائی بہن تھے۔ مغیرہ نے جو دیکھا کہ عبد المطلب ان کے خوبصورت لائق اور سعادتمند بھانجے کا خون کیے ڈالتے ہین تو روک کھڑے ہو گئے۔ اور کہا عبد المطلب مجھ سے جس قدر فدیہ چاہے لو مگر عبد اللہ[ع] کو نہ ذبح کرو۔

آخر ایک کاہنہ پر انحصار کیا گیا

مغیرہ کی بات پوری نہ ہونے پائی تھی کہ عبد اللہ کے ہمدردون کو ایک نئی بات سوجھی جس کا خیال آتے ہی سب نے کہا "اچھا اگر تم اپنی نذر پوری کیے بغیر نہ رہو گے تو چلو ہم سب حجاز کی مشہور کاہنہ کے پاس چلین اور وہ جو فیصلہ کر دے اسی پر عمل کیا جائے۔ قریش کی اس تجویز کو عبد المطلب نے مان لیا۔ اور اُس کاہنہ سے پوچھنے کے لیے مدینے کی راہ لی۔ مدینے مین پہونچے

ع۔ صاحب سیرۃ الحلبیہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عبد اللہ عبد المطلب کے سب بیٹون سے چھوٹے نہ تھے بلکہ عباس اور حمزہ ان سے بھی چھوٹے تھے۔ مگر ابن اثیر سیرۃ ابن ہشام اور دیگر کتب کے دیکھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عبد اللہ سب بھائیون سے چھوٹے تھے۔

معلوم ہوا کہ کاہنہ خیبر میں ہے آخر اہل مکہ کا یہ قافلہ خیبر میں پہونچا۔ اور سب نے
اس کاہنہ کے سامنے صورت واقعہ بیان کی کاہنہ نے ذرا تامل کیا۔ پھر بولی۔
"کل آنا۔ میرا موکل آئے تو اس سے پوچھ کے بتاؤں گی" یہ سن کے عبدالمطلب
اور ان کے ہمراہی قریش اپنی فرودگاہ کو واپس آئے۔

اس کا عجیب دلچسپ فیصلہ عقیدتمندوں کا یہ گروہ دوسرے دن پھر اس کاہنہ
کے دروازے پر پہونچا۔ اور اس نے پوچھا تمھارے یہاں انسان کا خون
بہا مقرر ہے؟ "عبدالمطلب نے کہا "دس اونٹ" کاہنہ نے کہا تو بس اپنے گھر
واپس جاؤ۔ اور دس اونٹ لے کے ان کے اور عبداللہ کے درمیان میں
قرعہ ڈالو۔ اگر قرعہ اونٹوں پر پڑ جائے تو خیر ورنہ دس اونٹ اور بڑھاؤ اور
پھر قرعہ ڈالو۔ اب بھی اگر اونٹوں پر قرعہ نہ پڑے تو دس اونٹ اور بڑھاؤ۔
یونہیں جبتک اونٹوں پر قرعہ نہ پڑے دس دس اونٹ بڑھاتے جاؤ آخر
جس تعداد پر پہونچ کے اونٹوں پر قرعہ پڑ جائے۔ اتنے اونٹ لے کے عبداللہ
کے عوض قربانی کرو۔ اور یقین کر لو کہ تمھاری نذر پوری ہو گئی۔

عبداللہ کی جان بچتی ہے کاہنہ کا یہ فیصلہ کچھ ایسا قرین قیاس اور دلچسپ
تھا کہ عبدالمطلب کو بھی عذر کرتے نہ بنا اور مکے میں آکے اسی پر عمل کیا۔
پھر ہبل کے سامنے قرعہ پڑنے لگا۔ اور خدا کی قدرت کہ ہر مرتبہ قرعہ عبداللہ
ہی پر پڑتا تھا۔ اونٹوں کا شمار بڑھتا جاتا تھا اور اسی کے ساتھ عبداللہ
کے دوستوں کی تشویش بھی زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ آخر نوے سے گزر کے
اونٹوں کا شمار سو پر پہونچا اور اب کی جو قرعہ ڈالا گیا تو اونٹوں پر تھا
بس کیا تھا۔ سب لوگ مارے خوشی کے اچھل پڑے۔ ایک دوسرے کو
مبارکباد دینے لگے۔ اور سب نے عبدالمطلب سے کہا "لو خوش ہو
تمھارے بیٹے کا فدیہ خدا نے قبول کیا"

عبدالمطلب اس وقت کچھ ایسے جوش میں بھرے ہوئے
تھے کہ بے اختیار چلا اٹھے "واللہ جب تک برابر تین بار اونٹوں
پر پانسہ نہ پڑے میں نہ مانوں گا" قرعہ ڈالنے والے نے پھر قرعہ پھینکا

اور قریش کی تمنا کے مطابق پھر اونٹوں پر پڑا۔ عبداللہ کی قسمت کا فیصلہ اب تیسرے پانسے پر تھا۔ لیکن اس مرتبہ بھی قسمت نے یاوری کی۔ اور اونٹوں ہی پر پانسہ پڑا۔ فوراً عبدالمطلب نے بڑے جوش مسرت سے سو اونٹوں کی قربانی کی۔ اور اپنی خوفناک نذر سے سبکدوش ہو کے پیارے نوعمر بیٹے کا ہاتھ پکڑے ہو گھر مین آئے۔

عبداللہ کے ذاتی اوصاف

عبداللہ کے ذاتی اوصاف کا جہان تک اندازہ کیا جاتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے ہی پاکباز نیک نفس اور جوان مرد تھے۔ اس پاکبازی کے ساتھ ان کی دلفریب صورت اور ان کے خوبصورت چہرے نے بہت سے دلوں مین تمنائین پیدا کر دی تھین۔ کہتے ہین کہ ان کی

خوبصورتی

خوبصورتی اکثر عورتون کو ان کا والہ و شیدا بنا دیا کرتی تھی۔ ان کے مورخین کا بیان ہے کہ صدہا عورتون کے دل عبداللہ کے خیال کو اپنا معشوق بنائے ہوئے تھے۔ اگر ہم اسی روایت پر غور کرین جس کو اس قدر شہرت ہوئی کہ مسلمان مورخین کے ذریعے سے مسٹر گبن تک کو ملی گئی یعنی یہ کہ "جس روز عبداللہ کا نکاح آمنہؓ کے ساتھ ہوا دو سو عورتین رشک وحسد سے مرگئین،، تو ہمین خواہ مخواہ کہنا پڑے گا کہ عبداللہ کے حسن مین کوئی خاص ایسی بات تھی جس کو ہم صرف سحر نمائی ہی کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہین۔

ایک شریف عورت عبداللہ پر اپنے آپ کو ہبہ کرتی ہے

ایک دن کا ذکر ہے کہ عبدالمطلب اپنے معمولی رعب داب اور اسی بزرگانہ وقار و متانت سے مکے کی گلیون مین گذر رہے تھے۔ آگے آپ تھے اور پیچھے پیچھے خوبصورت بیٹا ادب سے سر جھکائے چلا جاتا تھا۔ راستے مین ام قتال نام خاندان اسد کی ایک شریف عورت نے دیکھا جو قریش کے ایک معزز گھرانے کی بیٹی تھی۔ یہ عورت ورقہ بن نوفل کی بہن تھی جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ ایام جاہلیت کے اعلیٰ ریفارمرون مین تھے۔ اور تمام کتب سماویہ ان کی نظر سے گذر چکی تھین۔ بلکہ ہمارے مسیحی دوست تو کہتے ہین کہ ورقہ

بن نوفل ہی نے توحید کا مسئلہ چھیڑ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے لیے
ایک مقدمہ قائم کر دیا تھا۔ یا یون کہنا چاہیئے کہ انھین سے سیکھ کے آپ نے دعوائے
نبوت کیا تھا۔ الغرض انھین ورقہ بن نوفل کی بہن ام قتال نے عبداللہ کو
دیکھا اور دیکھتے ہی اس قدر از خود رفتہ ہوئی کہ اس کا لحاظ نہ کیا کہ
عبداللہ اس وقت اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ جا رہے ہین۔ فوراً عبداللہ
کے سامنے آئی اور کہنے لگی "اے عبداللہ اگر آج تم میرے ساتھ چل سکے
ہم بستر ہو تو تم کو اتنے ہی اونٹ دیتی ہون جتنے کہ تمھاری جان کی
عوض مین قربانی کیے گئے۔

عبداللہ نے کہا مین اپنے والد کے خلاف نہین کر سکتا۔ اور نہ
ان کو چھوڑ سکتا ہون۔ اس سے بحث کرنا فضول ہے کہ اس عورت کی خواہش
اور درخواست جائز طور پر تھی یا ناجائز طور پر کیونکہ انھین مبہم الفاظ
مین یہ واقعہ ہم تک پہونچا ہے۔ اس قسم کا یہی ایک واقعہ ہے جو عبدالمطلب
کی موجودگی مین پیش آیا۔ ورنہ روایات کی ترتیب اور کتب سیر کے تتبع
سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ پر ایسے متعدد واقعات گذرے اور انھون
حضرت آمنہ کے ساتھ آپ کا عقد نکاح نے ہر مرتبہ خوبصورتی کے ساتھ ٹالا عورتون کے
کرشمے عبداللہ پر جو دلفریبیون کی کمندین ڈال رہے تھے اس پر عبدالمطلب
بھی غور کرتے ہون گے۔ اور اس راستے کے واقعے نے تو یقیناً ان کو پریشان
کر دیا ہوگا کہ نازنینان قریش کی یہ حسن فروشیان کہین بیٹے کو آوارہ نہ
کر دین۔ گھر پہونچے تھے اور غالباً یہی خیالات ہنوز ان کے دل و دماغ مین
چکر کھا رہے ہون گے کہ وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب آ گئے۔ جو قریش
ہی مین سے تھے اور خاندان زہرہ کے سردار تھے ان کی ایک صاحبزادی تھین
"آمنہ" جو ان دنون نیز باعتبار نسب اور نیز بلحاظ صورت و سیرت قریش کی بہت
ہی افضل بیٹی مانی جاتی تھین عبدالمطلب نے انھین اپنے بیٹے عبداللہ کے لیے
ان کی بیٹی آمنہ کا پیام دیا۔ عبداللہ ایسے نہ تھے کہ اُن کو بیٹی دینے سے کسی خاندان
کو عار ہو سکتا۔ وہب فوراً راضی ہو گئے اور دونون سمدھیون نے کچھ ایسی

ستعدی دکھائی کہ پیام منگنی۔ شادی غرض سب رسمین اسی دن ادا ہو گئین اور پہلی ہی شب کو جناب آمنہ حاملہ ہوئین۔

دوسرے دن عبد اللہ ام قتال کے پاس گئے اور خود ہی نکاح کی درخواست کی مگر ام قتال نے نامنظور کیا۔ بلکہ بہت بے توجہی سے باتین کین اور کہا تم مین جو بات کل تھی آج نہین ہے۔ ام قتال نے کیون نہین منظور کیا۔ اس کی بابت آجکل کے آزادی پسند برجستہ جواب دین گے کہ اس نے آمنہؓ کی سوت بننا نہین گوارا کیا۔ لیکن اگر وہ عرب کی حالت کا اچھی طرح اندازہ کرین تو انھین ایسا جواب دینے کی جرأت نہ ہوگی کیونکہ عرب مین یورپ کا قانون نکاح نہ تھا۔ وہان ایک ایک شخص متعدد بیویان رکھتا تھا۔ اور عورتون مین بھی سوتاپا نہ کوئی عیب تھا اور نہ معزز خاتونین اس کو اپنی بے عزتی سمجھتی تھین۔ شوہر کو ہمیشہ کے لیے اپنا مقید بنا لینے کا خیال وہان کی عورتون کے دل مین کبھی گذرا ہی نہ تھا۔ دیکھو سلمٰی بنت عمرو عبد المطلب کی مان نے باوجود یکہ اپنی شرافت کا بہت کچھ دعویٰ تھا ہاشم کے نکاح مین آتے وقت سب شرطین کین یہان تک کہ طلاق تک کا اختیار بھی اپنے ہاتھ مین لے لیا مگر یہ شرط زبان سے نہ نکالی کہ ہاشم دوسرا نکاح نہ کرین۔ جناب آمنہ کو حاملہ

عبد اللہ کا سفر شام

ہوئے چند ہی روز گذرے تھے کہ عبد اللہ نے بغرض تجارت شام کے شہر غزہ کا سفر کیا۔ آب و ہوا کے موافق نہ آنے کی وجہ سے وہان پہونچ کے بیمار ہو گئے۔ اور بیمار ہی تھے کہ قافلہ واپس آنے لگا۔ عبد اللہ اسی بیماری

بیماری

کی حالت مین جس طرح بن افتان و خیزان مدینے تک پہونچے۔ لیکن طاقت جواب دے چکی تھی مدینے تک پہونچتے پہونچتے صاحب فراش ہو گئے۔ اور آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ مجبوراً وہان بنی نجار یعنی اپنی دادی سلمٰی کے رشتہ دارون مین ٹھہر گئے۔ واپس شدہ قافلہ جب مکے مین داخل ہوا تو عبد المطلب نے لوگون سے اپنے فرزند کا حال دریافت کیا۔ جواب ملا کہ وہ بیمار تھے۔ مدینے مین ٹھہر گئے۔

وفات

عبد المطلب عبد اللہؓ کو اپنے سب بیٹون مین زیادہ چاہتے تھے۔ اُن کی بیماری کا حال سن کے بہت پریشان ہوئے اور حرث بازبیران دونون

بیٹون مین سے ایک کو مدینے بھیجا کہ کچھ بھی طاقت ہو تو انھین کے مین لے آئین مگر افسوس عبداللہ کی زندگی پوری ہو چکی تھی۔ بڑے بھائی کے یہ شوق دل نے مدینے مین پہونچ کے سنا کہ چھوٹا اور پیارا بھائی رہگزاے عالم جاودان ہوا۔ عبداللہ نے مدینے مین ایک مہینہ بیمار رہ کے انتقال کیا۔ اور بنی نجار مین سے نابغہ نام ایک شخص کے مکان مین دفن ہوے۔

مدفن

زبیر نے جب واپس آکے یہ حادثہ جان گزا سنایا تو تمام اہل مکہ کو بڑا صدمہ ہوا۔ خصوص عبدالمطلب کو جنھون نے بڑھاپے مین دل پر یہ بہت ہی سخت چوٹ اٹھائی تھی۔

حضرت آمنہ کا حزن و ملال

عبداللہ کے انتقال کی خبر نے جناب آمنہ کو بہت ہی حسرت مین ڈال دیا۔ ظاہر ہے کہ اُن کا سن کسی طرح بیوہ ہونے کے قابل نہ تھا۔ خود عبداللہ ہی کا ابھی عنفوان شباب تھا۔ پچیس ہی برس مین قدرت نے اپنے قیمتی اور یادر رہنے والے حقوق ان سے پورے بھی کراے اور انھین دنیا سے رخصت بھی کر دیا۔

آپ کا پر درد مرثیہ

جناب آمنہؓ کو عبداللہ کی وفات کی خبر سُن کے جو صدمہ ہوا اس کا اندازہ اُن کے اس مختصر مرثیے سے ہو سکتا ہے جس کے ذریعہ سے انھون نے اپنے نوجوان شوہر کی قبل از وقت موت پر خون کے آنسو بہاے ہین۔ فرماتی ہین۔

(۱) عفا جانب البطحاء من آل ہاشم　　وجاور لحداً خارجاً فی الغمائم

(۲) دعته المنایا دعوۃ فاجابہا　　وترکت فی الناس مثل ابن ہاشم

(۳) عشیۃ راحوا یحملون سریرہ　　تعادرہ اصحابہ فی التزاحم

(۴) فان تک غالته المنون وریبہا　　فقد کان معطاءً کثیر التراحم[ع۵]

ع۵ اشعار مندرجہ بالا کا ترجمہ یہ ہے (۱) بن بطحا کا پہلو ہاشم کی اولاد (یعنی عبداللہ) سے خالی ہو گیا اور انھون نے ایک ایسی لحد مین سکونت اختیار کر لی جو باہر ہے اور تاریکیون مین چھپی ہوئی ہے۔ (۲) موت نے ان کو بلایا انھون نے موت کی دعوت قبول کر لی اور (ظالم) موت نے لوگون مین ابن ہاشم سا کوئی شخص نہین چھوڑا (۳) اے وہ شام جب اُن کے جنازے کو لوگ اس شان سے اٹھا کے چلے کہ ان کے دوست ہجوم کے سبب سے انھین اپنے جھرمٹ مین لیے ہوے تھے (۴) اے مخاطب) اگر تجھے زمانہ اور اسکے لشکر نے دھوکا دیا ہے تو جان لے کہ وہ بڑے دینے والے اور بڑے ہی مہربان تھے۔

گو یہ کمسنی کی بیوگی ایسی نہ تھی کہ اس کا صدمہ جناب آمنہؓ کے دل کو کبھی بھول جاتا۔ لیکن ان کے حمل مین ایک بچہ تھا جس سے بڑی کوئی دولت دنیا کی کسی عورت کو کبھی نہین ہو سکی تھی۔

ماؤن کی امیدین اور خاصتہً ایک بیوہ ماں کی ساری آرزوئین اپنے بچے ہی کے دامن سے وابستہ ہو جاتی ہین۔ عبداللہ کے انتقال کے بعد جناب آمنہؓ نے نیز اپنے فطری جوش محبت اور نیز روز بروز نظر آنے والے حیرت انگیز واقعات سے سمجھ لیا اور یہ سمجھ کے دل کو تسلی دی کہ میرا یہ بیٹا بڑا ہوگا تو اس کے دم سے میری ساری مصیبتین دفع ہو جائین گی۔ اور یقیناً ان موجودہ صدمات کا سچا پورا معاوضہ ملے گا۔ لیکن باوجود ان تمام باتون اور ان امیدوارانہ خیالات کے جناب آمنہؓ کو شوہر کے مرجانے کا بے انتہا صدمہ تھا۔

ضروری اعلان

چونکہ میرا مستقل قیام اورنگ آباد دکن مین رہتا ہے۔ اور یہان رہنے کیوجہ سے رسالۂ دلگداز کی جیسی خدمت کرنا چاہیے نہین کر سکتا ہون! وہی وجہ ہے کہ نہ مضامین ناظرین کے مرضی کے موافق ہوتے ہین اور نہ وقت پر شائع ہو سکتا ہے اس کمی کی تلافی کے واسطے مین نے عزم کر لیا ہے کہ آئندہ جنوری ۱۹۳۲ء سے رسالۂ دلگداز اورنگ آباد دکن ہی سے شائع کرون۔ اس کے علاوہ سنہ ۱۹۰۱ء سے یہ قاعدہ چلا آتا تھا کہ دلگداز کے پرانے خریدارون کو ہر سال کی خریداری پر ایک نیا ناول بھی مفت نذر کیا جاتا تھا۔ مگر اب ڈاک کے محصول اور فیس رجسٹری کے بڑھ جانے سے یہ قاعدہ بھی منسوخ کیا جاتا ہے۔ اسکی تلافی اس طرح سے ہو گی کہ آئندہ دلگداز بجائے ایک جزء کے ۱½ جزء یا ۲ جزء پر شائع ہوا کریگا۔ اور اس حجم مین خریداران کی مرضی کے موافق چند صفحات ناول کے بھی شائع کر دیے جایا کرین گے جو جزء جزء کر کے سال مین پورا ناول ہو جائیگا۔ ناول کے وی پی بھیجنے مین ناول کا محصول

اور فیس رجسٹری ملا کر تقریباً ۸؍ زیادہ پڑ جاتے تھے۔ اس صورت مین خریدارون کو اختیار ہے
کہ اپنا اپنا چندہ پیشگی بذریعہ منی آرڈر روانہ کر کے فیس رجسٹری اور محصول سے بچ جائین
لہٰذا خریدارون سے درخواست ہے کہ وہ اپنا اپنا چندہ خاکسار کے پتہ سے بذریعہ منی آرڈر
اورنگ آباد دکن روانہ کرین۔ ورنہ وی پی کی صورت مین فیس رجسٹری ملا کر انھین بجائے
۴؍ کے ۱۲؍ صرف کرنا پڑین گے۔ مین کوشش کرون گا کہ آیندہ دلگداز اعلیٰ درجے کے
کاغذ اور اعلیٰ درجے کے مضامین اور عمدہ لکھائی چھپائی کے ساتھ شایع ہو۔ اور
اسی واسطے یہ بھی اعلان کرتا ہون کہ آیندہ دوسرے صاحبون کے اجرتی مضامین
بھی دلگداز مین شایع کیا کرون گا۔ اجرت حسب حیثیت مضامین فی صفحہ تک دیجا سکے گی۔
چندہ دلگداز حسب سابق مع محصول وہی ۴؍ رہے گا۔ اب جملہ خط و کتابت و ترسیل
زر چندہ دلگداز ذیل کے پتہ سے کیجائے۔

خاکسار۔ محمد صدیق حسن۔ ایڈیٹر دلگداز۔
" اردو باغ اورنگ آباد دکن "

منیجر دلگداز کا نوٹس

چونکہ دلگداز آیندہ اورنگ آباد دکن سے شایع ہو گا۔ لہٰذا ناظرین سے التماس ہے
کہ اگر ان کا کوئی مطالبہ دلگداز یا دیگر حساب کے متعلق خاکسار کے ذمہ باقی ہو تو وہ
اپنی پہلی فرصت مین خاکسار سے طلب کرین۔ اس کے علاوہ گذشتہ سالون مین
سے اگر کوئی رسالے ان سے تلف ہو گئے ہون یا دفتر کی غلطی سے ان تک نہ پہونچے ہون
تو جلد از جلد خاکسار سے لکھنؤ کے پتہ سے طلب فرمائین۔

خاکسار اور نیز دلگداز پریس کا قیام لکھنؤ ہی مین رہے گا۔ لہٰذا مولانا
شرر مرحوم کی تصنیفات اور دیگر مطبوعات دلگداز پریس حسب دستور سابق
یہین سے ملا کرین گی۔ خاکسار حکیم محمد سراج الحق دفتر دلگداز گڑھ بزن بیگمخان لکھنؤ

دلگداز

مولنا شرر مرحوم کی یادگار اردو کا مشہور ادبی و تاریخی رسالہ جسنے زبان اردو کے علمی خزانے کو اعلیٰ لٹریچر سے بھر دیا خریدار کو ایکسال خریدار رہنے کے بعد اگر وہ دوسرے برس بھی خریدار رہیں تو ایک نیا ناول مفت مرحمت کیا جاتا ہے اور وہی سالانہ چندہ اور محصول ڈاک پر ایک روپیہ بارہ آنہ میں وی پی معاف کر دیا جاتا ہے۔ منیجر دلگداز لکھنؤ

تصانیف مولنا محمد عبد الحلیم صاحب شرر مرحوم

(تاریخ سوانحعمری اور لکچر وغیرہ)

۱۔ جنید بغدادی۔ حضرت جنید کے حالات
۲۔ ابوبکر شبلی۔ حضرت شبلی کے حالات
۳۔ حسن بن صباح۔ بانی فرقہ باطنیہ کے حالات
۴۔ خواجہ معین الدین۔ خو اجمیری کے حالات
۵۔ ملکہ زنوبیہ۔ سلف کی ایک عربی نژاد ملکہ
۶۔ سکینہ بنت حسینؑ۔ جناب سکینہ بنت امام حسینؑ
۷۔ قرۃ العین۔ ایران کی مشہور مجتہد زادی کے حالات
۸۔ ولادت سرور عالم۔ مولد شریف مصنفہ علامہ ابوالفرج ابن جوزی کا ترجمہ شرر کا نثر میں اور نظم کا نظم میں مجلد ۸ر
۹۔ سفرنامہ امام شافعیؒ امام ممدوح کے سفر کے حالات ۳ر
۱۰۔ سر سید کی دینی برکتیں۔ ۲ر
۱۱۔ قانون وراثت اسلام پر مولنا کا ایک لکچر ۳ر
۱۲۔ ہندوستان کی موسیقی
۱۳۔ ثانی اثنین۔ حضرت صدیق اکبر کے حالات
۱۴۔ ذی النورین۔ حضرت عثمان کے حالات ۱۰ر
۱۵۔ ابو الحسنین۔ حضرت علی کے حالات

تاریخی ناول

۱۶۔ عزیزۂ مصر۔ عہد بنی طولون کا تاریخی ناول
۱۷۔ فتح اندلس۔ اسپین پر عربوں کا حملہ
۱۸۔ رومتہ الکبریٰ۔ روم پر گاتھ لوگوں کا حملہ
۱۹۔ مفتوح فاتح۔ ایک نہایت دلچسپ تاریخی ناول
۲۰۔ فلپانا۔ جزائر البس العرب پر صحابہ کا حملہ

۲۱۔ فردوس بریں۔ جیتے جی جنت کی سیر
۲۲۔ قیس و لبنیٰ۔ مشہور عاشق عرب اور اسکی معشوقہ لبنیٰ
۲۳۔ لعبت چین۔ عہد صحابہ کا تاریخی ناول
۲۴۔ مقدس نازنین۔ ایک حسینہ کا پوپ بن جانا
۲۵۔ ماہ ملک۔ عورتوں کا عروج اور فتوحات
۲۶۔ یوسف نجمہ کابل۔ بیگم ... بیتی
۲۷۔ ایام عرب۔ جاہلیت عرب کی مکمل تصویر ہر دو حصہ
۲۸۔ جویائے حق۔ حضرت رسول اکرم کی سوانحعمری بطور ناول حصہ اول ... دوم ... کامل
۲۹۔ زوال بغداد۔ شیعہ سنیوں کی نااتفاقی کا عبرتناک نتیجہ۔ بغداد کی تباہی۔
۳۰۔ شوقین ملکہ۔ دوسری صلیبی لڑائی۔
۳۱۔ طاہرہ۔ نہایت دلچسپ تازہ ناول
۳۲۔ مینا بازار۔ مولنا کا سب سے اچھا ناول
۳۳۔ نیکی کا پھل۔ نہایت دلچسپ آخری تصنیف
۳۴۔ الفانسو۔ ایک عاشقانہ ناول
۳۵۔ بابک خرمی۔ سلطنت عباسیہ کے حالات ہر دو جلد
۳۶۔ حسن انجلینا۔ روس روم کی لڑائی۔ ۱۰ر
۳۷۔ فلورا فلورنڈا۔ عیسائیوں کے عہد خلافت کے واقعات
۳۸۔ ملک العزیز ورجنا۔ رچرڈ شیردل اور صلاح الدین اعظم ۱۰ر
۳۹۔ منصور موہنا۔ سندھ میں ایک انصاری خاندان کے حالات۔ ۱۰ر
۴۰۔ شہید وفا۔

المشتہر حکیم محمد سراج الحق منیجر دلگداز کشور نرائن بیگمات لکھنؤ

۸۹۱ء ۳۰۵

دگلکدراز جلد ۳۱
۱۳۱۹ء

۱۲۵

۶

ارسر ۵۵

[illegible]